یعنی

شائقین کتاب مقدس کے لئے شمع ہدایت و نور معرفت

تالیف لطیف

عالی جناب پادری ڈبلیو۔ ایچ۔ رسل صاحب بی۔ اے

و

جناب پادری آئی سعادت اللہ صاحب

مفتاح الکلام

فہرست مضامین

دیباچہ

از پادری ڈبلیو۔ ایچ رسل صاحب بی اے

۱۔ کتاب مقدس کے مطالعہ میں مشکلات

کتاب مقدس کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اسکی اکثر عبارتیں ایسی سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں کہ لڑکپن ہی سے مسیحیوں کو انجیل کا کچھ نہ کچھ علم حاصل ہوتا ہے اور ان پڑھ لوگ بھی خدا کے پاک کلام کی موٹی موٹی باتیں سمجھ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب مقدس کے بہت سے مشہور واقعات اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کی بعض تمثیلیں بچپن سے ان کو یاد ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ غیر مسیحیوں میں بھی بہتیرے واقعات اس درجہ پر مشہور ہو گئے کہ آجکل ہندوستان میں کتاب مقدس اور بالخصوص اناجیل اربعہ سے عوام الناس بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ لہذا اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ ہماری کتاب مقدس ایک واضح کتاب اور اس کا مطلب اسقدر صاف ہے کہ ہر شخص خواہ مسیحی ہو یا غیر مسیحی اس کو آسانی سے پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا ہے۔ یہ بات سچ ہے اور کوئی مسیحی اس سے انکار نہ کریگا لیکن ناظرین اس بات پر غور کریں کہ روحانی فائدہ کے لئے پاک کلام

کے منتخب سبقوں کو پڑھنے اور ادبی یا تاریخی واقعات کے لئے اُن کا سلسلہ وار مطالعہ کرنے میں بہت فرق ہے پاک کلام کے طلبا کو اکثر یہ تجربہ ہوا ہے کہ کتاب مقدس کا سلسلہ وار مطالعہ آسان نہیں بلکہ مشکل ہے اگرچہ وہ بائبل کی مشہور عبارتوں کو حفظ کرکے اقتباس کرتے ہوں تاہم انکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خدا کے پاک کلام اور خاص کر پُرانے عہدنامہ کے بڑے بڑے حصّوں سے انکو کافی واقفیت نہیں ہے اور اکثر وہ یہ علم نہیں رکھتے کہ پاک کلام کا ایک ایک حصّہ کب یا کیونکر یا کس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور ایک حصّہ دوسرے حصّوں سے کیا تعلّق رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ طلبا اپنی عدم واقفیت کی وجہ سے پست ہمّت ہوکر کتاب مقدس کا مطالعہ چھوڑ بیٹھتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کام اس قدر دشوار ہے کہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔

کتاب مقدس کا مطالعہ دراصل آسان نہیں بلکہ دشوار ہے اور اس کی دشواری کے چند وجوہ ہیں۔ (۱) بائبل صرف ایک ہی کتاب نہیں ہے وہ ایک کتب خانہ کی مانند ہے۔ جس میں کتابوں کا مجموعہ ہے (۲) اگرچہ درحقیقت کل کتاب مقدس کا صرف ایک ہی مضمون ہے یعنی خدا کی ذات وصفات اور اس پر انسان کے ایمان لانے کی ضرورت تاہم یہ مضمون پاک کلام کے متفرق حصّوں میں جداگانہ طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے (۳) اِن کتابوں کے لکھنے والے بہت ہیں اور

ان کا طرزِ تحریر مختلف ہے (۴) یہ لکھنے والے ایک ہی زمانے کے نہ تھے جس کی وجہ سے ان کے خیالات یکساں نہیں ہیں (اس لحاظ سے پیدائش کی کتاب کو پولوس رسول کے خطوط سے مقابلہ کرو) (۵) طالب علم کیلئے مشکل ہے کہ وہ ان بہتیرے نوشتوں کو ایک نظر سے دیکھ کر کل کتاب کا خلاصہ بتائے اور معلوم کرے کہ اس کے مختلف حصّے ایک دوسرے سے کیا تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ اس کتاب کا مقصد

مذکورہ بالا مشکلات میں سے جو بات سب سے زیادہ غور طلب اور ضروری ہے وہ آخری بات ہے اگر طالب علم خوب محنت کرے تو وہ معلوم کر سکے گا کہ کتاب مقدس کی متفرق کتابوں کو کس نے کس کس موقع پر اور کس کس غرض سے لکھا۔ لیکن کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے پھر بھی طالب علم تمام کتاب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کی، سخت دشواری سے بچ نہیں سکتا اور نہ کتاب مقدس میں ایک حصّہ کا دوسرے حصوں سے تعلق دریافت کرنے کی دشواری سے۔

الحاصل اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اور اس کے مصنّفین کا خاص مقصد یہ ہے کہ اسی مشکل کو مدّنظر رکھتے ہوئے وہ کتاب مقدس کی تواریخ کا بیان ایسا سلسلہ وار کریں جس سے وہ تواریخی تعلق صاف ظاہر ہو جائے جو خدا کے کلام کی متفرق کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

۴- اس کتاب کی ترتیب

چنانچہ اس سلسلۂ تعلیم کو ترتیب دینے سے پہلے اس کتاب کے مصنّفوں نے اس بات پر بہت غور کیا کہ خدا کے پاک کلام کے تواریخی واقعات میں سے وہ کون سا اہم اور مرکزی واقعہ ہے جس سے تمام دیگر واقعات کوئی نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ پوری کتاب مقدس میں صرف ایک ہی ایسا واقعہ پایا جاتا ہے اور وہ خداوند مسیح کا تجسّم اور اس دنیا میں اس کی آمد ہے۔ جو کچھ خداوند مسیح کی آمد سے پیشتر واقع ہوا تھا وہ اس کی آمد کی تیاری میں ہوا تھا اور جو کچھ اس کی آمد کے بعد ہوا وہ اسکی آمد کا نتیجہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ لہذا یسوع مسیح کا تجسم کتاب مقدس کا تواریخی مرکز سمجھا گیا۔ اور اس بنا پر مصنفین نے اس کتاب کی مسلسل تعلیم سات حصّوں میں تقسیم کرکے اس کو حسب ذیل ترتیب دیا۔

فصل اوّل- آغاز قوم یہود- (پیدائش کی کتاب) اس فصل میں ان بزرگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو دنیا کی پیدائش کے بعد قدیم زمانے میں گذرے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انکے ایمان کی بنیاد پر خدا نے ایک خاص قوم کو بنایا۔

فصل دوم- ترقی سے قوم کی تیاری- (بنی اسرائیل کی تاریخ غلامی و رہائی کے وقت سے سلیمان کے زمانے تک) اس فصل میں بنی اسرائیل کی خوشحالی کے زمانہ کا بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسیح کی آمد کے لئے خدا نے نئی پیدا کی ہوئی قوم کو ترقی سے کس طرح تیار کیا۔

فصل سوم۔ تنزل سے قوم کی تیاری (سلیمان بادشاہ کی سلطنت میں پھوٹ پڑنے کے وقت سے شہر یروشلم کے فتح ہونے تک) اس فصل میں بنی اسرائیل کی مصیبت اور شکست کے زمانہ کا بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کی آمد کے لئے خدا نے اپنے بندوں کو تنزل اور پست حالی سے کس طرح تیار کیا۔ طالب علم اس بات پر خاص غور کرے کہ اس فصل کے دسویں سبق میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو دنیاوی طاقت اور فوقیت کی مطلق توقع نہ رہی تو مصیبت زدہ یہودیوں کے دلوں میں ایک نئی اُمید پیدا ہو گئی یعنی ایک خداداد نجات دہندہ کا انتظار جو انکو تکالیف سے بچا کر خدا کی بادشاہت پھر قائم کرے۔ فصل سوم کے آخر میں تواریخی تتمہ بھی مندرج ہے جسمیں ان واقعات کا بیان ہے جو شہر یروشلم کی تسخیر کے بعد اور خداوند مسیح کی پیدایش سے پیشتر واقع ہوئے۔

فصل چہارم۔ ظہور مسیح کی اُمید۔ اس فصل میں مشہور نبیوں کا سلسلہ وار بیان کیا گیا ہے اور زیادہ تفصیل کے ساتھ اس امید کا مطلب ظاہر کیا گیا ہے جس کا ذکر فصل سوم کے آخر میں ہو چکا ہے۔

تاکید۔ طالب علم اس موقع پر غور کرے کہ ان چاروں حصوں کا خلاصہ تھوڑے الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جو کچھ خداوند یسوع مسیح کی آمد سے پیشتر وقوع میں آیا تھا وہ اس کی آمد کی تیاری تھی۔

فصل پنجم۔ سیرت مسیح (اناجیل اربعہ) اس فصل میں خداوند

یسوع مسیح کی پیدائش۔ زندگی۔ موت اور قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اسکا دنیا میں آنا کہاں تک نبیوں کی پیشنگوئیوں کے موافق تھا اور اس زمانہ کے بزرگان دین کے نزدیک کہاں تک خلافِ امید تھا۔

فصل ششم۔ بشارت انجیل۔ (اعمال کی کتاب) اس فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ خداوند یسوع مسیح کی موت اور قیامت کے بعد رسولوں نے کس طرح انجیل کی خوشخبری پھیلائی۔

فصل ہفتم۔ تشریح انجیل۔ (رسولوں کے خطوط) اس فصل میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جب رسولوں نے خداوند یسوع مسیح کی موت اور قیامت پر غور کیا تو انھوں نے ان واقعات عالم الٰہی کی تعلیم حاصل کرکے اپنے شاگردوں اور نو مریدوں کو کیا کیا ہدایات اور نصیحتیں کیں اور انجیل کی تشریح کتنی خوبصورتی سے کی۔

تاکید۔ طالب علم اس موقع پر ملاحظہ کرے کہ اعمال کی کتاب اور رسولوں کے خطوط کا خلاصہ یوں تھوڑے الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جو کچھ خداوند مسیح کی موت و قیامت کے بعد واقع ہوا وہ اُسی کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے۔

لہذا طالب علم تسلیم کریگا کہ خداوند یسوع مسیح کا مجسم ہوکر دنیا میں آنا حقیقت میں تمام کتابِ مقدس کا تواریخی مرکز ہے۔

۴۔ طریقۂ مطالعہ

اس کتاب کے اکثر پڑھنے والے ایسے بھی ہونگے جو گاؤں میں رہتے ہیں جہاں اُنکو اپنی مشکلات کے حل کرنے میں اوروں سے دریافت

کرنے اور امداد لینے کے کم موقع ملینگے۔ اسلئے مصنّفین نے خاص کوشش کی ہے کہ یہ ایسی کتاب ثابت ہو کہ طلبا خود بغیر کسی کی امداد کے سمجھ سکیں اور اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ چنانچہ ناظرین کی آسانی کے لئے ہر فصل اور ہر ایک سبق کا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔ تمام سبقوں میں یہ حصّے پائے جاتے ہیں۔ سبق کا مقصد مطالعہ کے لئے مضامین۔ یادداشت۔ سوالات یہ سب ضروری ہیں مگر انمیں سب سے ضروری دوسرا حصہ ہے۔ مصنفین نے طلبا کی ہدایت کے واسطے یادداشتوں میں ان موٹی موٹی باتوں کا ذکر کیا ہے جو تواریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہیں لیکن طلبا کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکیگا جب تک کہ یادداشتوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ کتاب مقدس کا مطالعہ جاری نہ رکھا جائے۔ اکثر مسیحیوں میں ایک اور بڑی کمی یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ گو وہ خدا کے کلام کی بابت تو بہت کچھ پڑھتے ہیں لیکن خود کتابِ مقدس کو بہت کم پڑھتے ہیں یہ تو ایک بڑی غلطی ہے۔ مصنّفوں کی صلاح یہ ہے کہ ہر ایک جو اس کتاب کو پڑھے فقط یادداشتوں پر تکیہ کر کے قناعت نہ کرے۔ بلکہ ان کے مطالب کا خیال کرتے ہوئے کتاب مقدّس کی چنی ہوئی عبارتوں کو بھی غور سے پڑھے۔ پھر وہ سبق کے مقصد کو سوچ کر سوالات کا جواب دے اور اس طرح ہر سبق کا ہر ایک حصّہ کام میں لاکر اپنی خواندگی میں خاطر خواہ ترقی کرتا جائے۔ اور ہر فصل کو ختم کرنے کے بعد طالب علم اس بات پر بھی

غور کرے کہ تمام فصل کا خلاصہ کیا ہے اور فصل کے بیان کئے ہوئے واقعات کو گذشتہ فصل اور آنے والی فصل کے واقعات سے کیا تعلق ہے۔ اس طریقہ سے تمام کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ خاص مشکل کسی قدر دور و دفع ہو جائیگی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور طالب علم کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ کل کتاب مقدس کا تواریخی خلاصہ کیا ہے اور اسکے متفرق حصے ایک دوسرے سے کیا تعلق رکھتے ہیں۔

اب مصنفین اپنی کتاب کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ امید کرتے ہیں کہ اس کے مطالعہ سے طلبا کو کم از کم اتنا فائدہ ہو سکیگا جتنا کہ کتاب تیار کرنے میں لکھنے والوں کو ہوا ہے۔ کاش کہ اس دھیمی بتی کی روشنی سے اس بڑے چراغ کا نور ناظرین کی آنکھوں کے سامنے پورے طور سے چمکے۔ جو ہمارے قدموں کے واسطے چراغ اور ہماری راہ کے لئے روشنی بنایا گیا ہے۔

تاکید۔ ناظرین کو صلاح دی جاتی ہے کہ اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے وہ پرانے عہدنامے کے نئے ترجمہ کا استعمال کریں۔

فصل اوّل۔ آغاز قوم یہود

از پادری۔ ٹی۔سی۔ کارن صاحب۔ بی۔ اے

اس فصل کا مقصد۔ اس فصل میں وہ خاص اسباب اور حاکمانہ تدبیریں بیان کی گئی ہیں جن سے قوم یہود کی برگزیدگی ضرورت کے موافق واقع ہوئی تھی تاکہ خدا کی مرضی اور خلق کرنے میں اُس کا مقصد پرانجام ہو اور یہ باتیں چند بزرگوں کے حالات زندگی میں ظاہر کی جاتی ہیں۔

فہرست مضامین

سبق ۱۔ دُنیا کی پیدائش

سبق کا مقصد۔ ایک ہی خدا نے اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے دُنیا اور سب مخلوقات کو پیدا کیا اور خاصکر انسان کو خلق کیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ پیدائش ب ۱ و ۲ + زبور ۸ + یوحنا ب ۱: ۱-۳ + متی ب ۱۹: ۳-۹۔

یادداشت ۱۔ ابتدا میں خدا۔ تمام پیدا کی ہوئی چیزیں خدا کی قدرت سے مخلوق ہوئیں۔ وہی سرچشمہ کل ہستی کا ہے۔ عبرانیوں ب ۱: ۱ و ۱۰۔ وہ واحد خدا ہے۔ علم ہیئت یعنی سائنس سے خدا کی وحدت ثابت ہے۔ علاوہ اسکے یہاں ہم سیکھ سکتے ہیں کہ خدا شخصیت رکھتا ہے۔ اسکی صفات محبّت دانائی اور قدرتِ مطلقہ ہیں۔ محبّت کے چشمہ سے سب چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ خلقت کی ترتیب میں دانائی اور سب چیزیں نیستی سے لانے میں قدرتِ مطلقہ ظاہر ہوتی ہے وہ ہر جگہ موجود بھی ہوتا ہے۔ پیدائش میں اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اسکے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھتا جائے اور اس کی مرضی کے مطابق ہمیشہ چلتا رہے۔

۲۔ پیدائش

الف۔ مادی چیزوں کی پیدائش۔ خدا کی روح کی مثال اس چڑیا کی طرح ہے جو اپنے گھونسلوں میں انڈوں پر بیٹھی ہو۔

یاد رکھنا کہ لفظ دن سے چوبیس گھنٹے مراد نہیں۔ یہ صرف علامتی اور تمثیلی لفظ ہے۔ برف کے ملکوں میں ایک دن چھ مہینے کا ہوتا ہے۔

ب۔ زندگی۔ نباتات اور حیوانات یعنی گھاس۔ پات۔ پیڑ اور تمام جاندار مخلوق۔ غور کیجئے کہ اس حساب میں رنگ برنگ اور طرح طرح کے درندے۔ چرندے مچھلیاں اور چڑیاں شامل ہیں۔ خالق کی مرضی سے صرف زندوں سے زندہ ہستیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور خلقت کا یہ سلسلہ اب تک برابر جاری ہے۔

ج۔ انسان۔ وہ اشرف المخلوقات یعنی پیدا کی ہوئی چیزوں کا سرتاج ہے۔ وہ خدا کی صورت پر بنایا گیا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ روح رکھتا ہے اور اسمیں قوتِ ارادی قوت متخیلہ۔ قوتِ احساس نیکی اور بدی میں قوت امتیاز اور خود مختاری موجود رہتی ہے۔ انسان صرف اسی وقت خدا کی عبادت لائق طور سے کرسکتا ہے۔ جبکہ وہ خدا کی شخصیت کی طرح خود اس قسم کی شخصیت رکھتا ہو اور تب ہی عرفان الٰہی حاصل ہوسکتا ہے اور ہم اپنے خالق سے محبت رکھ سکتے ہیں۔

۳۔ عدن۔

عدن کے معنی خوشی۔ خالق نے دیکھا کہ سب چیزیں جو اس نے بنائی اچھی ہیں۔ اس نے انسان کو اچھا موقع دیا

کہ وہ اس کا فرمان بردار اور وفادار رہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دُنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں انسان خوش اخلاق اور نیکو کار راستباز اور دیندار بن سکتا ہے اور جہاں وہ جو خدا کے حکموں کے مطابق چلتا ہے خوش ہوکر زندگی بسر کرتا ہے اور کوئی دوسری دُنیا تصوّر میں نہیں آتی جہاں اتنی خوبصورتی سے انسان کی روحانی تربیت ہوسکتی اور خدا کا مقصد ومطلب بخوبی انجام پاسکتا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ جب خدا نے عورت کو پیدا کیا تو اس نے اس کو آدم کے برابر پیدا کیا۔ جیسا لکھا ہوا ہے کہ وہ دونوں ایک تن ہونگے۔

۴۔ آدم کی حکومت۔

انسان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ سب چیزیں اپنے تصرف میں لائے اور ان سے خدمت لے۔ وہ خدا کا عزیز فرزند ہے اسلئے اس کو خالق کی طرف سے حقوق۔ ذمہ داری اور جو ابدہی حاصل ہوئی مگر الٰہی انتظام کے بموجب سب چیزیں اسکے بس میں آئیں۔

سوالات۔ ۱۔ مخلوقات کی پیدائش کا سلسلہ بتاؤ؟

۲۔ ساتویں دن کی بابت خداوند یسوع مسیح کی تعلیم کیا تھی؟

۳۔ کیا ہم اپنی بیویوں کو اپنے برابر سمجھتے ہیں؟

۴۔ رومیوں ۸ باب میں پولوس روح اور جسم کے بارے میں کیا سکھاتا ہے؟
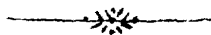
سبق ۲۔ آغاز گُناہ

سبق کا مقصد۔ یہ بتایا جائیگا کہ انسان نے اپنی خودمختاری کا کس طرح نامناسب اور ناجائز استعمال کیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ پیدائش ۳ب: ۱-۶ اور رومیوں ۵ب: ۱۲-۲۱ یعقوب ۱ب: ۱۴۔

یادداشت۔ ۱۔ آزمائش:۔

بہت ضروری تھا کہ انسان کی خودمختاری کام میں آئے۔ نہیں تو اسکی اخلاقی شخصیت نامکمل ہوتی۔ خودمختاری اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب آدمی بھلائی بُرائی میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے۔ مگر اُس وقت آدمی عجیب کش مکش میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔ یہ ہے آزمائش۔

۲۔ آزمائش میں الٰہی امداد:۔

آدم بہت ہی موزوں جگہ یعنی خوبصورت باغ میں رہتا تھا۔ اُسکا کام کاج ایسا تھا کہ گویا وہ خلقت میں حصہ دار ہوا یعنی زمین سے پیداوار تیار کرنے اور باغبانی میں۔ آدم کے پاس ایک دل پسند ساتھی بھی ایک پاک خاتون تھی۔

۳۔ آزمائش کا زور:۔

الف۔ آدم کو برائی کی کشش معلوم ہوئی۔ سانپ کی مانند برائی فریب دیتی ہے۔ اور انسان اس پر فریفتہ ہوکر برائی کے بس میں

آجاتا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ حوّا آزمائش کرنے والے سے بحث کرنے لگی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھلائی کے امتیاز میں ہچکچاتی تھی۔ جب ہچکچاہٹ آزمائش میں ہوتی ہے تو بڑا خطرہ ہے۔

ب۔ آزمائش کرنے والا دل میں شک پیدا کرتا ہے کہ خود مختار دل کو خدا کے برابر ہونا چاہیئے اور یہ کہ انسان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنی ہی غرض پوری کریں نہ کہ خدا کے فرماں بردار ہیں بلکہ خدا نہیں چاہتا کہ انسان خوشی اور شادمانی سے زندگی بسر کریں۔

۴۔ آزمائش میں ہار:۔

غور کرو کہ یہ آغازِ گناہ ہے۔ اگرچہ پہلے آدم کو نیکی اور بدی میں امتیاز حاصل ہوا تو بھی صرف اس وقت اخلاقی فطرت بالکل بیدار کی گئی تھی جب آخر وہ آزمائش میں ہار گیا۔ اب تو وہ اپنے تجربے سے معلوم کر سکا کہ بدی کی حقیقت کیا ہے اور اپنے کو گناہگار جانکر شرمندہ ہوا اسی طرح گناہ جیسا ہولناک حادثہ دنیا میں واقع ہوا۔

سوالات۔ ۱۔ جب یسوع مسیح آزمایا گیا تو وہ کس قدر ثابت قدم رہا؟

۲۔ تم کیا حیلہ حوالہ کرتے ہو جب خود گناہ کرتے ہو؟

۳۔ زندگی کے درخت کا ذکر بائیبل میں کہاں پایا جاتا ہے؟

۴۔ یسوع کی صلیب کا رشتہ اس سبق سے کیا ہے؟

سبق ۳۔ نتائج گناہ۔ اوّل مفارقت ومخالفت

سبق کا مقصد۔ گناہ انسانوں میں نا اتفاقی کا باعث بلکہ آدمیوں کی خدا سے بھی علیحدگی کا سبب ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ از پیدائش ب۳: ۷ تا ب۴: ۱۵ پیدائش ب۱۱: ۱-۹ و عبرانیوں ب۱۱: ۴۔

یادداشت۔ ۱۔ عدن سے اخراج۔

اب آدم اس جگہ نہ رہ سکا جہاں وہ پہلے خدا کی رفاقت سے سرفراز ہوا۔ وہ شرمندہ ہو کر بھاگنا چاہتا تھا اسکو اپنی ستر پوشی کے لئے تجویز کرنی پڑی اب وہ اشرف المخلوقات کیسا ذلیل ہو گیا۔ ہاں اسی طرح ہمیشہ مصیبت اور دُکھ گنہگار کا پیچھا کرتے ہیں جس وقت سے آدم نے گناہ کیا خدا سے اور تمام عالم سے اس کا رشتہ بدل گیا۔ خدا کی رفاقت چھوڑنی پڑی۔ بہشت سے خارج ہوا۔ دلکش باغ کی نگہبانی کے بدلہ میں کھیتی کی سخت محنت اور زندگی کے بجائے موت نصیب ہوئی۔

۲۔ قائن اور ہابل:۔

الف۔ نہ صرف خدا سے جدائی بلکہ بھائی بھائی دشمن ہو گئے اور جہاں خدا کی مرضی تھی کہ سب آدمی دیندار رہیں وہاں قائن ہے بے دین اور ہابل دیندار۔ ایک میں نفسانیت

دوسرے میں روحانیت۔ بے شک دو ہدیہ تھے مگر قائن کے ہدیہ میں نیک نیتی نہ تھی اور ہابل کے ہدیہ سے اسکی نیکی ظاہر ہوئی۔ چونکہ انکے چال چلن میں فرق تھا اسلئے ایک مقبول اور دوسرا مردود ٹھہرا۔

ب۔ بھائیوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں۔ اور خدا کی مرضی تھی کہ سب انسان ایک ہی نسل سے ہوکر اور ایک ہی آسمانی باپ سے پیدا ہوکر باہمی یگانگت اور اخوت قائم کرکے فرائض اخوت ادا کریں۔ مگر گناہ کی وجہ سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ اور آخر ہم دیکھتے ہیں کہ قائن دنیا بھر کے لوگوں کی مار کا نشانہ بن کر آدمیوں کی آبادی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ خود دنیا میں پہلا دشمن تھا اسلئے وہ خیال کرتا ہے کہ سب میرے دشمن ہیں۔

۳۔ بابل :۔

نااتفاقی کا حال بابل کے قصہ میں بخوبی ظاہر کیا گیا ہے۔ نہ صرف خدا سے جدائی اور ایک فرد بشر کا دوسرے سے عداوت کرنا بلکہ انسان اب اپنی سرکشی میں فرقہ فرقہ اور جداگانہ اقوام میں تقسیم ہوگئے اور رفتہ رفتہ ضرورت پڑی کہ ایک خاص قوم خدا کی خدمت کے لئے مقرر ہو جیسا اور آگے واضح ہو گا۔

سوالات :۔ ۱۔ خاندان اور ملک میں نااتفاقی کی بنیاد کیا ہے؟

۲۔ کون ہمارے بھائی ہیں؟ کیا مسلمان اور ہندو بھی ہمارے بھائی ہیں؟ کیا ہم اپنے بھائیوں کے محافظ ہیں؟

۳۔ کیا ہندوؤں کی ذات پات کی رسم سے انسان کا بھائی ہونا ثابت ہے؟

۴۔ اخوت انسانی کا مسئلہ کس بات پر مبنی ہے؟

سبق ۴۔ نتائج گناہ۔ دوم۔ ہلاکت

سبق کا مقصد۔ خدا پاکیزگی پسند کرتا اور گناہ سے نفرت رکھتا ہے چونکہ گناہ ہلاکت کا باعث ہے خدا اس کو مٹانا چاہتا ہے تاکہ انسان اس سے بچ جائے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ پیدائش ب۶ : ۹-۲۲ + ب۷ : ۱۱-۲۴ ب۹ : ۸-۱۷ + ۱ پطرس ب۳ : ۲۰ + پیدائش ب۱۸ و ب۱۹ + متی ب۲۴ : ۱۵ + ۲ پطرس ب۲ : ۶ + مکاشفہ ب۱۱ : ۸۔

یادداشت۔ ۱۔ نوحؑ اور طوفان عظیم۔

الف۔ دنیا ازحد خراب ہوگئی۔ اور درجہ بدرجہ برائی بڑھتی گئی اگرچہ خدا کی طرف سے ہر طرح کے اثر اور کوشش کا اظہار ہوتا تاکہ انسان توبہ کرے اور بدی سے باز آکر اسکی طرف رجوع لائے تو بھی اس زمانے کے لوگوں نے توبہ کرنے سے انکار کیا۔ اسواسطے خدا نے ارادہ کیا کہ میں دنیا کو مٹاؤنگا مگر اپنے راستبازوں کو بچاؤنگا۔

ب۔ نوحؑ مرد راستباز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا۔ یہاں ہم یہ سیکھتے ہیں کہ خدا ایسے شخصوں کو چن لیتا ہے تاکہ وہ اسکی عبادت دنیا میں قائم رکھیں بلکہ ایسے ہی چیدہ لوگوں کے وسیلے سے دنیا تباہی سے بچ جاتی ہے۔ پس نوحؑ ان برگزیدوں کا پہلا شخص تھا جن کا سلسلہ یہودی قوم کے قائم ہونے تک جاری ہوا۔ یہاں ہم پڑھتے ہیں کہ خدا نے اس سے عہد باندھا اور وعدہ کیا

کہ آیندہ اس قسم کا عذاب کبھی نازل نہ ہوگا۔

ج۔ خدا نے اپنے برگزیدوں کو طوفان سے بچایا اور اس کے ذریعہ سے اوروں کو بھی دعوت دی کہ وہ کشتی میں آکر پناہ لیں۔ وہ کشتی چارسو فٹ لمبی سرسٹھ فٹ چوڑی اور پینتالیس ۴۵ فٹ اونچی تھی۔ اسکی تین منزلیں تھیں اور تمام کشتی کا رقبہ ایک لاکھ مربع فٹ تھا۔

۲۔ صدوم وعمورہ:۔

الف۔ جائے وقوع بحر مردار کے نزدیک تھی جہاں تارکول۔ گندھک اور نمک یعنی وہ چیزیں جن سے صدوم اور اسکا علاقہ برباد ہوا کثرت پائی جاتی ہیں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ سمت شمالی تھی کہ جنوبی۔

ب۔ وہاں کے باشندوں کا چال چلن اتنا برا تھا کہ وہ دنیا میں بہت ہی خراب گناہ کی ضرب المثل ہو گیا یعنی انگریزی زبان میں اغلام باز کو صدومی کہتے ہیں کیونکہ صدوم کے لوگ اس گناہ کے مرتکب تھے۔

ج۔ ذکر ہے کہ جب ابرہام کی عمر ۹۹ برس کی تھی تو ایک دن وہ ممرے کے بلوط کے نیچے اپنے خیمہ کے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہاں تین اجنبی اشخاص آئے اور ابرہام نے ان کی مہمان نوازی کی۔ (دیکھو عبرانیوں ۱۳:۲) جب اس کو صدوم کا حال معلوم ہوا تو اس خیال سے کہ شاید وہاں کچھ رہی سہی خوبی ہو گی اس نے دعا مانگی کہ خدا وند صدوم کو بچائے۔

د۔ مگر صدوم کا حال اتنا خراب تھا کہ وہاں باشندوں میں سے
دس آدمی بھی راستباز نہ نکلے وہاں لوط کی بود و باش سے
ان پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ وہاں کے لوگ راہ راست پر نہیں آئے
بلکہ لوط کو بڑی تکلیفیں ان کی طرف سے پہنچیں۔ جیسا کہ ۲ پطرس
۲: ۷-۸ میں لکھا ہوا ہے علاوہ ازیں فرشتوں کی ہدایت اور
نصیحت سے یہ ظاہر ہوا کہ جو وہاں رہتے تھے وہ سب ہلاکت
کے خطرہ میں آ گئے۔

س۔ گناہ آلودہ صدوم کا اثر اتنا زبردست اور خوفناک تھا
کہ جب لوط گھر اور مال چھوڑ کر بھاگ گیا تو بھاگتے ہوئے لوط
کی بیوی کو مال کے لالچ میں بستی کا خیال آیا۔ پس اس نے
پیچھے مڑ کر شہر کی طرف دیکھا اور فوراً ایک بہنے والی نمکین
کیچڑ کی طرح مادہ نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

سوالات ۱۔ حنوک کون تھا؟

۲۔ پطرس نے باڑھ کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

۳۔ صدوم کے قصے سے ہم دعا کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں؟

۴۔ نقشہ میں بحیرہ مردار کے چاروں طرف کی وادیوں۔ میدانوں۔ پہاڑوں شہروں اور ندیوں کے نام لکھو؟

۵۔ اپنے تجربہ سے مثالیں پیش کرو جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ گناہ کا نتیجہ ہلاکت ہے؟

سبق ۵ - ابرہام کی برگزیدگی

سبق کا مقصد:- خدا نے ایک شخص کو اس کے وطن سے بلایا تاکہ وہ ایک خاص قوم کا بانی اور سردار ہو اور کہ اس کی پیشروی سے وہ قوم خدا کے زیر حکم رہے اور عرفان الٰہی کا ذریعہ بنکر عبادت الٰہی دُنیا میں قائم رکھے۔

مطالعہ کے لئے مضامین:- پیدائش باب ۱۱: ۲۷ تا باب ۱۲: ۵۔ پیدائش باب ۱۵ و عبرانیوں باب ۱۱: ۸-۱۴۔ رومیوں باب ۴ + پیدائش باب ۱۳: ۱۶ و باب ۲۲: ۱۷ + پیدائش باب ۱۷: ۱۰-۱۴۔

یادداشت۔ ۱- برگزیدگی:-

اگر یہ خدا کی مرضی ہے کہ انسان اسکی رفاقت میں بنے رہیں تو چاہیئے کہ گناہ جو مخالفت اور ہلاکت کا باعث ہے دُنیا سے مٹ جائے اور خدا کے راستباز بندے گناہ آلودہ لوگوں سے رفتہ رفتہ علیحدہ ہوکر ایک پاکیزہ قوم بن جائیں اسلئے ابرہام خدا کی ہدایت سے اُور جیسے بت پرست شہر سے بلایا گیا تھا کہ وہ اپنا وطن چھوڑکر دوسرے ملک میں چلا جائے۔

۲- زمانہ کا حال:-

اس زمانہ میں تقریباً ۲۰۰۰ قبل از مسیح بہت سے لوگ خانہ بدوش ہوئے یا تو ایسی طرزِ زندگی ان کی فطرت کے موافق تھی یا گلہ بانی کی ضرورت سے انکو ایک چراگاہ سے فارغ ہوکر دوسری کی تلاش میں دور جانا پڑا یا

یہ کہ دوسرے ملکوں کے فتح کرنے کی خواہش نے انکو ایسی ترغیب دلائی۔

۳۔ اُور شہر چھوڑنے کا سبب:۔

مگر اُور شہر ایک زرخیز علاقہ کا دارالسلطنت تھا وہاں پیداوار خوب ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں اُور کسدیوں کا پاک شہر تھا۔ اب تک وہاں چاند دیوتا کے شکستہ مندر کا ویرانہ پایا جاتا ہے۔ اسلئے بہت ممکن ہے کہ ابراہام نے چراگاہ کی تلاش میں وطن کو نہیں چھوڑا مگر صرف خدا کی مرضی کے مطابق چلا گیا تاکہ وہ اُور کے دیوتاؤں کے بجائے بلا مداخلت واحد خدا کی پرستش کرسکے۔

۴۔ خدا کے وعدے:۔

ابرہام کو جس وقت سے خدا نے بلایا اس نے اپنی بقیہ عمر اس بات پر بھروسہ کیا کہ خدا اپنے وعدے پورے کریگا اور وہ پر تفصیل وعدے ۱۲: ۱-۳ میں لکھے ہوئے ہیں اور ہم پڑھتے ہیں کہ شہر اُور میں شہر حاران میں مورہ کے پہاڑ اور بیت ایل اور عئی کے درمیان خدا نے اس کو برگزیدہ کیا ان مقامات پر ابرہام کو جلوہ خدا نظر آیا مگر بزرگ ابرہام مغموم اور مایوس تھا کیونکہ اب تک اس کے یہاں کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا تھا جو اسکے خاندان کا چراغ ہوتا۔

۵۔ خدا کے وعدوں کا خلاصہ:۔

الف۔ میں تیری ڈھال ہوں یعنی خطروں میں خدا ابرہام کا

حافظ ہے۔

ب۔ میں تیرے لئے بہت بڑا اجر ہوں یعنی کوئی آسمانی بخشش یا انعام آدمی کا اجر نہیں۔ خدا خود سب سے بڑا اجر ہے۔

ج۔ تیری اولاد ستاروں کی مانند بے شمار ہوگی انسان اپنی جدوجہد کی بدولت اپنی آنکھ سے چھ ہزار ستارے دیکھ سکتا ہے۔ دراصل وہ لاتعداد ہیں یہاں تک کہ انسان دوربین کی مدد سے بھی ان کا شمار نہیں کرسکتا ہے۔

د۔ ملک کنعان جہاں وہ اس وقت غریب الوطن ہے اس کا وطن ہوگا اور اسکی نسل دنیا کی برکت کا باعث ہوکر خاک کے ذرّوں اور بحر کی ریت کی طرح بے شمار اور بے انتہا ہوگی۔

۶۔ نشان اور علامتیں۔

خدا نے ابرہام کو خاص نشانوں اور علامتوں کے ذریعے سے یقین دلایا کہ خدا کے وعدے پختہ اور مضبوط ہیں۔ نام کی تبدیلی۔ ختنہ کا نشان۔ قربانی کا مقبول ہونا۔ پیدائش ۷:۱۷۔

۷ کس حد تک یہ تمام وعدے پورے ہوگئے۔

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ خدا قوم یہود کا حافظ رہا اور کہ ابرہام کی اولاد بے شمار ہیں۔ اسکے علاوہ سب پر عیاں ہے کہ یہودی اور نیز اکثر غیر یہودی ملک فلسطین کو بنی اسرائیل کا وطن سمجھتے ہیں۔

عالمگیر جنگ کے وقت سے یہودی وطن کے مضمون پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ آخر خداوند مسیح کی آمد سے وہ وعدہ پورا ہوا کہ زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائینگے۔ کیونکہ خداوند مسیح یہودی نسل سے پیدا ہوا اور نیا عہدنامہ یہودی ملہمین کے ذریعہ مرتب ہوا تھا۔ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب وعدے پورے ہو چکے۔

سوالات۔ ۱۔ کن معنوں میں اور کس طرح ابرہام دنیا کے گھرانوں کے لئے برکت ہوا؟

۲۔ مصر میں ابرہام نے کیا کیا؟

۳۔ خدا نے ملک کنعان کو کیوں اپنے برگزیدوں کے وطن کے لئے چن لیا؟

۴۔ نقشہ کھینچو اور اس میں ابرہام کے سفروں کے راستے دکھاؤ اور ملک کنعان کا تعلق دوسرے ملکوں سے بتاؤ؟

۵۔ یہودیوں اور مسیحیوں کے درمیان کس قسم کا رشتہ اور سلسلہ ہے؟

۶۔ دنیا کی مختلف اقوام کا سلوک یہودیوں کے ساتھ کیسا تھا؟

۷۔ کیا خداوند مسیح کی آمد نے مذکورہ بالا وعدوں پر اور روشنی ڈالی؟

سبق ۶- برگزیدوں کا حال - اول ابرہام اور لوط

سبق کا مقصد- دو شخصوں کے اخلاق میں فرق دکھلایا جاتا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خدا کے حضور وہ شخص برگزیدہ قوم کے بانی کے لائق ہے جو اپنے اخلاق میں عالی ہمتی ظاہر کرتا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین- پیدائش ۱۳ب: ۱-۱۸+متی ۵ب ۹ رومیوں ۱۲ب: ۱۷-

یاد داشت- ا- مصر سے بیت ایل تک ابرہام اور لوط کی واپسی کے بعد:-
دونوں دولتمند تھے اور بھیڑ بکریوں کی کثرت کی وجہ سے چراگاہیں کافی نہ تھیں اسلئے چرواہوں میں جھگڑا ہوا چنانچہ ابرہام نے تجویز کی کہ ایسا نیا انتظام زمین اور بود و باش کے لئے کیا جائے کہ وہ دونوں اپنے اپنے خیمے الگ رکھیں تاکہ چرواہوں کو لڑنے کا موقع اور سبب نہ ملے۔

۲- ابرہام عالی ہمت اور خود انکار تھا:-
وہ لوط کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور اس کو اختیار دیا کہ وہ اپنے لئے زمین کے اس حصہ کو چن لے جو اس کو پسند ہو۔ یہ سلوک ابرہام کی سخاوت اور مہربانی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ لوط سے بزرگ تھا اور اس کا حق تھا کہ جو زمین وہ پسند کرے اس پر قبضہ کرلے۔

۳- لوط ایسا عالی ہمّت نہ تھا:-

اس نے اپنے ہی نفع پر نظر دوڑا کر دیکھا کہ صدوم کی طرف زمین زیادہ سرسبز ہے اسلئے میں وہاں رہونگا۔ خیال نہیں آیا کہ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ میں اپنے بزرگ کے پہلے اچھی زمین کو پسند کرلوں۔ اسلئے اسکی غفلت نے اُس خود غرضی کو موقع دیا جس کے سبب سے آخرکار اس کی بیوی موت کی مورت بن گئی۔

۴- لوط اپنے آپ کو اور خاندان کو بڑے خطرہ میں ڈالتا ہے:-

جب لوط نے اسی طرح اپنی دنیوی فائدہ کو لحاظ کیا تو اس نے اپنی جان اور سارے خاندان کے لوگوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ کیونکہ وہ خوشحالی جو اس کو پسند آئی صدوم کے عیش و عشرت کا سبب تھی۔ حزقی ایل نبی کا قول یہ ہے کہ صدوم کا گناہ یہ تھا کہ غرور اور روٹی کی سیری اور راحت کی کثرت اس میں اور اس کی بیٹوں میں تھی۔ اور انھوں نے خدا کے حضور گھنونے کام کئے۔ اسلئے جب میں نے دیکھا تو انکو اُکھاڑ پھینکا۔ سبق ۴ کی نظرثانی کرو جہاں یہ ثابت ہے کہ اگرچہ لوگ اپنی خوشی اور راحت کے لئے گناہ کرتے ہیں توبھی آخرکار گناہ کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ چنانچہ صدوم میں گھربار بنانا غلطی ثابت ہوا۔ کیا لوط کو کبھی خیال آیا کہ اس کی بیٹیاں ایک نہ ایک دن صدوم کے مردوں سے شادی کرینگی! خدا کی پاک قوم تب کہاں ہوتی؟

۵- لوط کی غفلت سے ابرہام کے دل پر چوٹ نہیں لگی:-
بلکہ وہ لوط کی سخت ضرورت کے وقت اُس کی مدد کے لئے کمربستہ تھا یعنی جب بادشاہوں نے لوط کو گرفتار کیا تو ابرہام نے اُن پر حملہ کرکے اس کو سارے خاندان سمیت چھڑا لیا۔

سوالات - ۱- کیا تم یہ بات سچ سمجھتے ہو کہ حلیم زمین کے وارث ہیں؟
۲- ابرہام سے جدا ہونے پر لوط سے کونسی غلطی ہوگئی؟
۳- ابرہام اور لوط نے بیت ایل پر کیوں خدا کی عبادت کی؟
۴- لڑائی جھگڑا مٹانے کے لئے کونسا مسیحی طریقہ ہے؟
۵- ابرہام اور لوط میں کونسا بڑا فرق تھا؟

سبق ۷۔ برگزیدوں کا حال دوم اسحاق وربقہ

سبق کا مقصد:۔ بزرگوں کے خاندانی معاملات میں بڑی خوبیاں دکھائی گئی ہیں اور انکی مثالیں اس سبق میں پیش کی گئی ہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین:۔ پیدائش ۲۲ب۔ ۲۴ب + افسیوں ۵ب: ۲۲-۲۳ + پیدائش ۲۶ب: ۱۲-۳۳۔

یادداشت۔ ۱۔ ابرہام کے ایمان کا پرکھنا:۔

ابرہام کا ایمان کسوٹی پر کسا گیا تھا۔ پہلے خدا کا وعدہ تھا کہ اسکی اولاد بے شمار ہو گی اور بڑھاپے تک اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بعد اسکے جب اسحاق جوان تھا تو ابرہام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہئیے ممکن ہے کہ ابرہام اس زمانے کے خیالات سے کسی قدر مجبور ہوا کیونکہ اس وقت کے لوگوں نے ایسی قربانی کو خدا کی سب سے پسندیدہ عبادت سمجھا مگر یہ واقعہ اس کی نیک نیتی اور دینداری کے پرکھنے کے لئے کافی تھا اور اس کے علاوہ خدا اس کو سکھاتا تھا کہ انسان کو واجب ہے کہ وہ اپنے دل وجان۔ روح وجسم خواہش اور ارادہ نثار کرنے کے لئے تیار ہو۔ قربانی کے لئے باپ بیٹے دونوں ایک دل ہو کر رضامند ہوئے تھے۔ اسلئے ان کا روحانی ہدیہ قبول ہوا اور خدا نے خود قربانی کے لئے برہ مہیا کیا۔

۲- جو خوبیاں اسحاق کی جوانی میں ظاہر ہوئیں بقیہ عمر میں بھی ظاہر ہوئیں

اس میں بزرگ اور پیشرو لی حیثیت سے یہ خوبیاں دکھائی گئی تھیں۔ اس کا چال چلن اچھا اور دیندارانہ تھا۔ گو کہ اس کی خوبیاں ایسی نہ تھیں۔ جن کا اظہار عملی اور ظاہری صورت میں ہوتا ہے اسکی اچھی عادتیں چھپی رہیں کیونکہ وہ گوشہ نشین اور خلوت پسند آدمی تھا۔

۳- ابرہام اور اسحاق کا موازنہ :۔

ابرہام سرگرم شخص تھا۔ وہ دنیا کو شائستہ اور مہذب بنانے کے لئے مقرر ہوا تھا۔ برعکس اس کے اسحاق نرم مزاج اور گھر بار کے لوگوں کی تربیت کے لئے موزوں تھا۔ اسکی نرم دلی اور حلیمی اسکی خوش مزاجی اور صلح کاری کی مثالیں باب ۲۶ میں لکھی ہوئیں ہیں۔

۴- اسحاق کی شادی کی تجویز :۔

جب اسحاق کی عمر چالیس برس کی تھی یعنی شادی کی معمولی عمر سے کچھ سال بڑھ گیا تھا تو تجویز ہوئی کہ اسکی شادی ہو۔ ربقہ کا گھر حاران میں تھا۔ ایک نوکر کو حکم ہوا کہ وہاں سے اسحاق کی شادی کے لئے خاص شرط پر ایک بیوی لائے۔ شرط یہ تھی کہ وہ عورت کنعانی نہ ہو۔ اسحاق کو اجازت نہ ملی کہ وہ خود اُس ملک کو چھوڑے جس کے بارے میں خدا کا وعدہ دیا جا چکا تھا۔ الیعزر نے خدا سے درخواست کی کہ کوئی غلطی اس اہم بات میں نہ ہو اور خاص نشان مقرر ہوا۔

جس سے وہ معلوم کر سکے کہ فلاں میرے مالک کی بیوی کے لائق ہوگی۔

۵۔ ربقہ کی لیاقت:۔

مذکورہ بالا نشان اتفاقی نہ تھا اس میں عقلمندی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ عورت کے مقررہ جواب سے یہ معلوم ہو سکا کہ وہ مہربان اور ہمدرد اور کسی کی مدد کے واسطے تکلیف بھی اُٹھانے کے لئے تیار تھی۔ غور کرو کہ جب صرف پانی پینے کی درخواست ہوئی تو فوراً اس نے اونٹوں کی ضرورت کو دیکھکر اُن کو بھی پانی پلایا۔ غرضکہ ربقہ آئی اور شرط پوری ہوئی۔

۶۔ ربقہ اسحاق کے گھر میں پہونچی:۔

ربقہ اپنے خاندان کے لوگوں سے رخصت ہوکر نوکر کے ہمراہ چلی گئی حسب معمول اسحاق دھیان کرنے باہر چلا گیا۔ اور یہ شادی کے پہلے نہایت قیمتی اور پسندیدہ بات ہے کہ آدمی خوب سوچ کر نئی طرز زندگی کے لئے تیار ہو۔ جب اسحاق نے اس کو دیکھا تو اس نے اس کو پیار کیا اور اسے یوں تسکین ملی۔

سوالات۔ ۱۔ کیا ابرہام کا تجربہ اس رسم کے خلاف تھا کہ تجویز کی تعریف ہو؟

۲۔ چالیس برس کی عمر سے پہلے اسحاق کیوں شادی نہ کر سکا؟

۳۔ ربقہ نے العزر سے پہلی مرتبہ ملاقات کرتے ہوئے اُس کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

۴۔ اسحاق کی ماں کا انتقال کب ہوا؟

سبق ۸۔ برگزیدوں کا حال سوم یعقوب اور عیسو

سبق کا مقصد:۔ اس سبق میں ہم بے پرواہی اور غفلت کا نتیجہ بخوبی سیکھ سکتے ہیں اور اس کے علاوہ پیدائش کے حقوق کی ضرورت پیش کی گئی ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین:۔

پیدائش ۲۵ب: ۱۹-۳۴ و ۲۷ب: ۱-۴۵ و عبرانیوں ۱۲ب: ۱۴-۱۷۔

یادداشت۔ ۱ یعقوب اور عیسو کا موازنہ:۔

یعقوب اور عیسو توام بھائی تھے۔ مگر انکی صورت اور سیرت میں ایک دوسرے سے بہت فرق تھا۔ عیسو کے جسم پر رونگٹے بہت بڑے بڑے تھے۔ مگر یعقوب کا چمڑا صاف تھا۔ عیسو گرم جلد باز اور دلیر شکاری تھا مگر یعقوب اپنے بھائی سے چستی میں کم اور نرم مزاجی میں زیادہ تھا۔ وہ خیموں میں رہنے والا تھا اگرچہ وہ تاخیر پسند معلوم ہوتا ہے تو بھی وہ دوراندیش تھا لیکن عیسو آئندہ کی بابت بالکل بے پرواہ رہا۔ عیسو اپنے باپ کا اور یعقوب اپنی ماں کا لاڈلا تھا۔

۲۔ پیدائش کا حق ناچیز جاننا:۔

حق یہ تھا کہ حقدار اپنے والد کے بعد بزرگی اور پیشوائی کی گدی پر بیٹھے۔ دو سبب سے عیسو نے اس حق کی قدر نہ کی۔ اوّل وہ اسکی آنکھوں سے پوشیدہ تھا اور دوم وہ آئندہ

زمانہ کے لئے وعدہ کی صورت میں تھا۔ اسلئے اس نے خیال کیا کہ آج کا نقد کل کے اُدھار سے بہتر ہے۔

۳۔ یعقوب کی بیوفائی:۔

یعقوب کی تجویز پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یقین کرتے ہیں کہ عیسو کو دھوکا ہوا لیکن اگر وہ غفلت نہ کرتا تو وہ دھوکا نہ کھاتا۔ درحقیقت اس نے اپنے آپ کو دھوکا دیا کیونکہ اس کے بھائی یعقوب نے بڑی صفائی سے بتایا کہ میں تمہارا حق خریدنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ یعقوب کی درخواست پست خیالی۔ تنگ دلی اور چالاکی سے خالی نہ تھی اور اگر وہ مہربان ہوتا تو اپنے بھائی کو بلا معاوضہ کھانا کھلاتا۔ اس لئے اس کا نام یعقوب رکھا گیا۔ جس کے معنی غاصب ہیں یعنی دوسرے کی جگہ چھین لینے والا۔

۴۔ یعقوب کی جلاوطنی:۔

آخر ربقہ اور یعقوب نے اسحاق کو دھوکا دیا اور باپ سے وہ برکت یعقوب کو حاصل ہوئی جس کا حقدار عیسو تھا۔ جب عیسو نے سنا تو وہ زار زار رونے لگا اور یعقوب خوف کے مارے وہاں سے بھاگ گیا اسلئے ماں بیٹے دونوں کو سزا ملی۔ یعقوب جلا وطن ہو گیا اور ربقہ کی آنکھیں ایام زندگی تک اسکی دیدار سے محروم رہیں۔

۵۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تاریخی قصہ ہے :۔
وہ کوئی قیاسی یا خیالی عقیدہ ثابت کرنے کے لئے
پیش نہیں کیا گیا ہے اور اگر ہم کہیں کہ یعقوب جیسا
اس قصہ میں پیش کیا گیا ہے۔ پیشروی کے لائق نہیں
ہے تو جواب دینا چاہیئے کہ آگے کو ہم اسکی برگزیدگی کا
سبق سیکھ سکتے ہیں اور خدا کے فضل سے دغاباز آدمی
وفادار بن سکتا ہے۔

سوالات ۔ ۱۔ جب عیسو لبھایا گیا تھا تو اسکی کیا حالت تھی؟
۲۔ تمھارے پیدائشی حقوق کیا ہیں ؟
۳۔ ادوم کے بارے میں کیا جانتے ہو؟
۴۔ کیا اسحاق عیسو کو برکت دینے میں غلطی
کرنا چاہتا تھا ؟

سبق ۹۔ برگزیدوں کا حال چہارم۔ بیت ایل اور یعقوب کی واپسی

سبق کا مقصد۔ یہاں یہ بات ظاہر کی جاتی ہے کہ یعقوب نے کس طرح عرفانِ الٰہی حاصل کیا اور کس طرح وہ خدا کی شخصیت وہدایت سے واقف ہو کر اس سے محبت کرنے لگا اور خود نیا شخص بن گیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین ۔ پیدائش ۲۸ باب: ۱۰-۲۲ و ۳۲ باب: ۳۰: ۳۳ باب: ۱۷ ہوسیع ۱۲ باب یوحنا ۱ باب: ۱۵-

یادداشت۔ ۱۔ وطن سے یعقوب کا بھاگنا:۔

جب یعقوب نے اپنا گھر چھوڑا تو وہ نہایت غمگین تھا۔ جب وہ پہلی دفعہ اسی راستہ پر سفر کرتا تھا تو اس کے لئے زیادہ سامان اور تیاری ہوئی تھی۔ اونٹوں اور نوکروں کا شاندار قافلہ ساتھ تھا مگر اس وقت وہ اکیلا اور پانچ سو میل کا سفر درپیش ہے پس وہ پریشان حال ہے۔

۲۔ بیت ایل میں یعقوب کا خواب:۔

دوسرے یا تیسرے دن وہ بیت ایل نام ایک ویرانہ میں پہونچا۔ بیت ایل کے معنی خدا کا گھر ہے۔ سفر کی تکان اور خیالات کی پراگندگی سے وہ بالکل عاجز ہو چکا تھا۔ وہ زمین پر لیٹ کر پتھر کا تکیہ بنا کر سو گیا۔ نیند میں اس نے خواب دیکھا۔ سیڑھی کے اوپر کا سرا آسمان تک پہونچا اور خدا

عالم رویا میں اپنا جلوہ دکھایا اور یعقوب نے سیڑھی کے نیچے تمام دنیا دیکھی جو اسکے وسیلہ سے برکت پاتی تھی۔ اور فرشتوں کی آمد و رفت سے یہ ظاہر ہوا کہ خدا اپنے عاجز بندوں کو نہ چھوڑیگا بلکہ ان کی مدد کریگا۔

۳۔ حاران میں یعقوب کا حال:۔

حاران میں اس نے اپنے ماموں لابن کی خدمت کی۔ وہ اتنا عقلمند اور تجربہ کار تھا کہ وہ بہت جلد دولتمند ہوگیا۔ ماموں کی دو بیٹیوں یعنی لیاہ اور راحل سے شادی کی اور انکی دو باندیوں کو بھی نکاح میں لیا۔ وہاں بیس برس کے عرصہ میں گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

۴۔ یعقوب کی واپسی:۔

لابن کے برتاؤ اور اسکے بیٹوں کے حسد کے باعث یعقوب نے واپسی کا ارادہ باندھا۔ لیکن جب وطن کی طرف متوجہ ہوا تو وہ بہت خوفزدہ ہونے لگا اسکو ہمت نہ تھی کہ وہ پھر عیسو سے ملاقات کرے۔ اس نے اپنے بھائی کو رضامند کرنے کے خیال سے تحفے اور نذرانہ بھیجے۔ تدابیر کے ساتھ اس نے دعا بھی مانگی۔ یہ دعا کتاب مقدس میں دوسری دعا ہے۔

۵۔ یعقوب کا کشتی لڑنا:۔

یعقوب تنہائی میں اپنے قافلہ سے دور ہو کر غور و فکر میں یبوق ندی کے پاس دعا مانگنے چلا گیا۔ وہاں ایک فرشتہ

ظاہر ہوا اور یعقوب نے بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے ہی زور سے فرشتہ پر غالب آئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک اپنے آپ پر بھروسہ رکھتا تھا۔ ضرورت تھی کہ فروتنی کا سبق اسکو پڑھایا جائے پس جب اس نے عاجز ہوکر اپنی حاجتمندی کی مایوسی میں اپنے آپ کو خداوند کے سپرد کردیا تو یعقوب اسرائیل کہلانے لگا یعنی غاصب اب حقیقی شاہزادہ ہوگیا۔ نئی آرزو اور خواہشیں اسکے دل میں پیدا ہوئیں کہ عرفانِ الٰہی پورے طور پر حاصل ہو۔ اس لئے اس نے دعا اور التجا کے ساتھ درخواست کی کہ تو مجھے اپنا نام بتا۔ چنانچہ ان برکتوں کا وعدہ دوبارہ دیا گیا جس سے وہ مستقل طور پر قوم کا لائق پیشوا بن گیا۔

۶۔ عیسو سے میل ملاپ:۔

عیسو اسکا استقبال کرنے اور اس سے بغلگیر ہونے دوڑا۔ اس نے یعقوب کو معاف کیا۔ اس وقت یعقوب کا خوف اور مایوسی دور ہوگئی۔ اور اس نے خدا پر بھروسہ رکھنا سیکھا۔ عیسو شعیر کی زمین کو چلا گیا اور یعقوب اس بڑی گروہ کے ساتھ آہستہ آہستہ حبرون تک پہونچا اور۔ جہاں باپ کو دفن کرنے کے وقت دونوں بھائی ایک دوسرے سے پھر ملے۔ دیکھو ۳۵ب: ۲۹۔

سوالات۔ ۱۔ پاک کلام میں پہلی دعا کیا ہے؟
۲۔ لابن کا چال چلن کیسا تھا؟
۳۔ کیا اس سبق میں خداوند کے مجسم ہونے کی طرف اشارہ ہے؟
۴۔ کیا یعقوب نے پورے طور پر عرفان الٰہی حاصل کیا؟
۵۔ نقشہ کھینچکر اسمیں یعقوب کے سفر کے راستوں کو دکھلاؤ؟

سبق ۱۰۔ برگزیدوں کا حال۔ پنجم۔ یوسف

سبق کا مقصد۔ خدا کا نیک اور وفادار بندہ اس پر بھروسہ رکھکر کس طرح اس سے مدد پاتا ہے۔ مصیبت اور خوشحالی میں کس طرح مستقل مزاج رہتا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین:۔ پیدائش ۳۷ب و از ۴۰ب تا ۴۶ب۔

یادداشت۔ ۱۔ یوسف باپ کے گھر میں:۔

وہ باپ کا سب سے پیارا بیٹا تھا۔ وہ بہت نیک بخت فرزند بھی تھا اور اپنے پسرانہ فرائض ادا کرکے اُس نے اپنے باپ کو بعض بھائیوں کے بُرے کام سے آگاہ کیا۔ علاوہ اس کے اس نے بڑی سادہ دلی کے ساتھ بھائیوں سے اپنے خوابوں کا ذکر کیا۔ جن کی وجہ سے ان کے دلوں میں حسد اور نفرت پیدا ہوئی۔

۲۔ یوسف غلامی کی حالت میں:۔

جب اس کے بھائیوں کو موقع ہوا تو انھوں نے یوسف کو غلام بناکر اسے مصر میں بیچ ڈالا۔ وہاں بھی وہ وفادار رہا اور فرعون کے عہدہ دار فوطیفار کے گھر میں جو ایک شاندار محل تھا مختار بنایا گیا خدا اس کا مددگار تھا۔ جب وہ فوطیفار کی بیوی کے ذریعہ

سے آزمایا گیا تب وہ غالب آیا اگرچہ اس پر الزام لگایا گیا اور اس کو قید خانہ میں بھی جانا پڑا۔ قید خانہ میں بھی اس کا طرزِ عمل ایماندارانہ تھا۔

۳۔ یوسف حاکم کی حیثیت میں:۔

جب مصر میں منصب حکومت پر سرفراز ہوا تو اس بڑے عہدے میں بھی اس نے دیانتداری۔ عالی ہمتی حلم اور دانش اپنی کارآمد تدبیروں میں دکھائی مصیبت و تکالیف کو دور دفع کرنے کے لئے اس پر فرعون اور سب مصری بھروسہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ سارے ملک کے انتظامات اس کے ہاتھ میں رہے۔

۴۔ یوسف اور اس کے بھائی:۔

جب ملک کنعان میں سخت کال پڑا اور یوسف کے بھائیوں کی حالت بدل گئی تو یوسف کو انتقام لینے کا موقع ملا مگر سوا اسکے کہ اُس نے ان کو چشم نمائی کی اور کوئی بدلہ نہیں لیا بلکہ ان سے درگذر کرکے ان کی مدد کی اور آخر کار انھیں اور اپنے والد کو فرعون کے دربار میں پیش کیا۔ اِس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یوسف ایمان اور محبت کا ایک پراثر نمونہ تھا۔

سوالات۔ ۱۔ یوسف اور خداوند یسوعؔ مسیح

میں کونسی خوبیاں مشترک تھیں ؟

۲۔ یعقوب کے انتقال کے بعد یوسف کے بھائی کس بات سے ڈرتے تھے ؟

۳۔ یوسف کے بعد اس بھائی کو بتاؤ جو تمکو سب سے زیادہ پسند آتا ہو ؟

۴۔ نقشہ کھینچ کر دسوں بھائیوں کے اس سفر کو دکھاؤ جو انھوں نے کنعان سے مصر تک کیا ؟
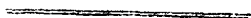
سبق ۱۱ - خلاصہ

سبق کا مقصد:- فصل اوّل کی نظر ثانی کرتے ہوئے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے دنیا کو پیدا کیا - تاکہ انسان اُسکی پرستش کرے مگر انسان نے خود مختار ہو کر گناہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ قوم کی حیثیت میں خدا کے برگزیدہ بندے بت پرست اور گناہ آلودہ اقوام سے علیحدہ ہو گئے۔

مطالعہ کے لئے مضامین:- پیدائش کی کتاب۔

یادداشت - ۱- اگر یہ مان لیا جائے کہ کتاب مقدس آسمانی اور روحانی نگار خانہ کی مانند ہے - تو ہم پیدائش کی کتاب کو اس کے سلسلے میں پہلی تصویر سمجھ سکتے ہیں جب اس تصویر کے سامنے سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے تو خدا - دنیا - انسان - گناہ - سزا و جزا - توبہ اور ایمان کا مکاشفہ ہوتا ہے - یہ تمام مضامین پاک کلام کے خاص الخاص مضمون کی بنیادی باتیں ہیں اور اس مضمون کا لبّ لباب یہ ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک شخص - ہر ایک خاندان - ہر ایک قوم خدا کی رفاقت میں ایمان کی زندگی حاصل کر سکتی ہے۔

۲- اس فصل میں ایسے بزرگوں کی سیرتوں کا ذکر ہے جو اخلاق اور عادات کے لحاظ سے اپنے زمانے کے نمائندہ اور نمونہ سمجھے جاتے ہیں مثلاً نوح - ابرہام اسحاق - یعقوب - یوسف - ان

خاندانوں کی تاریخ اسی زمانہ کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور ان کے حالات وطرزِ تمدن زمانہ کا حال ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ ان برگزیدوں نے قوم کے ایمان اور روحانی زندگی کی بنیاد ڈالی۔

۴۔ دوسری فصل میں اس قوم کے نشیب وفراز کا بیان کیا جائیگا جس کی بنیاد ان بزرگوں نے ڈالی۔

سوالات۔ ۱۔ ابرہام اور اسحاق کی تاریخ سے اس زمانہ کی خانگی۔ دینی۔ مالی اور تمدنی حالت کا بیان کرو؟

۲۔ یوسف کی زندگی سے ثابت کرو کہ:۔

الف۔ اسکا ایمان خدا پر تھا؟

ب۔ اس نے اپنے قبیلے اور عزیزوں سے محبت رکھی؟

ج۔ وہ اپنے وطن سے بھی محبت رکھتا تھا؟

۳۔ مختلف قسم کی قربانیوں اور منتوں کا بیان کرو؟

۴۔ جب ہم صرف اس عالم کی قدرتی باتوں پر غور کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ سے ہم کو خدا کی بابت کیا علم اور عرفان حاصل ہوتا ہے؟

فصل دوم۔ ترقّی سے قوم کی تیّاری

از پادری ڈبلیو ایچ رسل صاحب بی۔ اے۔

فصل کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ مسیح کی آمد کے لئے خدا نے اپنے بندوں کو ترقی اور خوشحالی سے کس طرح تیّار کرنا شروع کیا۔

فہرست مضامین

کوہ ارارات
حاران
بیت ایل
آئی
سدوم
عمورہ
ممرے
بحر مردار
بیرلاہی روئی
مصر
بابل
ایلام
اُور

سبق ۱۔ غلامی سے بنی اسرائیل کی رہائی

سبق کا مقصد۔ یہ امر ظاہر کرنا کہ خدا نے بنی اسرائیل کو غلامی سے بچایا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ خروج ۱ تا ۱۵۔

یادداشت۔ ۱۔ خدا نے بنی اسرائیل کو ایک لائق اور ہمدرد ہادی بخشا:۔

اس بات پر غور کرو کہ موسیٰ پیشوائی کے کام کی اہلیت ولیاقت کس حد تک رکھتا تھا۔ اس میں کم از کم مندرجہ ذیل خوبیاں موجود تھیں:۔

الف۔ **علم۔** اس نے مصر کے عالموں سے تعلیم پائی اور اس کو علوم مروجہ سے کافی واقفیت تھی۔

ب۔ **ہمدردی۔** وہ بنی اسرائیل کو تکلیف میں دیکھنا برداشت نہ کر سکا اور انسانی ہمدردی نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہموطنوں کی مدد کرے۔

ج۔ **ایمان۔** اس کو یقین کامل تھا کہ بنی اسرائیل کی غلامی میں خدا کی مرضی نہیں بلکہ اس کی مرضی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی رہائی کے لئے ہاتھ بڑھاوے۔

د۔ **ہمت۔** باوجودیکہ موسیٰ کو بڑی بڑی مشکلوں کا سامنا پڑا۔ تاہم اس نے ایسی ہمت اور بہادری کے ساتھ بنی اسرائیل کی ہدایت کی کہ آخر کار وہ کامیاب ہوا۔

۲۔ خدا نے فرعون کو بنی اسرائیل کی مہاجرت پر مجبور کر کے انکے نجات کا دروازہ کھول دیا:۔

اس بات پر توجہ دینی چاہیئے کہ ملک مصر میں بنی اسرائیل کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اگر ایسی بڑی قوم بغاوت کرتی تو اسے قابو میں رکھنا مشکل ہوتا۔ اسلئے یہ ممکن ہے کہ انکی ترقی دیکھکر فرعون نے اسے باعثِ خطرہ سمجھا ہو۔ اس لئے دیگر وجوہ کے علاوہ یہ بھی ایک سبب تھا کہ فرعون ان کے خروج پر مجبور ہوگیا بلکہ خوشی سے انکو روانہ کیا۔ لیکن اسکے بعد جب اسنے خیال کیا کہ اتنے غلاموں کو آزاد کر دینے سے کتنا بڑا مالی نقصان ہوگا تو اس کا ارادہ بدل گیا اور لالچ کے مارے اس نے اپنے بھاگتے ہوئے غلاموں کا پیچھا کر کے ان کو اپنے قبضہ میں لانے کی کوشش کی۔

۳۔ خدا نے بحر قلزم سے عبور کرنے کے لئے راستہ دکھایا:۔

خروج ۱۴ باب ۱۵-۳۱۔ پھر پڑھو۔ لکھنے والا کچھ مدت کے بعد اس ماجرے کا بیان لکھ رہا تھا مگر طرز عبارت میں اتنی خوبیاں اور ایسی تازگی ہے گویا کہ خود مصنف غلامی سے بچکر اپنی ہی نجات پر فتح کے نقارے بجاتا اور اپنا ہی تجربہ قلمبند کر رہا ہے۔ یہودی لوگ شروع سے آجتک خاص طور سے اس بات پر فخر کرتے چلے آئے ہیں کہ خدا نے انکی قوم کو بچانے میں ایک حیرت انگیز معجزہ دکھلایا۔ چنانچہ یہودیوں

کے نزدیک یہ معاملہ اس بات کا نہایت زبردست ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں اور وہ انھیں کا خدا ہے۔ بحر قلزم کو پار کرنا یہودیوں کی تواریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اسکی تاثیر یہودیوں کی مذہبی زندگی میں ہر جگہ محسوس ہوتی ہے۔

۴۔عید فسح کی ابتدا :۔

خروج ۱۲ باب ۲۱-۲۸ پھر پڑھو۔ غالباً یہ مسیح کے آنے کے تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) برس پیشتر واقع ہوا لیکن اُس کے زمانہ میں بھی یہودی لوگ یہ عید مناتے تھے (اسکے ساتھ یادداشت نمبر ۲ بھی دیکھو)

سوالات۔ ۱۔ بنی اسرائیل کو پیشوا کی کیا ضرورت تھی اور موسیٰ کی پیشوائی سے اُنکو کون کون سے فوائد حاصل ہوئے؟

۲۔ فرض کرو کہ کوئی غیر مسیحی دس وباؤں کا قصّہ پڑھکر یہ کہے کہ اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تمام انسانوں سے محبّت نہیں رکھتا۔ اس کے جواب میں تم کیا کہوگے؟

۳۔ اس آیت پر وعظ کا خاکہ لکھو۔ خروج ۱۴ باب: ۱۵۔

۴۔ کیا خدا نے کبھی دوسری قوم کو غلامی سے بچایا؟

سبق ۲۔ بیابان میں ہدایت

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ بیابان میں خدا نے بنی اسرائیل کی ہدایت و حمایت کی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ خروج ۱۵/ب تا ۱۷/ا۔ ۱۹/ب تا ۲۰/ب۔ ۲۴/ب تا ۳۰/ب۔ ۳۲/ب تا ۳۴/ب استثنا ۳۴/ب۔

یادداشت۔ ۱۔ بیابان میں خدا نے اپنے لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا۔

الف۔ جسمانی ضروریات۔ اس نے انکو کھانے پینے کی چیزیں بخشیں اور ایسے بے نقش پا ریگستان میں انکی رہنمائی کی جہاں بغیر اس کی ہدایت کے وہ گم ہو جاتے۔

ب۔ روحانی ضروریات۔ اس نے ان کو بت پرستی سے بچایا اس نے موسیٰ کے ذریعہ سے توریت نازل فرمائی۔ اس نے اُنکو خیمۂ اجتماع دیا۔

۲۔ کوہ سینا پر خدا کی توریت کا نزول:۔

خروج ۱۹/ب: ۱ سے ۲۰/ب: ۲۱ تک پھر پڑھو۔ اس اہمیت پر غور کرو کہ بنی اسرائیل کا خدا صادق اور قدوس ہے۔ یہاں اس قدر قدوس کہ اس کے لوگوں کو اتنی جرأت نہ تھی کہ کوہ سینا کے نزدیک بھی جا سکیں۔ یہودی لوگ سیکھنے لگے کہ اگر خدا صادق اور قدوس ہے تو خداپرستوں کو چاہئے کہ وہ خود پاک دل اور راستباز بنیں۔ پرانے زمانہ کے زیادہ

مذہبوں میں اور نیز موجودہ زمانہ کے بعض مذہبوں میں یہ
بات نہیں پائی جاتی۔ انمیں معبود کی قدرت تو مانی جاتی ہے
لیکن راستی اور پاکیزگی نہ تو معبود ہی میں موجود ہوتی
ہے اور نہ عبادت کرنے والوں میں۔ یہ سچ ہے کہ وقتاً فوقتاً
یہودی لوگ راہ حق کو چھوڑ کر بت پرستی کے خارستان میں
اُلجھ گئے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے
کہ خدا کی صداقت اور قدوسیت پر زور دیکر انھوں نے
انسان کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کی صورت تبدیل کردی
اور خداپرستوں کی زندگی میں پاکیزگی اور راست بازی
کی ضرورت ظاہر کرنے سے انھوں نے حقیقی روحانی مذہب
کی خدمت میں ایک ایسا شاندار کام کیا جس کا آج تک
ہمارے دلوں پر اثر پڑتا ہے۔

۳۔ خیمۂ اجتماع :-

بیابان کے زمانہ میں خیمۂ اجتماع بنی اسرائیل کی مذہبی زندگی
کا مرکز تھا اور اس زمانہ کے بعد جو ہیکل خیمۂ اجتماع کی جگہ پر
بنائی گئی اسے ہم قوم کے مذہب اخلاق اور سیاست و نیز
اسکی تمام زندگی کا مرکز کہہ سکتے ہیں۔ موسیٰ نے اپنے لوگوں کے لیئے
بہت کچھ کیا لیکن اسکے بڑے سے بڑے کاموں میں ایک ضرور
شمار کیا جائیگا کہ اس نے قوم کی زندگی کے بیچوں بیچ مذہب قائم
کیا اور اس کو ایسا وسیلہ بنایا جس سے چند مختلف قبیلے
ملکر متحدہ قوم بن گئے۔

۴۔ بیابان کے تجربے سے فوائد :۔

اس بات پر غور کرو کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کو کتنے فائدے حاصل ہوئے

الف۔ چونکہ خدا کے سوا ان کا اور کوئی مددگار نہ تھا اسلئے انھوں نے خدا پر بھروسہ رکھنا سیکھا۔

ب۔ ایک ہی پیشوا کی پیروی کرنے ایک ہی قانون کو ماننے اور خیمۂ اجتماع میں جمع ہوکر ایک ساتھ خدا کی عبادت کرنے سے انمیں میل ملاپ اور یگانگت کی طبیعت پیدا ہوئی۔

ج۔ انھوں نے بیابان میں سیدھی سادی زندگی بسر کی اور زمانہ کے تمدّن کی آزمائشوں سے اور اس کی بت پرستی کی خرابیوں سے کنارہ کش رہے۔

غرض انھوں نے اس زمانہ میں ملک کنعان پر حملہ کرنے کی تیّاری کی اور ہمّت باندھی۔ بنی اسرائیل کے لئے بیابان کا زمانہ تربیت کا زمانہ تھا۔

سوالات۔ ۱۔ مندرجہ بالا باتوں میں سے تم کون سی بات سب سے معنی خیز اور عبرت انگیز سمجھتے ہو؟ انتخاب کا سبب بتا کے جواب دو؟

۲۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ موجودہ میں مسیحیوں کی زندگی کا اصلی مرکز کلیسیا ہے؟

۳۔ کیا کتاب مقدس میں ایسے شخص کا ذکر ہے جس نے "بیابان" میں بہت کچھ سیکھا ہو؟

۴۔ اس آیت پر وعظ کا خاکہ لکھو۔ خروج ۳۲: ۲۶۔

۵۔ کیا راستبازی کا تقاضا (۱) اہل ہنود (۲) اہل اسلام میں مذہب کی واجبی بات سمجھی گئی ہے؟

سبق ۲۔ مُلکِ موعود

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا کے وعدہ کے موافق بنی اسرائیل نے ملک کنعان پر قبضہ کر لیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ یشوع ۱ب تا ۱۲ب وقضاۃ ۱ب و ۲ب: ۶ سے ۳ب: ۶ تک۔

یادداشت۔ ۱۔ نیا پیشوا اور اس کا کام:۔

ان مشکلات پر غور کرو جو یشوع کے سامنے آئیں جب وہ موسیٰ کی جگہ مقرر کیا گیا۔

الف۔ اس کو ایسے شخص کے نقشِ قدم پر چلنا پڑا جو اس سے زیادہ لائق اور تجربہ کار سمجھا جاتا تھا۔

ب۔ اس کی فوج فنِ جنگ سے بالکل واقف نہ تھی۔

ج۔ اس کو ایسے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا جنکے متعلق اسکو علم نہ تھا کہ انکی تعداد کتنی اور طاقت کس درجہ تک ہے۔

د۔ اگر لڑائی میں جیت بھی جائے تاہم فتح کے بعد ملک کا سنبھالنا۔ حکومت کا انتظام اور بارہ قبیلوں میں زمین کی تقسیم یشوع کے سر پر بھاری بوجھ ہونے والا تھا۔

۲۔ بنی اسرائیل کا مُلکِ کنعان پر قبضہ کر لینا:۔

یشوع ۱۱ب ۲۳ سے اور باب ۲۱ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یشوع ہی کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا تمام ملک پر تسلط ہو گیا

لیکن قضاۃ ۱: ۱ اور ۲: ۲۰ سے ۳: ۶ تک پڑھو (خروج ۲۳: ۳۰ بھی دیکھنا چاہیئے) ان عبارتوں سے ہمیں معلوم ہے کہ یشوع کی موت تک بہت سے دشمن رہ گئے جنھوں نے شکست نہیں کھائی تھی اور داؤد بادشاہ کے زمانہ تک بنی اسرائیل کی یہی حالت رہی کہ انکو دشمنوں سے بہت سی دقتیں اور مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں (سبق ۷، میں ہم دیکھیں گے کہ داؤد نے ملکِ کنعان کے باقی حصّے کو فتح کیا)۔ یشوع کی کتاب کا مصنّف فقط لڑائی کا تواریخی خلاصہ لکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسکی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ملکِ کنعان فتح کیا گیا۔ حالانکہ حقیقت میں بنی اسرائیل کافی مدت تک ایسی کوشش میں لگے رہے۔

۳۔ مُلک کنعان میں نئی طرز معاشرت:۔

مندرجۂ ذیل تبدیلیاں غور طلب ہیں جو بنی اسرائیل کی طرزِ معاشرت میں ہونے والی تھیں۔

الف۔ ترکِ خانہ بدوشی۔ شہری زندگی بسر کرنا۔ کاشتکاری وغیرہ کے کام میں مشغول رہنا۔

ب۔ ملکِ کنعان کے قدیم باشندوں کی ہمسائیگی میں بود و باش انکے عقائد و رسوم کا اثر محسوس کرنا۔ مختصر قصہ یہ کہ بنی اسرائیل تمدن کی زندگی میں روزمرّہ کے تجربہ کی کسوٹی پر وہ باتیں پرکھنے والے تھے جو انھوں نے بیابان میں سیکھی تھیں (پھر دیکھو سبق ۲۔ یادداشت ۲و ۳ و ۴)۔

غرض ان کو موقع ہاتھ آنے والا تھا کہ وہ معلوم کریں کہ ان کا ایمان کس قدر پختہ تھا اور کس قدر کمزور۔

سوالات - ۱۔ یشوع کی کامیابی کا راز کیا تھا کہ وہ اتنی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرسکا؟

۲۔ تفصیل کے ساتھ اس تبدیلی کی تاثیر بیان کرو جو یادداشت ۳ (الف) میں درج ہے؟

۳۔ ہندوؤں کے خیالات اور رسوم پر اہل اسلام کے عقیدہ کا کیا اثر پڑا اور ہندوؤں کے پہلو میں رہنے سے مسلمانوں کی رسمیں کہاں تک تبدیل ہو گئی ہیں؟

۴۔ فرض کرو کہ تم کو ایسے گاؤں میں رہنا پڑے جہاں کوئی دوسرا مسیحی نہ رہتا ہو تو ایسی حالت میں تمہارا ایمان کس طرح آزمایا جائیگا؟

۵۔ تم شہرعی کی فتح کے قصہ سے کیا سیکھتے ہو؟

سبق ۴۔ قضاۃ

سبق کا مقصد:۔ یہ ظاہر کرنا کہ مفتوح ملک کے انتظام میں خدا نے کس طرح بنی اسرائیل کو تقویت دی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ قضاۃ ۲ب سے ۳ب تک اور ۱۰ب:۶ سے باب ۱۶ تک۔

یادداشت۔ ۱۔ قضاۃ کی کتاب:۔

قضاۃ کی کتاب جدید کتابوں کی مانند نہیں ہے۔ اس میں پورے زمانہ کا مفصل اور سلسلہ وار بیان نہیں ہے بلکہ کچھ چنے ہوئے تواریخی قصے قلمبند کئے گئے ہیں جن کو مصنف نے اس لئے انتخاب کیا کہ پڑھنے والے ان سے نصیحت حاصل کرسکیں۔ کسی عالم نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے "خداوند کی لڑائیوں کی کتاب" اور قضاۃ کی کتاب کا مضمون یہی ہے کہ خداوند رب الافواج بنی اسرائیل کی لڑائیوں میں شریک ہوکر ان کی طرف سے لڑتا تھا اور انکو فتح بخشتا تھا۔ علاوہ ازیں مصنف ناظرین کو یاد دلانا چاہتا ہے کہ خدا نے بوقت ضرورت بنی اسرائیل کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ہدایت اور حفاظت کے واسطے قاضیوں کو مقرر کیا۔

۲۔ قضاۃ کا اختیار:۔

قضاۃ کس قسم کا اختیار رکھتے تھے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ جب بنی اسرائیل

مُلکِ کنعان میں رہنے لگے تو وہ ایک قوم نہیں کہلا سکے بلکہ گویا خاندانوں اور قبیلوں کا ایک مجموعہ۔ ہر ایک قبیلے میں ایک سردار ہوتا تھا جو اپنے لوگوں کا بندوبست کرتا تھا۔ امن و امان کے زمانہ میں یہ قبیلے الگ الگ رہتے تھے۔ اور ایک قبیلہ کو کسی دوسرے قبیلہ سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہوتا تھا مگر جب لڑائی کے دنوں میں دشمن سامنے آئے تو یگانگی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ بعض قبیلوں نے ملکر کسی بہادر اور تجربہ کار سردار کو چنا اور اس کو سپہ سالار بنایا۔ جب وہ سردار فتح نصیب نکلا تو اور اور خاندان اسکی فوج میں شامل ہوگئے اور اسکی پیروی کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم شروع میں قضاۃ کا اختیار فتح نصیب سپہ سالار کا سا اختیار تھا۔ لڑائی کے بعد یہ قبیلے اس شخص کا اختیار مانتے رہے جس کے کارناموں نے میدان جنگ میں شہرت حاصل کی اور انھوں نے قبیلوں کا انتظام اسکے سپرد کیا یعنی اس کو "قاضی" یا قبیلوں کا حاکم بنایا اور اسکے ماتحت رہے۔ لیکن اس کا اختیار اس کی شخصی بہادری اور لیاقت پر منحصر تھا۔ اسلئے جب موت کا وقت آیا۔ تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا اختیار نہیں دے سکا اور اسکے انتقال کے بعد اسکی حکومت کی اچھی تاثیر جلد جاتی رہی۔

۳۔ قضاۃ کا کام:۔

الف ۔ لڑائی کے دنوں میں۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ان کا

پہلا کام سپہ سالاری تھا۔ بنی اسرائیل کو سپہ سالار کی بڑی ضرورت تھی وہ ابتداء ملک کنعان کو پورے طور سے فتح نہیں کر سکے تھے (دیکھو سبق ۴۔ یادداشت ۲) اسلئے چاروں طرف دشمن ان کی تاک میں تھے۔ اور وقتاً فوقتاً ان پہ حملہ کرتے تھے۔

ب۔ امن و امان کے دنوں میں۔ ان کا دوسرا کام ملک کے انتظام کی بنیاد پختہ کرنی تھی۔ بنی اسرائیل نے بیابان میں موسیٰ کے اور ملک کنعان پر چڑھائی کرتے وقت یشوع کے حکموں کو مانا تھا۔ اب تمدّن کے زمانہ میں ان کو ملک کی حکومت اور انتظام سیکھنا پڑا اسمیں قضاۃ گویا ان کے پہلے استاد تھے۔

ج۔ مذہب میں۔ مگر قضاۃ کا سب سے ضروری کام وہ تھا جو انھوں نے مذہب کی خدمت میں کیا۔ سبق ۳ میں ہم نے دیکھا کہ بنی اسرائیل طرح طرح کی آزمائشوں میں پڑنے والے تھے اور سچ مچ وہ انہیں آزمائشوں میں پڑے اور اپنے خدا کو بھول کر بت پرستوں کے خراب کاموں میں شریک ہوگئے۔ مگر قضاۃ جو مستقل مزاج اور خداترس لوگ تھے ان کو خداوند کی طرف متوجہ کرتے تھے اور انھیں حقیقی مذہب کے اصول یاد دلاتے تھے۔

سوالات۔ ۱۔ سمسون کی مضبوطی کا راز اور اسکی کمزوری کا بھید کون سا تھا؟

۲۔ فرض کرو کہ تم کو مذ لڑائی کے متعلق مسیحیت کی

تعلیم" کے مضمون پر وعظ تیار کرنا پڑے۔
کیا تم قضاۃ کی کتاب سے آیت چن کر وعظ
بناؤ گے؟ اگر اس کتاب سے آیت چنو گے
تو اپنی آیت لکھو اور یہ بتاؤ کہ تم نے اس
آیت کو کیوں چنا۔ اگر اس کتاب سے
تم اپنی آیت نہ چنو گے تو قضاۃ کی کتاب
چھوڑنے کی وجہ بتاؤ؟

۴۔ جدعون کے قصے سے تم کیا سیکھتے ہو؟
الف۔ بنی اسرائیل کی روحانی حالت کے متعلق؟
ب۔ ان کی سیاسی حالت کے متعلق؟

سبق ۵ - بادشاہت کیلئے تقاضا

سبق کا مقصد - یہ ظاہر کرنا کہ بنی اسرائیل کو بادشاہ کی کیا ضرورت تھی اور بادشاہت قائم کرنے کے کیا کیا نتائج ہوئے:-

مطالعہ کے لئے مضامین - اسموئیل باب ۸ سے باب ۱۲ تک۔

یادداشت - ۱ - بادشاہت کی ضرورت -

ہم نے سبق ۴ میں اس بات کو معلوم کیا کہ قضاۃ نے بنی اسرائیل کی بڑی مدد کی لیکن قضاۃ کی حکمرانی میں دو بڑے عیب تھے :-

(۱) قضاۃ اصل میں مقامی پیشوا تھے اور کل قوم کی پیشوائی نہیں کرتے تھے۔
(۲) کیونکہ ان کا اختیار شخصی تھا اسلئے انکی حکومت کا اثر چند روزہ تھا۔

لہذا بنی اسرائیل کی ترقی کے واسطے یہ ضروری تھا کہ سب قبیلے ملکر ایک قوم بن جائیں۔ جسکی حکومت ایک ایسے شخص کے ہاتھ ہو۔ جو اپنے وارث کو اپنا اختیار دے سکے اور یہ نہ صرف بنی اسرائیل کی ترقی کے لئے لازمی تھا بلکہ قوم کی زندگی ہی کے لئے ضروری تھا۔ اِن دنوں میں فلسطی بڑے زور سے حملہ کر رہے تھے۔ لڑائی میں بنی اسرائیل نے نہایت ہی بری طور سے شکست کھائی تھی اور ان کے ہاتھ سے خدا کا صندوق چھن گیا تھا۔ (دیکھو اسموئیل باب ۴ ۱-۱۱) اسرائیلی بڑے خطرہ میں تھے جو قضاۃ اس وقت حکومت کر رہے تھے وہ کمزور تھے۔ اور لوگ ان کو نہیں پسند کرتے تھے (دیکھو اسموئیل باب ۸ ۱-۵) بنی اسرائیل کو ایسے زبردست پیشوا کی سخت ضرورت تھی جو ان کو ان خطروں سے بچا سکے ایسی نازک حالت میں بادشاہت قائم کرنے کے سوا بچنے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آئی۔

۲- بادشاہت قائم کرنے کے نتائج :-

بادشاہت قائم کرنے سے بنی اسرائیل کی زندگی میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں ان تبدیلیوں میں سے بعض تو قوم کیلئے بہت ہی مفید تھیں۔ مثلاً جب بادشاہ تخت نشین ہوگیا تو کل قوم کے لئے ایک ہی پیشوا مقرر ہوا اور ملک کا بہت بہتر انتظام کیا گیا۔ لیکن برخلاف ان باتوں کے بادشاہت قائم کرنے کے اور بھی نتائج نکلے۔ جو رعایا کے لئے باعثِ نقصان اور تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ مثلاً ہر بادشاہ کو روپیہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے عمّال اور اپنی فوج وغیرہ کے اخراجات ادا کرسکے۔ چنانچہ رعایا پر خراج لگانا بادشاہ کا حق سمجھا جاتا ہے۔ اسرائیلوں کے اوپر خراج اور محصول کا بوجھ پڑا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بادشاہی حکومت اور انتظام میں ظلم اور زیادتی کا بڑا اندیشہ ہوتا ہے۔ ۱سموئیل باب ۸: ۱۰-۱۸ دیکھو۔ اس عبارت میں ہم پڑھتے ہیں کہ سموئیل نے بادشاہت قائم کرنے کے بُرے نتائج لوگوں کے سامنے بیان کئے اور انکو سمجھایا مگر انھوں نے اسکی نہ سُنی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلوں کے لئے خدا کی مرضی تھی کہ وہ بادشاہت قائم کریں اور بڑی مدت تک طرح طرح کی تکلیفات اور مصائب برداشت کرتے کرتے آخر میں یہ سیکھیں کہ انسان پر بھروسا رکھنا فضول ہے اور ہم انسانوں کا پیشوا اور نجات دہندہ اور بادشاہ فقط خدا ہی ہے۔

سوالات ۔ ۱۔ بادشاہت قائم کرنے کے نتائج بلحاظ فائدہ ونقصان تفصیل کے ساتھ بیان کرو؟

۲۔ ذوقؔ نے لکھاہے کہ ؎

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو زبانِ خلق کو نقّارۂ خدا سمجھو

کیا تمہاری دانست میں شاعر کا یہ قول قابلِ تسلیم ہے؟

سبق ۶ ۔ بادشاہت کی بنا ۔ ساؤل

سبق کا مقصد: ۔ یہ ظاہر کرنا کہ بادشاہت کس طرح قائم کی گئی اور پہلے بادشاہ نے کس طور سے اپنے کام کو انجام دیا ۔
مطالعہ کے لئے مضامین ۔ اسموئیل باب ۸-۱۱، باب ۱۳-۲۴
باب ۲۸: ۲۰-۲۵، باب ۳۱ ۔

یادداشت ۔ ۱ ۔ بادشاہت کا قائم ہو جانا:۔

بادشاہت کا قائم ہو جانا مندرجہ بالا مضامین میں دوبارہ بیان کیا گیا ہے ۔ ایک بیان میں (باب ۹ سے باب ۱۰: ۱۶ تک) لکھا ہے کہ سموئیل نے رامہ میں (دیکھو اسموئیل باب ۹: ۱۷) ساؤل کو نامزد کیا اور خلوت میں اسکو مسح کیا ۔ دوسرے بیان میں (باب ۱۰: ۱۷-۲۵ اور باب ۱۲) ہم پڑھتے ہیں کہ سب لوگ مصفاہ میں جمع ہو گئے اور وہاں سبھوں نے ساؤل کو چن کر اسے بادشاہ بنایا جسکے بعد سموئیل نے اپنی تقریر میں بنی اسرائیل کو ملامت کی کہ انھوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر انسان کی پیشوائی پر بھروسا رکھنے سے اپنی ناشکری ظاہر کی ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس دوسری عبارت میں سموئیل کا نام سموئیل ہی کی تقریر میں آتا ہے (باب ۱۲: ۱) اور جب یہ تقریر باب ۸ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے تو اکثر ناظرین کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دو تقریریں اُس زمانہ میں لکھی گئیں جب کہ یہودیوں کو بادشاہی حکومت کے

برے نتائج کا کافی تجربہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا بعض علما کی رائے ہے
کہ بادشاہت قائم ہو جانے کا پہلا بیان (یعنی باب ۹ سے باب ۱۰ ۱۶ تک) غالباً پیشتر لکھا گیا اور
اس کا دوسرا بیان (باب ۱۷-۲۵ اور باب ۱۲) بعد میں۔ اس وجہ سے پہلا بیان تواریخ کے لحاظ سے زیادہ قابلِ
اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔

۲۔ سموئیل :-

اس بات پہ غور کرو کہ بادشاہت قائم کرنے میں سموئیل نے
خاص حصّہ لیا یہ نبیوں میں سے پہلا ہے اور اس کا سب سے بڑا کام
یہ ہے کہ اس نے خداوند رب الافواج کا مذہب نئی بادشاہت
کا قومی مذہب بنایا۔ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ سموئیل سے اسرائیلیوں کے
مذہبی پیشوا کا سلسلہ از سر نو شروع ہوا۔ خواہ عام لوگوں نے انبیا
کی تعلیم کو قبول کیا یا نہ کیا ہر حالت میں انبیا کا کہنا بے اثر نہیں رہا
اسلئے کہ وہ خدا کے پیغمبر کا اختیار رکھتے ہوئے بہت صفائی کے
ساتھ خدا کا پیغام لوگوں تک پہونچاتے تھے۔

۳۔ ساؤل کی کامیابی :-

ساؤل مضبوط اور دلیر شخص تھا۔ اسلئے وہ فوج میں ہر دل عزیز تھا
باوجودیکہ اس کا خاندان اسرائیل کی قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس نے
بہت جلد اپنی لیاقت ظاہر کی اور فوج کو جوش دلا کر اپنے سپاہیوں
میں سرگرمی اور جانفشانی کی طبیعت پیدا کی۔ اسکی سپہ سالاری
اسکے بیٹے کی بہادری اور اسکی فوج کی جاں نثاری کے سبب سے

فتح نصیب ہوئی اور اسرائیلی خطرہ سے بچ گئے (دیکھو سبق ۵ یادداشت ۱)

۴۔ساؤل کی ناکامیابی:۔

اب اسکی ناکامیابی پر غور کرکے ملاحظہ کرو کہ اس کا ستارہ اقبال ڈوبنے پر ہے اور اسکی زندگی میں طرح طرح کی خرابیاں نظر آنے لگتی ہیں اسکے تنزل میں گویا چار درجے ہیں۔

(۱) نافرمانی (۲) حسد (۳) نا اُمیدی (جسکے سبب سے وہ آشنا جادوگر عورت کے پاس گیا) (۴) شکست وخودکشی۔

۵۔ساؤل کا کام:۔

ساؤل کو بہت اچھا موقع دیا گیا لیکن اسنے اسکا پورا استعمال نہیں کیا۔ شروع میں اسنے اپنے لوگوں کو بچایا اور وہ اس سے بہت خوش تھے لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اسنے ناجائز حرکتیں کیں جنکی وجہ سے سموئیل اسکو ناقابل اعتبار سمجھنے لگا لہذا ساؤل بادشاہ سموئیل اور اسکی پیروی کرنے والے لوگوں سے علیحدہ ہوگیا اور وہ اس مذہبی سرگرمی کو کام میں نہیں لا سکتا تھا جو نبی نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کی تھی۔ اپنے آخری دنوں میں ساؤل نے ایسا طریقہ اختیار کیا جو واقعی اسکے خاندان اور اسکی رعایا کیلئے مضر تھا۔ اور جس کا نتیجہ بجز بربادی کے اور کچھ نہ ہو سکا۔

سوالات۔ ۱۔ لاطینی زبان میں ایک کہاوت ہے کہ "جس کو خدا برباد کرنا چاہتا ہے اسکو وہ پہلے دیوانہ کردیتا ہے"۔ کیا یہ مثل ساؤل پر صادق آتی ہے؟

۲۔ کیا کیا وجوہ تھے کہ ساؤل آشنا جادوگر عورت کے پاس گیا؟

۳۔ ہم خودکشی کو بڑا گناہ کیوں سمجھتے ہیں؟

۴۔ مختصر طور سے یونتن کی زندگی بیان کرو؟ کیا وہ چال چلن کے لحاظ سے اپنے باپ سے زیادہ قابل تعریف کہا جا سکتا ہے؟

سبق ۷۔ بادشاہت کی ترقی

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ داؤد کے زمانے میں نئی بادشاہت کی ترقی ہوئی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲۔سموئیل ۱ تا ۱۹ و ۲۳: ۱-۷ و ۱۔سلاطین ۱۔

یادداشت۔ ۱۔ داؤد کے زمانے کے واقعات:۔

ان واقعات میں سے مندرجہ ذیل باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) ساؤل کی موت کے بعد خانہ جنگی۔ داؤد کی فتح ۲۔سموئیل ۱ تا ۴۔

(۲) داؤد کی تخت نشینی۔ ۲۔سموئیل باب ۵: ۱-۳۔

(۳) داؤد کا یبوسیوں کو ہرا دینا اور صیون کے قلعہ پر قبضہ کر لینا۔ ۲۔سموئیل ۵: ۴-۱۰ (یادداشت ۲ بھی دیکھو)

(۴) خدا کے صندوق کا یروشلیم میں لانا۔ ۲۔سموئیل ۶ (یادداشت ۳ بھی دیکھو) اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی قابل غور ہے کہ داؤد ہیکل بنوانا چاہتا تھا۔ ۲۔سموئیل ۷۔

(۵) داؤد کی فتوحات۔ ۲۔سموئیل ۸ و ۹ و ۱۲: ۲۶-۳۱ وغیرہ

(۶) ابی سلوم کی بغاوت۔ ۲۔سموئیل باب ۱۵ تا ۱۸۔

(۷) داؤد کا انتقال اور سلیمان کی تخت نشینی۔ ۱۔سلاطین ۱۔

۲۔ یبوسیوں کے قلعہ پر قبضہ کر لینے کی اہمیت:۔

یبوسیوں کا قلعہ بہت ہی مضبوط تھا۔ اسلئے وہ داؤد کے لئے

باعث خطرہ تھا۔ چنانچہ داؤد نے زور کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ قلعہ پر قبضہ کر لینے کے بعد داؤد نے اسکو اور بھی مضبوط بنایا اور اسے اپنا دارالسلطنت رکھا۔ ایسا کرنے میں داؤد نے اپنی دانشمندی کا ثبوت دیا اس کا دارالسلطنت کے لئے شہر یروشلیم کو چننا کم از کم ان وجوہ سے اچھا تھا:۔(۱) یہ قلعہ بذات خود بادشاہ کی بہادری اور فتحیابی کا ایسا صریح نشان تھا کہ جسے دیکھکر اسرائیلیوں کی بڑی ہمت افزائی ہوتی ہوگی۔(۲) وہ لڑائی کے دنوں میں لڑنے اور امن وامان کے دنوں میں سلطنت کرنے کا اچھا مرکز تھا۔ داؤد کی دور اندیشی اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب مصیبت کے دن آئے تو دشمنوں نے ملک کے شمالی حصّے کو جلد فتح کیا مگر شہر یروشلیم اپنی قدرتی مضبوطی اور قلعہ بندی کی وجہ سے عرصۂ دراز تک محفوظ رہا۔

۴۔ خدا کے صندوق کا یروشلیم میں لانا:۔

خدا کا صندوق یروشلیم میں لاکر داؤد نے اس شہر کو نہ صرف ملک کی سیاسی زندگی کا مرکز بنایا بلکہ اسکی مذہبی زندگی کا مرکز بھی۔ اس زمانہ سے لیکر نئے عہدنامہ کے آخری صفحہ تک اس شہر کی تاثیر یہودیوں کی تمام زندگی میں محسوس ہوتی ہے۔ آنے والی فصل میں تم پڑھو گے کہ شہر یروشلیم برباد کیا گیا۔ لیکن مذہب کی رو سے اس کی اہمیت میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ اور پولس رسول کے زمانہ تک یروشلیم کی ہیکل گویا یہودی مذہب کا قطب شمالی رہی اور اس کی طرف ہر قطب نما

کی سوئی اشارہ کرتی رہی

۴۔ داؤد کے زمانہ میں اسرائیلیوں کی ترقی:۔

ان باتوں پر غور کرو:۔

(۱) داؤد کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل پورے طور سے مل گئے اور یہودی لوگ ایک قوم بن گئے۔

(۲) داؤد کی فتوحات سے اسرائیلی محفوظ رہے بلکہ دولتمند اور طاقتور ہونے لگے۔ اس وجہ سے مذہب کو ترقی کرنے کا موقع ملا۔

(۳) ملک کا انتظام اور بھی پکا ہو گیا۔

(۴) داؤد سے اسرائیلیوں کا پہلا شاہی خاندان شروع ہوا۔

(۵) اسرائیلیوں کی تواریخ میں یہ پہلا زمانہ ہے جس میں غیر قوموں سے دوستانہ تعلقات قائم ہوتے۔ دیکھو ۲۔سموئیل ۵: ۱۱۔

۵۔ داؤد کی شخصی زندگی:۔

داؤد کی زندگی دلچسپی سے بھری ہوئی ہے۔ شروع میں ہم اسکو جوانی کے زمانہ میں دیکھتے ہیں جب وہ ہردل عزیز ہوکر شاہزادہ کا دوست ہے۔ پھر اپنی جان بچانے کے لئے اس کو بھاگنا پڑتا ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ تخت نشین ہوکر لڑائی میں فتحیاب ہو جاتا اور زمانہ میں نامور اور سربرآوردہ ہوتا ہے۔ مگر جب اس کا ستارۂ اقبال بلندی پر پہونچتا ہے تو عین اسی وقت آزمائش میں پڑتا ہے اور بڑا گناہ کرتا ہے۔ بعد میں داؤد کو بڑی بڑی آفتیں برداشت کرنی پڑی ہیں اور اسکے آخری دن تکلیف اور کمزوریوں کے دن ہیں۔

چال چلن کے لحاظ سے داؤد بادشاہ بے عیب نہ تھا مگر اس نے ایسی غلطی نہیں کی جیسا کہ ساؤل نے کی تھی۔ اس نے کبھی خدا کو فراموش نہیں کیا۔

سوالات۔ ۱۔ داؤد کی سختی اور اس کی مہربانی معہ مثال بیان کرو؟

۲۔ یادداشت ۴ نوٹ ۵ کیوں قابلِ ذکر ہے؟

۳۔ ہندوستان کے کسی شہر کا نام بتاؤ جو ہندو لوگوں کی مذہبی زندگی کا مرکز کہلا سکتا ہے؟ یہ شہر کیوں مشہور ہو گیا؟

۴۔ چال چلن کے لحاظ سے ساؤل اور داؤد کا مقابلہ کرو؟

۵۔ بنت سبع کے قصّے سے تم نبیوں کے کام کے متعلق کیا سیکھتے ہو؟

سبق ۸۔ بادشاہت کا عروج سلیمان

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ سلیمان کے زمانہ میں اسرائیل کی بادشاہت کو عروج ہوا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اسلاطین ۱ب ۱-۱۱۔

یادداشت۔ ۱۔ سلیمان کی تخت نشینی۔

اس بات پہ غور کرو کہ سلیمان کی تخت نشینی داؤد کی مرضی پر موقوف تھی۔ اسلاطین باب۱ اور باب۲ پھر پڑھو اور ملاحظہ کرو کہ سلیمان نے کتنی آسانی سے اپنے رقیبوں کو ہرادیا اور سلطنت کتنی جلدی سلیمان کے ہاتھ میں مستحکم ہوگئی۔

۲۔ سلیمان کی طرز حکومت:۔

سلیمان کا زمانہ امن وچین کا زمانہ تھا اسلئے ملک کے انتظام میں ترقی ہوئی سلیمان بادشاہ کے طریق انتظام میں مندرجہ ذیل باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) داؤد نے شہر یروشلیم کو دارالسلطنت بنایا۔ سلیمان نے خدا کی ہیکل اور نیز اپنا محل اسی شہر میں بنوایا۔ ان عمارتوں کی وجہ سے شہر یروشلیم کی شہرت بڑھی۔

۲۔ سلیمان نے شہر کی آراستگی کے علاوہ اسکی قلعہ بندی پر بھی توجہ کی اور شہر کو اور بھی مضبوط بنایا۔ اسلاطین ۱ب ۱۱: ۲۷۔

۳۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ سلیمان نے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا۔

۱ سلاطین باب ۹: ۱۹ باب ۴: ۲۶ باب ۱: ۲۶-

(۴) اسبق ۷ میں ہم نے پڑھا کہ داؤد نے غیر قوموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات شروع کئے۔ سلیمان دو طریقوں سے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ ۱۔ تجارت سے دیکھو ۱ سلاطین باب ۵: ۱-۱۲ باب ۹: ۲۶-۲۸ اور باب ۱۰: ۲۲ (ب) شادی کرنے سے۔ دیکھو باب ۳: ۱ یہ دو باتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں اسلئے کہ انھیں کی وجہ سے بہت سی نئی نئی چیزیں ملک اسرائیل میں آمیں جنکا بڑا اثر اسرائیلیوں کی علمی اور اخلاقی زندگی پر پڑا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اسرائیلی لوگ زیادہ تر تعلیم یافتہ نہ تھے اور انکو عام علوم وفنون سے زیادہ واقفیت نہ تھی۔ لہذا سلیمان کے تجارت کرنے کے سبب سے انہوں نے ترقی یافتہ غیر قوموں سے بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سلیمان کے زمانہ میں جہازوں کا استعمال کیا گیا۔ اگر یہ بحری تجارت کافی مدت تک جاری رہتی تو یہودیوں کی تواریخ میں بڑی تبدیلی ہو جاتی مگر سلیمان کے زمانہ کے بعد اس قسم کی تجارت بند ہوگئی۔ اسلئے کہ یہودی لوگ سمندر سے بہت ڈرتے تھے اور جہاز پر چلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ (مکاشفہ باب ۲۱: ۱)

۴۔ سلیمان کے زمانہ میں ملک کی مالی حالت:۔

داؤد کی فتوحات اور سلیمان کی تجارت کے سبب سے ملک اسرائیل بہت ہی دولتمند ہوگیا اور بادشاہ کو بہت آمدنی ہوتی تھی (۱ سلاطین باب ۱۰: ۱۴)

لیکن سلیمان نے عمارتیں بنوانے میں (۱ سلاطین باب ۶ ۳۸ باب ۷: ۱)

اور اپنے درباریوں اپنے اہلکاروں اور اپنی فوج کے اخراجات ادا کرنے میں اتنا روپیہ خرچ کیا کہ یہ بڑی آمدنی بھی کافی نہ تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے رعایا پر خراج لگایا اور خراج وصول کرنے کے لئے تمام ملک کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا (۱ سلاطین باب ۴: ۷-۱۹) نیز اپنی تعمیرات کے لئے اس نے بیگار کا دستور جاری کر دیا۔ ان باتوں سے عام لوگ بڑے ناخوش تھے اور سلیمان کی موت کے بعد اپنی ناخوشی بہت صفائی کے ساتھ ظاہر کی (۱ سلاطین باب ۱۲: ۴)۔ (۱ سموئیل باب ۸: ۱۱-۱۸ پھر پڑھو) غرض ملک اسرائیل اگرچہ ظاہرا دولتمند اور خوشحال تھا تو بھی درحقیقت بری حالت میں آنے والا تھا۔ تیسری فصل میں سلیمان کی فضول خرچی اور زیادتی کے نتائج بیان کئے جائینگے۔

۴۔ سلیمان کی شخصیت:۔

سلیمان کی تعریف میں ہزاروں قصے لکھے گئے ہیں اور انکی حکمت دنیا میں ضرب المثال ہوگئی ہے لیکن یادداشت نمبر ۳ سے معلوم ہوگا کہ وہ اتنا عقلمند اور دور اندیش نہ تھا جتنا کہ چاہیئے تھا۔ سلطنت کرنے کے آغاز میں اس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا مگر نمائشی چیزوں کو حد سے زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس نے خدا کے نام کو بلند کرنے کے واسطے ہیکل تعمیر کی۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس کام میں اور دیگر عمارتیں بنوانے میں بھی اس نے اپنی عزت افزائی اور شہرت کا زیادہ خیال

کیا؟ جوانی کے زمانہ میں وہ خدا ترس شخص تھا (۱ سلاطین باب ۳ باب ۹: ۲۵) مگر پردیسی عورتوں سے شادی کرنے سے اس کا ایمان بگڑ گیا اس لئے کہ وہ نہ صرف ان کو بت پرستی کی اجازت دیتا تھا بلکہ خود اس میں شریک ہوتا تھا۔ استثنا باب ۱۷: ۱۴-۱۷ پڑھو) (غالباً ان آیات میں سلیمان ہی کا ذکر ہے) ۱ سلاطین باب ۱۱: ۱-۸ بھی دیکھو۔

سوالات۔ ۱۔ کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ سلیمان اس قدر عقلمند اور دور اندیش نہیں تھا جتنا کہ چاہئے تھا اگر تم مانتے ہو تو ثابت کرو نہیں تو تسلیم نہ کرنے کی وجوہات بیان کرو؟

۲۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کا ذکر کرو جو سلیمان کی طرح بڑی بڑی عمارتیں بنوانا پسند کرتا تھا۔ تمہاری دانست میں کیا ان تعمیرات کی وجہ سے ہندوستان کے عام لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑی؟

۳۔ متی باب ۶: ۲۹ کے رو سے سلیمان کا مختصر حال بیان کرو۔

۴۔ سلیمان کے خواب کے مضمون پر (۱ سلاطین باب ۳) وعظ بناؤ۔

سبق ۹۔ فصل کا خلاصہ

سبق کا مقصد۔ تمام فصل پر نظر ثانی کر کے یہ ظاہر کرنا کہ مسیح کی آمد کے لئے خدا نے ترقی اور خوش حالی سے اپنی اُمّت کو کسی طرح تیار کیا۔

مطالعہ کے لئے مضمون۔ زبور ۷۸۔

یادداشت۔ ۱۔ ترقی کا زمانہ:۔

جس زمانہ کا ہم نے اس فصل میں مطالعہ کیا ہے وہ بڑی ترقی کا زمانہ تھا فصل کے شروع میں ہم نے بنی اسرائیل کو غلامی کی حالت میں پایا۔ فصل کے اخیر میں انھیں لوگوں کے پاس ملک۔ بادشاہت۔ انتظام۔ دولت اور شہرت سب کچھ ہے ان طریقوں پر غور کرو جن سے اسرائیلیوں نے ایسی بڑی ترقی کی تھی۔

۲۔ سیاسی معاملات میں ترقی:۔

اس زمانہ میں خدا نے بنی اسرائیل کو مندرجہ ذیل چیزیں بخشیں:۔

(۱) ملک۔ جو ریگستان کی بہ نسبت اسقدر زرخیز تھا کہ کہا گیا کہ اس ملک میں دودھ اور شہد بہتا ہے (خروج باب ۳: ۸ وغیرہ)

(۲) بادشاہت جسکے ذریعہ سے بنی اسرائیل کے مختلف قبیلے ملکر ایک ہو گئے۔

(۳) طریق انتظام اور مجموعۂ قوانین۔

(۴) لڑائی میں فتح اور دشمنوں سے حفاظت۔

(۵) دولت اور عزت۔

غرضکہ بنی اسرائیل اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے مصریوں کے غلاموں کی اولاد ایک قوم بن گئی۔

۲- مذہب میں ترقی:۔

فصل کے شروع میں ہم نے معلوم کیا کہ بنی اسرائیل کا مذہبی تجربہ خاصکر عجیب غریب نجات کا تجربہ تھا اس پر غور کرو کہ ریگستان کے زمانہ کے بعد انکا مذہبی تجربہ زیادہ گہرا اور وسیع ہو گیا۔ مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) ان کا پکا عقیدہ تھا کہ خدا انہیں کا خدا ہے اور وہ اسی کے لوگ ہیں غلامی سے رہائی۔ بیابان میں ہدایت۔ ملک کنعان کی فتح۔ حملے کے زمانہ میں ترقی ان تمام باتوں سے انھوں نے سیکھا کہ خدا ان کی خاص خبر لیتا ہے۔

(۲) لہذا خدا کی عبادت قومی زندگی میں خاص اہمیت رکھتی تھی اور یروشلیم کی ہیکل اس کا نمایاں نشان تھی۔ وقتاً فوقتاً وہ خدا کی پاک عبادت کو چھوڑ دیتے تھے مگر پھر بھی اس گناہ سے باز آتے تھے کیونکہ انکو ماننا پڑا کہ واقعی ان کی ترقی اور خوشحالی اسی عبادت پر موقوف ہے۔

(۳) کوہ سینا پر انھوں نے سیکھا تھا کہ خدا قدوس اور صادق ہے۔ لہذا انکے مذہبی تجربہ میں راست بازی کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔

(۴) شروع میں موسیٰ اسکے بعد یشوع۔ پھر قضاۃ اور نبیوں نے لوگوں کو یاد دلایا کہ خدا اپنے لوگوں سے شخصی تعلق رکھتا ہے اور کبھی کبھی اپنے پیغمبروں کی زبانی ان سے کلام بھی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بنی اسرائیل اگرچہ حقیقی روحانی مذہب کا پورا علم نہیں رکھتے تھے تو بھی اسکے اصول سے واقف ہوگئے۔

۳- آنے والے خطرے:۔

جس زمانہ کا ہم نے مطالعہ کیا ہے وہ اسرائیلی قوم کے لڑکپن کا زمانہ

کہلا سکتا ہے۔ جیسا کہ انسان کے لڑکپن کا زمانہ زیادہ تر خوشی اور آرام کا زمانہ ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہودی لوگ اس زمانہ میں زیادہ تر خوشحال رہے لیکن تب سکے کہ یہودی لوگ سن تمیز کے درجہ تک پہونچ سکیں اُن کو تکلیف شکست اور پست حالی کے دن کاٹنے پڑے۔ تاکہ وہ معلوم کریں اور دل میں مان لیں کہ انسان کی دولت اور فوجی طاقت پر توکل کرنا فضول ہے اور خدا کے سوا اور کوئی نجات دہندہ نہیں ہے اس مصیبت سے بھرے ہوئے زمانہ کا بیان آنے والی فصل میں پایا جائیگا۔ اس فصل میں جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اب تک خدا خوشحالی اور ترقی سے اپنے لوگوں کو مسیح کی آمد کے واسطے تیار کر رہا ہے۔

فصل دوم کا خلاصہ اسرائیلیوں کی سیاسی ترقی کا نقشہ

تاریخ مسیح کی آمد سے پیشتر	پیشواؤں کے نام	
۹۷۷	سلیمان	دولتمندی
	داؤد	مضبوطی
۱۰۱۷ ۱۰۹۰	داؤد ساؤل قضاۃ	فتحیابی
۱۲۲۰-۱۲۵۰	یشوع موسیٰ	آزادی
	موسیٰ	غلامی

ترقی

فصل سوم۔ تنزّل سے قوم کی تیاری

از پادری ڈبلیو ایم رسل صاحب بی۔اے

فصل کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ مسیح کی آمد میں خدا نے قوم یہود کو تنزل اور پست حالی سے کس طرح تیار کیا۔

فہرست مضامین

سبق ۱۔ سلطنت میں پھوٹ پڑنا

سبق کا مقصد۔ ۱۔ یہ ظاہر کرنا کہ سلیمان کی سلطنت میں پھوٹ کیوں پڑی (ب) دونوں نئی سلطنتوں کا ایک دوسرے مقابلہ کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱ سلاطین باب ۱۱ ۲۶۔۴۰ اور ۴۳+ باب ۱۲ ۱۔۲۴۔

یادداشت۔

۱۔ سلطنت میں پھوٹ پڑنے کے اسباب۔ سلیمان بادشاہ کے انتقال کے بعد سلطنت میں پھوٹ پڑنے کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تمام قوم کی دولت شہر یروشلیم میں جمع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے شمال کے قبیلے جنوبی قبیلوں پر حسد کرنے لگے۔

ب۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے (دیکھو فصل دوم سبق ۸ یادداشت ۲) رعایا نے بادشاہ کی شکایت کی کہ اس نے ناجائز طور سے ان پر خراج اور بے گار کا بوجھ رکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ نبی لوگ بھی اس تحریک میں شریک تھے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سلیمان کے جیتے جی جب کہ یربعام نے بادشاہ کے خلاف اپنا ہاتھ اُٹھایا تو اسوقت بھی اخیاہ نبی نے بغاوت کرنے میں اسکو مدد دی (۱ سلاطین باب ۱۱ ۲۹۔۳۹)۔

ج۔ تیسرا سبب۔ رحبعام کی کوتاہ اندیشی (یادداشت نمبر ۲ بھی دیکھو)

۲۔ سلطنت میں پھوٹ پڑنا۔ دوسرے حوالہ مذکور میں (۱سلاطین باب ۱۲: ۱-۲۴) جن واقعات کا بیان مندرج ہے ان میں سے یہ باتیں غور طلب ہیں :۔

ا۔ اگرچہ سلیمان کی سلطنت ایک ہی تھی تاہم رحبعام کو شہر یروشلیم چھوڑ کر شہر سکم کو جانا پڑا تاکہ اسرائیل کے شمالی قبیلے اسکی تخت نشینی کی تصدیق وتائید کریں۔

ب۔ رعایا کی عرضی (دیکھو یادداشت نمبر (ب) اور رحبعام کا احمقانہ جواب۔ اولاً رحبعام بادشاہ نے سلیمان کے عمر رسیدہ اور تجربہ کار مشیروں سے مشورت لی اور انھوں نے سلیمان کی فضول خرچی کا نتیجہ دیکھ کر جوان بادشاہ کو نہایت ہی معقول صلاح دی مگر رحبعام نے اپنے جوان دوستوں کی صلاح کو ترجیح دی۔ اس نے اس بات کی مطلق پرواہ نہ کی کہ وہ نہ تو سلیمان کی طرح عزت رکھتا تھا اور نہ طاقت۔ وہ برابر اپنی ضد پر قائم رہا۔

ج۔ چنانچہ رحبعام نے اس عامل کو جو بیگاریوں کا سردار تھا اسرائیلیوں کے پاس بھیجا (۱سلاطین باب ۱۲: ۱۸) اسرائیلیوں نے اسکو فوراً مار ڈالا اور رحبعام کی اطاعت چھوڑ کر یربعام کو بادشاہ بنایا۔

۳۔ نئی پیدا شدہ سلطنتوں کا مقابلہ۔ دو نئی سلطنتوں کا حدوث تقابلہ

ا۔ __بلحاظ محل وقوع__۔ یہوداہ چھوٹا ملک تھا اور مشرق و مغرب میں سمندر اور جنوب میں ریگستان واقع تھا۔ نیز ملک یہوداہ پہاڑی مقام تھا۔ اس لئے اگرچہ یہوداہ کی فوج چھوٹی تھی تو بھی قدرتی مضبوطی

کی وجہ سے بہ نسبت اسرائیل کے ملک یہوداہ زیادہ محفوظ رہا۔ برخلاف اس کے اسرائیل بڑا ملک تھا اور اس کی فوج بھی بڑی تھی لیکن اس کے چاروں طرف دشمن رہتے تھے اور ملک کے بیچ میں ایک ایسا میدان واقع تھا جو کہ اکثر اوقات جنگ کے لئے کارآمد سمجھا جاتا تھا۔

ب۔ بلحاظ سیاسی حالت۔ آنے والے سبقوں میں ہم دیکھینگے کہ ملک اسرائیل میں وہ یگانگی موجود نہیں تھی جو یہوداہ میں تھی۔ وقتاً فوقتاً اسرائیل میں پھوٹ پڑی اور خانہ جنگی کی وجہ سے ملک کمزور ہوگیا۔ ملک یہوداہ کی نسبی یگانگی کا سبب شاید یہ تھا کہ اس میں شہر یروشلیم واقع تھا اور یہ شہر قومی زندگی کا طاقتور اور عزت دار مرکز رہا۔ برعکس اس کے اسرائیل کے ملک میں دارالسلطنت تین دفعہ تبدیل کیا گیا۔ سکم۔ ترضہ۔ اور سامریہ

ج۔ بلحاظ مذہبی حالت۔ شہر یروشلیم کی وجہ سے ملک یہوداہ میں مذہب کی حالت عموماً اچھی رہی بمقابلہ ملک اسرائیل سے جہاں بت پرست غیر قوموں کا اسرائیلیوں کے مذہب پر زیادہ اثر پڑا اور جہاں شاہان اسرائیل کی بدکاریوں کے سبب سے حقیقی مذہب کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تھی۔

د۔ بلحاظ مالی حالت۔ سلیمان نے یروشلیم میں تمام ملک کی دولت جمع کی تھی یربعام کو دوسرا دارالسلطنت چننا اور اپنے لئے کافی روپیہ جمع کرنا پڑا۔

۴۔ اس فصل کے سبقوں کی ترتیب۔ آگے ہم کو الگ الگ سلطنتوں

کی تواریخ کا مطالعہ کرنا پڑیگا۔ چنانچہ پہلے شاہان اسرائیل کا مطالعہ کیا جائیگا اور اس کے بعد شاہان یہوداہ کا۔ لیکن طالب علم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شہر سامریہ کے فتح ہونے کے زمانہ تک ان دو سلطنتوں کی تواریخ میں بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ لہذا طالب علم کو چاہیئے کہ وہ بار بار فہرست شاہان کا بغور مطالعہ کیا کرے تاکہ وہ ایک سلطنت کی تواریخ سے دوسری سلطنت کی تواریخ کا تعلق معلوم کرسکے۔ پھر اس پر غور کیا کرے کہ ملک اسرائیل اور ملک یہوداہ کے غیرقوم ملکوں سے کیسے کیسے تعلقات تھے فصل کے آخر میں تمام واقعات کا خلاصہ پایا جائیگا۔ (دیکھو سبق ۱۰)

سوالات ۱۔ اُن نبیوں کے کام کا مختصر بیان کرو جن کا ذکر ۱ سلاطین باب ۱۱ ۲۶ سے باب ۱۲ ۲۴ تک پایا جاتا ہے اور اسکو سموئیل اور ناتن کے کام سے مقابلہ کرو۔

۲۔ یادداشت نمبر ۳ کو پھر پڑھو اور بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون سی سلطنت زیادہ مضبوط اور پایدار معلوم ہوتی ہے؟

فہرست شاہان اسرائیل و یہوداہ ۔ (حوالہ کے لئے)

شاہان اسرائیل	شاہان یہوداہ	انبیا	ضروری واقعات	تاریخ مسیح کی آمد سے پہلے
یربعام	رحبعام		سلطنت میں پھوٹ پڑنا	۹۳۷
	ابیاہ (ابیا)			
	آسا			
ناداب				
بعشا				
ایلاہ				
زمری				
[تبنی]				
عمری			شہر سامریہ کا پہلی مرتبہ محاصرہ میں آنا	
اخی اب		ایلیاہ		
	یہوسفط	الیشع	یہوسفط کی شادی اخی اب کی بیٹی سے ۔	
اخزیاہ				
یہورام			شہر سامریہ کا دوسری مرتبہ محاصرہ میں آنا۔	
	یہورام			
	اخزیاہ		یاہو کی بغاوت	
یاہو	عتلیاہ		اسور کا حزائیل شاہ ارام کو ہرا دینا۔	۸۴۲
	یوآس		یہوداہ میں یہویدع کاہن کے ذریعہ سے مذہب کی اصلاح	
یہوآخز				
یہوآش				
	امصیاہ			
یربعام ثانی		عاموس		
	عزیاہ (عزریاہ)	ہوسیع		
		یسعیاہ		
زکریاہ				
سلوم				
منحم				
فقحیاہ				
فقح			اسور کے خلاف فقح کا شاہ ارام سے عہد و پیمان کرنا	
	یوتام	میکاہ		
	آخز			
ہوسیع			شہر سامریہ کا فتح ہونا	۷۲۲

شاہانِ اسرائیل	شاہانِ یہوداہ	انبیا	ضروری واقعات	تاریخ قبل مسیح
	حزقیاہ		حزقیاہ کا مذہب کی اصلاح کرنا ۔	
			سنحیرب کا یہوداہ پر چڑھائی کرنا	
	منسّی			
	امون			
	یوسیاہ	یرمیاہ	توریت کی گم شدہ کتاب کا ہیکل میں ملنا۔	
		صفنیاہ	یوسیاہ کا مذہب کی اصلاح کرنا۔	
			مجدّو کی لڑائی	
	یہوآخز	ناحوم	بابل کا اسور پر غالب آنا	۶۱۲
	یہویقیم		شاہِ بابل کا فرعون نکوہ کو شکست دینا۔	۶۰۵
	یہویاکین	حزقی ایل		
	صدقیاہ		شہر یروشلیم کا فتح ہونا ۔	۵۸۶

سبق ۲۔ شاہان اسرائیل پہلا دور شاہان اولین

سبق کا مقصد۔ مندرجہ ذیل شاہان اسرائیل کا مختصر بیان کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اسلاطین باب ۱۲: ۲۰ سے باب ۱۴: ۲۰ تک اور باب ۱۵: ۲۵ سے باب ۱۶: ۲۸ تک۔

یادداشت۔ ۱۔ **یربعام**۔ ا۔ اس کا پہلا کام دارالسلطنت کا انتخاب تھا۔ اس نے شروع میں شہر سکم کو منتخب کیا پھر شہر ترضہ میں رہنے لگا (باب ۱۴: ۱۷) جو بعد میں دارالسلطنت ہو گیا (باب ۱۵: ۲۴ باب ۱۶: ۱۸) غالباً اس نے شہر سکم کو اور شہر فنوئیل کو مضبوط بنایا تاکہ اگر جنوب سے یہوداہ کا بادشاہ اس پر چڑھائی کرنے آئے تو وہ اس کا مقابلہ کر سکے۔

ب۔ یربعام نے خیال کیا ہوگا کہ شہر یروشلیم کی فوقیت اس کی سلطنت کے لئے باعث خطرہ ہو سکتی ہے اس لئے اس نے بیت ایل میں اور دان میں دیوتاؤں کو قائم کیا اور بت پرستی کا پورا انتظام کیا تاکہ اسرائیل کے لوگ عبادت کرنے یروشلیم کو نہ جائیں۔

ج۔ لیکن نبیوں نے اس بت پرستی پہ سخت اعتراض کیا (باب ۱۳: ۱-۳ اور باب ۱۴: ۷-۱۶ دیکھو)

۲۔ نادب۔ بعشا۔ ایلاہ۔ زمری۔ [تبنی] عمری۔ یہ خانہ جنگی بے وفائی اور خون ریزی کا زمانہ تھا اور ان بادشاہوں کا چال چلن کتاب مقدس میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے "خداوند کی نظر میں بدی کی" ان میں سے عمری بادشاہ سب سے اچھا تھا۔ اس نے

شہر سامریہ تعبیر کر کے اس کی قلعہ بندی کی اور اس مضبوط شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا (باب ۱۶: ۲۴ اور ۲۸) سلاطین کی پہلی کتاب میں اس کے سلطنت کرنے کا بیان بہت ہی مختصر ہے (صرف ۶ آیات) لیکن ملک اسور کے بعض کتبے آج تک موجود ہیں جن میں ملک اسرائیل "عمری بادشاہ کے خاندان کا ملک" کہلاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمری نے اپنی زندگی میں ناموری حاصل کی۔ ہم اس کے بارے میں یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ موآب سے لڑا اور اس پر خراج لگایا۔ یہ خراج اس کے بیٹے اخی ابؔ کے زمانہ میں بہت زیادہ تھا (دیکھو ۲ سلاطین باب ۳: ۴) اس نے ارام پر بھی وار کیا مگر لڑائی میں ہار گیا ہوگا (۱ سلاطین باب ۲۰: ۳۴)۔

۴۔ ارام۔ اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس سبق میں ارام کا پہلا ذکر ہوا ہے۔ یہ ملک طاقتور ہو گیا تھا اور پہلے اسرائیل کے لئے اور اسکے بعد یہوداہ کے لئے باعث خطرہ ہونے لگا۔ اگر تم نقشے کو دیکھو گے تو تم فوراً معلوم کرو گے کہ ملک ارام جس کا دارالسلطنت شہر دمشق تھا ملک اسرائیل کے شمال میں واقع تھا اور ملک مصر جنوب میں۔ مغرب میں سمندر، اور مشرق میں ریگستان واقع تھا۔ چنانچہ اگر ارامی لوگ مصر پہ حملہ کرنے کا ارادہ کرینگے تو ان کا صرف ایک ہی راستہ ہوگا یعنی ان کو اسرائیل اور یہوداہ میں سے گذر کر مصر پہ چڑھائی کرنی پڑیگی۔ اس اہم بات سے دو نتیجے نکلتے ہیں (۱) ملک اسرائیل ارامی فوجوں کے لئے گویا میدان جنگ ہوگا۔ (۲) بوقت ضرورت مصری لوگ اسرائیل کو

اور یہوداہ کو مدد دینگے کہ وہ ارام کا مقابلہ کرسکیں۔
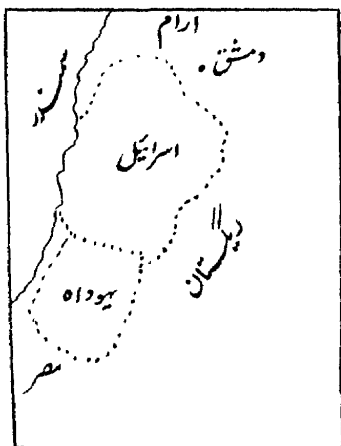
طالب علم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تاریخ کے مطالعہ میں علم جغرافیہ سے کچھ نہ کچھ واقفیت بہت ضروری ہے اور اکثر اوقات نقشوں کو دیکھنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

سوالات۔ ۱۔ ایک مثال دو جس سے ثابت ہو کہ ہندوستان کی تواریخ کے مطالعہ میں ہندوستان کا نقشہ دیکھنا مفید ہے۔

۲۔ یربعام سے عمری کے زمانہ تک ملک اسرائیل کے عام لوگوں کی کیسی حالت ہوئی؟

٭

سبق ۲۳۔ شاہان اسرائیل۔ دوسرا دور باہمی اضطراب نبیوں کی قوت

سبق کا مقصد۔ سبق ۲ دیکھو۔ ملک اسرائیل میں بت پرستی رائج ہوگئی اور نبیوں نے بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنی عالی ہمتی اور زندہ خدا کی حقیقت ظاہر کی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱ سلاطین باب ۱۶ ۲۹۔ باب ۲۱ ۴۰۔ باب ۲۲ ۵۱۔ ۲ سلاطین باب ۱ ۳۶۔

یادداشت۔ ۱۔ **اخی اب**۔ اخی اب کے بارے میں ہمیں زیادہ واقفیت ہے۔ مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:۔

ا۔ ایزبل سے شادی کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسرائیل میں بعل کی پرستش کی بنیاد قائم ہوئی اور بادشاہ خداوند کے نبیوں کو ستانے لگا۔

ب۔ مگر انبیاء (جن میں سے ایلیاہ سب سے مشہور تھا) اور ان کے شاگرد خاموش نہیں رہے اور باب ۱۷ سے باب ۲۲ تک ہم پڑھتے ہیں کہ انھوں نے اس بت پرستی پر طرح طرح کے اعتراضات کئے۔ کوہ کرمل کا بیان بچے بھی جانتے ہیں لیکن اس عبارت میں اور بھی ایسی باتیں قابل غور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبیوں نے بعل کی پرستش کی سخت مخالفت کی۔

ج۔ ارام سے لڑائی۔ اخی اب نے ارام کا مقابلہ کیا اور شہر سامریہ کے محاصرہ میں شہر افیق کی لڑائی میں فتحیاب ہوا مگر اس کے بعد وہ

رآمات جلعاد کی لڑائی میں ہار گیا اور مارا گیا۔

ﮦ۔ ارامیوں کے خلاف اخی اب کا یہوسفط شاہ یہوداہ سے عہد باندھنا۔ اس بات پر غور کرو کہ ملک یہوداہ کے بادشاہ نے جہاں حقیقی مذہب اب تک اچھی حالت میں تھا اخی اب سے درخواست کی کہ لڑائی سے پہلے خداوند کا کوئی نبی صلاح دینے کے واسطے بلایا جائے (باب ۲۲: ۷)

۲۔ اخزیاہ اور یہورام۔ ان بادشاہوں کے زمانے میں مواب سے لڑائی ہوئی اور یہورام نے شاہِ اسرائیل سے اور شاہِ ادوم سے ملکر جنگ میں فتح پائی۔ ارام سے لڑائی ہوتی رہی اور دوسری بار شہر سامریہ محاصرہ میں آگیا (۲ سلاطین باب ۶: ۲۴۔ باب ۲۰) ہم اس موقع پر سمجھ سکتے ہیں کہ عمری نے کتنی ہوشیاری سے کام کیا جب کہ اس نے اس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس نے شہر کو ایک پہاڑی پر تعمیر کر کے اس کی کافی قلعہ بندی کی تھی۔ چنانچہ سامریہ اس قدر مضبوط تھا کہ دوسری بار بھی بچ گیا باوجودیکہ اسکے باشندوں کو کھانے کی کمی کی وجہ سے بڑی تکلیف برداشت کرنی پڑی۔

اخی اب کے یہ دو بیٹے بعل کی پرستش کو رواج دیتے رہے مگر نبیوں کا ایک نیا پیشوا نکلا یعنے الیشع جس کے حق میں بہت سے مشہور واقعات لکھے گئے ہیں اور جس کے کہنے کے اثر کا اندازہ اس حصے سے کیا جا سکتا ہے جو کہ اس نے یاہو کی بغاوت میں لیا۔

۳۔ یاہو کی بغاوت۔ معلوم ہوتا ہے کہ الیشع نے یاہو کو بغاوت کرنے کے لئے آمادہ کیا (۲ سلاطین باب ۹: ۱۔۳) یہ بھی قابل توجہ ہے

کہ نبی کو اتنا اختیار تھا کہ اس نے یاہو کو مسح کیا۔ بغاوت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ انبیا اور ان کے پیرو بادشاہ کے خلاف ہو گئے تھے اس لئے کہ اس نے بعل کی پرستش قائم کی تھی۔ شاید عام لوگ بھی اس تحریک میں شریک تھے۔ غالباً ایزبل کے دیوتاؤں کی پرستش کرنی ان کو پسند نہ آئی۔ ہو نہ ہو اس میں شک نہیں ہے کہ جب اخی اب نے نبات کو مار ڈالا اور اس کی زمین پر قبضہ کر لیا تو عوام الناس بادشاہ کی زبردستی دیکھکر گھبرا گئے ہونگے۔ چنانچہ سب لوگ یاہو کی پیروی پر تیار ہو گئے اور اس نے آسانی سے اخی اب کے خاندان کو برباد کیا۔

اس بات پر غور کرو کہ یاہو نے کتنی بے رحمی سے اپنے دشمنوں کا کام تمام کیا۔ اس نے نہ صرف یہورام کو اور شاہ یہوواہ کو مار ڈالا بلکہ اخی اب کے تمام بڑے بڑے آدمیوں اور جگری دوستوں اور کاہنوں کو قتل کیا۔ شاید اس وقت ایسی بڑی سختی کی ضرورت تھی لیکن بعد میں ایک نبی نے یاہو کی خونریزی پر ملامت کی (دیکھو ہوسیع باب ۱ء۴)

سوالات۔ ۱۔ ان نبیوں کی ایک فہرست بناؤ جنھوں نے اخی اب کے زمانہ میں بعل کی پرستش پر اعتراض کیا۔

۲۔ اسلاطین باب ۱۸ء۲۱۔ آیت پر وعظ کا خاکہ لکھو۔

۳۔ الیشع کے حالات زندگی کا مختصر بیان لکھو۔

سبق ۱۴ شاہان اسرائیل تیسرا دور۔ اصلاح کی کوشش بے سود

سبق کا مقصد۔ سبق ۲ دیکھو۔ اگرچہ مذہبی اصلاح کی بڑی کوشش کی گئی تھی پر بت پرستی کے سبب کمزور ہوکے بادشاہت کا تنزل ہوا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲ سلاطین باب ۹۔ ۳۰۔ باب ۱۰ ۳۶+ باب ۱۳ ۱۔ ۲۵+ باب ۱۴ ۲۳۔ ۲۹ + باب ۱۵ ۸۔ ۳۱۔ عاموس باب ۲ ۶۔ ۱۶+ باب ۷ ۷۔ ۱۷۔

یادداشت۔ ۱۔ یاہو اور یہو آخز۔ اخی اب کے خاندان کی بربادی اور اخی اب کے تمام لوگوں کے قتل عام کے سبب سے ملک اسرائیل کمزور ہوگیا۔ نیز قومی مذہب کی پورے طور سے اصلاح نہیں ہوئی (۲ سلاطین باب ۱۰ ۲۹ دیکھو) لہذا تواریخ کے لحاظ سے یاہو کی بغاوت کسی قدر ناکامیاب رہی۔

اب ہم کو اس بات پہ غور کرنا چاہئیے کہ اسی زمانہ میں ملک اسور اسرائیل کی تواریخ میں حصہ لینے لگا۔ نقشے کو دیکھو اور ملاحظہ کرو کہ ملک اسرائیل اسی زمانہ میں پھر مخالف قوموں کا جنگی مرکز بن گیا مگر اب کی دفع اتنا فرق ہے کہ اسور اور ملک اسرائیل کے بیچ میں ملک ارام ہے۔ چنانچہ امید ہے کہ وقتاً فوقتاً شاہ اسرائیل ارام کے خلاف ہوکر اسور سے مدد مانگیگا اور کبھی کبھی آسور کے خلاف ارامیوں سے عہدو پیمان کریگا۔ ملک اسور کی تواریخ سے

ظاہر ہوتا ہے کہ یاہو کے زمانہ میں اسور نے ارام پر چڑھائی کی اور مسیح کی آمد سے پہلے ۸۴۲ برس حزائیل شاہ ارام لڑائی میں ہار گیا۔ اسور کی تاریخی کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے (کتاب مقدس میں اس کا ذکر نہیں ہے) کہ یاہو نے شاہِ اسور کو نذریں دیں شاید اس خیال سے کہ اس سے مدد ملے اور ملک اسرائیل ارامیوں سے محفوظ رہے۔ لیکن اس کا نتیجہ فقط یہ تھا کہ جب حزائیل شاہِ ارام شکست سے سنبھل گیا تو اس نے اور زور سے اسرائیل پر حملہ کیا (۲ سلاطین باب ۱۰ : ۳۲، ۳۳) اور چڑھائی کرتے کرتے اس نے اسرائیل کو اس قدر تکلیف پہنچائی کہ یہو آخز کے زمانہ میں اسرائیل کی فوجی طاقت قریب قریب جاتی رہی (دیکھو ۲ سلاطین باب ۱۳ : ۷)۔

۲- یہو آش اور یربعام ثانی۔ ان دو بادشاہوں کے زمانہ میں ملک اسرائیل کسی قدر بحال ہو گیا اس لئے کہ شاہِ اسور ارامیوں سے لڑ رہا تھا اور ۸۰۳ برس مسیح کی آمد سے پیشتر شہر دمشق کا محاصرہ کیا چنانچہ ملک ارام کمزور ہو گیا اور یہو آش نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر پھر اپنے قبضے میں کچھ زمین لے لی جو قبل اس کے ارامیوں نے تصرف میں کر لی تھی (۲ سلاطین باب ۱۳ : ۲۵) نیز اس نے یہوداہ پر چڑھائی کی۔ ہم اوپر بھی لکھ چکے ہیں کہ یہو آخز کے دنوں میں ملک اسرائیل کمزور ہو گیا تھا چنانچہ امصیاہ شاہِ یہوداہ نے اسرائیل کی اطاعت سے کنارہ کرنے کی

کوشش کی۔ مگر اس میں اس سے غلطی ہوئی۔ اِن دنوں میں یہوآس ارام کی تکلیفات سے سبک دوش ہو گیا تھا سو اپنی پوری فوج سے یہوداہ کے ساتھ لڑکر فتحیاب ہوا (۲ سلاطین باب ۱۴ ۱۲-۱۴) یربعام ثانی کے زمانہ میں ملک اسرائیل۔ سیاسی معاملات میں ترقی پر رہا مگر ملک کی عام حالت اس قدر خراب تھی کہ یہ ترقی بڑی مدت تک قائم نہ رہ سکی ان دنوں میں دو نبی نبوت کرنے لگے (عاموس اور ہوسیع) اور ان کی کتابوں میں ملک اسرائیل کی حالت کی تصویر صاف طور سے ہمیں نظر آتی ہے۔ عاموس باب ۲ ۶-۱۶ اور باب ۷ ۱۰-۱۷ پڑھو۔ ان عبارتوں میں یربعام کے خاندان کی بربادی اور اسرائیل کی ترقی کے خاتمہ کی پیشینگوئی پائی جاتی ہے۔

۳۔ ذکریاہ۔ سلوم۔ مناحم۔ فقحیاہ۔ فقح۔ یہ بڑی گڑبڑی بے وفائی اور خون ریزی کا زمانہ تھا اور اس عرصے میں ملک اسرائیل کی حالت اور بھی خراب ہوتی گئی۔ اس بات پر غور کرو کہ دو بادشاہوں نے باہر سے مدد مانگی تاکہ وہ تخت پر قائم رہ سکیں۔ مناحم نے شاہِ اسور کو نذریں دیں اور اس کو کافی مدد ملی کہ وہ کچھ برسوں تک سلطنت کر سکے۔ برخلاف اس کے فقح نے اسور کے خلاف ارام سے عہدوپیمان کیا اور اس کوشش میں رہا کہ شاہ یہوداہ بھی اس عہد میں شریک ہو جائے مگر شاہ یہوداہ نے انکار کیا۔ لہذا شاہ اسرائیل نے شاہِ ارام سے ملک یہوداہ پر حملہ کیا۔ اس پر شاہ یہوداہ نے

شاہ اسور سے مدد کی درخواست کی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پہلے ارام سے اور اس کے بعد اسرائیل سے لڑائی ہوئی اور آخر کار اسور نے ملک اسرائیل کو نیست و نابود کر دیا (سبق ۵ دیکھو)
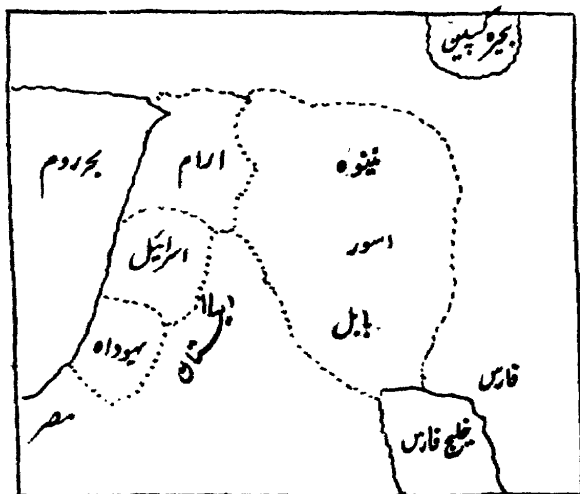
سوالات۔ ۱۔ تم نے عاموس کی کتاب سے اسرائیل کی حالت کے متعلق کیا سیکھا؟

۲۔ اس سبق کی پہلی یادداشت کو سبق کی تیسری یادداشت سے مقابلہ کر کے یاہو کے کام کی بھلائی اور برائی بیان کرو۔

سبق ۵۔ شہر سامریہ کا فتح ہونا

سبق کا مقصد۔ ۱۔ یہ ظاہر کرنا کہ اسرائیل کی بادشاہت کس طرح برباد کی گئی (۲) ملک اسرائیل کی تواریخ پہ نظر ثانی کر کے اس کا خلاصہ بیان کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲ سلاطین باب ۱۷-۱-۲۲ + ہوسیع باب ۱۴ + عاموس باب ۹۔

یادداشت۔ ۱۔ ہوسیع اور شہر سامریہ کا فتح ہونا۔ جو واقعات سبق ۴ یادداشت ۴ میں بیان کئے گئے ہیں ان کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہ اسور ارام پر اور اسرائیل پر زیادہ زور سے چڑھائی کرنے لگا۔ اس لئے ہوسیع نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے سلمنسر کو نذریں دیکر اس کی اطاعت کی۔ لیکن بعد میں اس نے فرعون سے شاہِ اسور کے خلاف سازش کی جب سلمنسر اس بات سے آگاہ ہوا تو اس نے شہر سامریہ کا محاصرہ کیا اور مسیح کی آمد سے پیشتر ۷۲۲ء میں سامریہ فتح ہو گیا۔ اسی سال شاہ اسور نے شہر دمشق کو بھی فتح کیا۔ چنانچہ ملک ارام اور ملک اسرائیل دونوں اسکے قبضے میں آئے۔

۲۔ اسرائیل کی شکست کے اسباب۔ اسرائیل کی شکست کے اسباب میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) ملک اسرائیل کا محل وقوع۔ دیکھو سبق ۴ یادداشت ۱ اور نقشہ۔

(۲) شاہان اسرائیل کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنے

دشمنوں کا مقابلہ کرسکیں۔

(۳) شاہان اسرائیل کا ارام یا اسور یا مصر کے ساتھ عہد و پیمان کرنا آخر میں بے فائدہ ثابت ہوا۔

(۴) یربعام کی بغاوت سے لیکر سامریہ کے فتح ہونے تک تقریباً دو سو برس گذرے اس عرصے میں ۱۹ بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے ملک اسرائیل میں سلطنت کی لہذا رعایا مستقل اور پائدار انتظام سے فائدہ نہ اُٹھا سکی اور غیر قوموں سے لڑنے اور باہمی خانہ جنگی کے سبب سے رعایا کی عام حالت بہت ابتر ہوگئی۔ آخر میں حکومت بالکل کمزور ہوگئی اور اسور سے مقابلہ کرنے کے لئے فقط سامریہ کا مضبوط قلعہ رہا۔ جب وہ مغلوب ہوگیا تو صفحۂ تاریخ سے اسرائیل کا نام مٹ گیا۔

۳۔ آخری دنوں میں ملک اسرائیل کی اخلاقی اور مذہبی حالت

عاموس اور ہوسیع کی کتابوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسرائیل کی کیسی بری حالت تھی۔ یہ دو نبی ان باتوں پر سخت ملامت کرتے ہیں:۔ (۱) امیروں کی عیش و عشرت اور ان کا غریبوں پر ظلم (۲) شاہان اسرائیل کا غیر قوموں سے عہد و پیمان کرنا اور خدا پر بھروسا نہ رکھنا۔ (۳) بت پرستی۔ دونوں نبی لوگوں کو یاد دلاتے ہیں کہ خدا قدوس اور صادق ہے اور اسکے نزدیک اسرائیل کی بدکاریاں قابل نفرت ہیں:۔ ہوسیع نبی اپنی کتاب کے آخری حصے میں توبہ کرنے اور خدا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے لیکن اسرائیل میں کوئی

سخنے والا نہ تھا۔ اسرائیل کی قومی زندگی کو پاک کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ اور آلہ تھا۔ یعنی اسور کی تلوار۔

اب ہم کو شاہان یہوداہ پر غور کرنیکی ضرورت ہے کہ ہم معلوم کریں کہ آیا وہ ان آزمائشوں اور خطروں میں پڑے یا ان سے بچ کر خداوند تعالیٰ کی سچی عبادت کرتے رہے۔

سبق ۶۔ شاہان یہوداہ - عہد اوّل - غیر قوموں سے اثر پذیر ہونا

سبق کا مقصد۔ مندرجہ ذیل شاہان یہوداہ کا مختصر حال - اور ان کا بعل دیوتا کی پرستش اور غیر قوم کی رسم ورواج قبول کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱ سلاطین باب ۱۴: ۲۱ + باب ۱۵: ۲۴ + باب ۲۲: ۴۱-۵۰ + ۲ سلاطین باب ۳: ۱۶ - باب ۹: ۲۸ + باب ۱۱: ۱- باب ۱۲: ۲۱-

یادداشت۔ ۱۔ رحبعام - ابیام - آسا - یہوسفط -

سبق ۱ یادداشت ۲ میں ہم نے دیکھا کہ رحبعام نے کس طرح سے سلطنت کرنا شروع کیا۔ بعد میں وہ زیادہ ہوشیاری کے ساتھ راج کرنے لگا اور اپنے ملک کی جنوبی اور جنوب غربی سرحدوں پر بعض شہروں کو مضبوط کیا (دیکھو ۲ تواریخ باب ۱۱: ۵-۱۲) مگر باوجود اس اچھے انتظام کے وہ ملک مصر کا مقابلہ نہ کرسکا -

رحبعام - ابیام اور آسا کے زمانہ میں ملکِ اسرائیل سے لڑائی ہوا کرتی تھی - ۲ تواریخ باب ۱۳: ۱۹ سے معلوم ہے کہ ابیام (یعنی اس سے ابیاہ مراد ہے) فتحیاب ہوا لیکن تھوڑے دنوں بعد بعشا شاہِ اسرائیل اس قدر طاقتور ہوگیا کہ آسا کو ارام سے مدد مانگنی پڑی جب بن ہدد شاہ ارام آیا تو ملک یہوداہ کو آرام ملا - مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ آسا کا غیر قوم لوگوں سے مدد مانگنا ناجائز خیال کیا گیا (۲ تواریخ باب ۱۶: ۷-۱۰) یہوسفط کے زمانہ میں اسرائیل سے صلح کی گئی اور اخی اب کی بیٹی سے یہوسفط کے بیٹے کی شادی ہوئی (۲ سلاطین باب ۸: ۱۸) سبق ۴

یادداشت نمبر ۱ میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہوسفط نے راماتِ جلعاد کی لڑائی میں ارامیوں کے خلاف شاہ اسرائیل کو مدد دی۔

سلیمان بادشاہ کے آخری دنوں میں مذہب بگڑنے لگا تھا۔ رحبعام اور ابیام کے زمانہ میں اس کی حالت اور بھی خراب ہو گئی اور کنعان کے باشندوں کے سب بُرے کاموں کی نقل کی گئی (۱ سلاطین باب ۱۴ : ۲۳-۲۴) آسا نے ان بدکاریوں کی اصلاح کی لیکن اس نے اونچے مقاموں کو برباد نہیں کیا (۱ سلاطین باب ۱۵ : ۱۴)

۲۔ یہورام۔اخزیاہ۔عتلیاہ۔ یہورام کے زمانہ میں ملک یہوداہ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ فلستیوں سے لڑائی ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لبناہ یہوداہ سے منحرف ہو گیا ادوم بھی یہوداہ کی کمزوری دیکھکر آزاد ہو گیا اور عربوں نے چڑھائی کی اور اخزیاہ کے سوا یہورام کے سب بیٹوں کو گرفتار کر لیا۔

اخزیاہ کے بارے میں ہم بہت کم جانتے ہیں۔ اسکی موت کا ذکر ہو چکا ہے (سبق ۲ یادداشت ۳) اس کے مرنے پر اس کی ماں عتلیاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا اور اپنے آپ کو تخت پر قائم کرنے کے لئے بادشاہ کی ساری نسل کو قتل کرنے کا حکم دے دیا لیکن یوآس بچ گیا (۲ سلاطین باب ۱۱ : ۲) اور بعد میں یہویدع کاہن کی کوشش سے وہ عتلیاہ کی جگہ پر بادشاہ بنایا گیا۔

اِس زمانے میں اخی اب کی بیٹی عتلیاہ کا ملک یہوداہ کے مذہب پر بُرا اثر پڑا اس نے یہوداہ میں بُت پرستی کا ایسا انتظام کیا جیسا کہ اسرائیل میں اس کی ماں ایزبل نے کیا تھا۔ لہذا مذہبی اصلاح کی بڑی ضرورت تھی۔

۳۔ **یوآس**۔ جب یوآس بادشاہ بنایا گیا تو اسکی عمر صرف سات برس کی تھی اس لئے ملک کا انتظام یہویدع کاہن کے ہاتھ میں تھا اور اس نے بعل کی پرستش نیست و نابود کرکے ازسرِنو خدا سے عہد کیا اس کے بعد امن و امان کا زمانہ آیا اور یوآس کو ہیکل کی مرمت کرنے کا موقع ملا۔ لیکن یہوآخز شاہ اسرائیل کی کمزوری کے سبب سے (دیکھو سبق ۴ یادداشت ۱) ارامیوں نے چڑھائی کی اور شہر یروشلیم بھی خطرے میں پڑا۔ اس نازک حالت میں یوآس حزائیل شاہ ارام کو نذریں دے کر بچ گیا۔ یوآس کے خادموں نے سازش کرکے بادشاہ کو قتل کیا لیکن اس کی حکومت کے اچھے اثرات کچھ عرصے تک قائم رہے۔

سوال۔ مذہب کے خیال سے ملک اسرائیل میں ایزبل کا اور ملکِ یہوداہ میں اسکی بیٹی کا اثر بیان کرو۔

سبق ۷۔ شاہان یہوداہ ۔عہد دوم ۔مذہب میں انقلاب

سبق کا مقصد سبق ۶ دیکھو۔ اس سبق میں بعل مذہب اور حقیقی مذہب کی کشمکش دکھلائی گئی ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲ سلاطین باب ۱۴: ۱-۲۲ + باب ۱۵: ۱-۷ و ۳۲-۳۸ + باب ۱۶: ۱-۲۰ + باب ۱۸: ۱- باب ۲۰: ۲۱۔

یادداشت ۱۔ امصیاہ ۔عزریاہ (عزیاہ) یوتام۔

امصیاہ کے زمانہ میں ملکِ یہوداہ ارام کے حملوں سے سنبھل گیا اور دوسری بار ادوم فتح ہوا۔ اس کامیابی کی وجہ سے شاہ یہوداہ کی ہمّت بڑھ گئی اور اس نے اسرائیل سے منحرف ہونے کا ارادہ کیا لیکن اسکی کوششیں بے موقع تھیں۔ سبق ۴ یادداشت ۲ میں ہم نے پڑھا ہے کہ یہوآس شاہ اسرائیل ارامیوں کی دقتوں سے فارغ ہوگیا تھا چنانچہ وہ امصیاہ سے لڑنے پر آمادہ ہوگیا اور شاہ یہوداہ بُری طرح ہار گیا۔ عزریاہ کے زمانہ میں (۲ سلاطین باب ۱۵: ۳۰ میں اس کا دوسرا نام عزیاہ دیا گیا ہے) ملکِ یہوداہ ترقی پر تھا۔ فلسطیوں نے لڑائی میں شکست کھائی اور عمونی عزریاہ کو نذرانے دینے لگے۔ شہر یروشلیم کی دیوار کی مرمت کی گئی۔ فوج کی تعداد بڑھ گئی۔ اور تمام ملک میں ہر طرح کی ترقی ہوئی۔ (دیکھو ۲ تواریخ باب ۲۶) یوتام اپنے باپ کے نقش

قدم پر چلتا رہا اور ملک پھر دولتمند ہونے لگا (یسعیاہ باب ۲ ۷)۔
اُن بادشاہوں کے حق میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے " وہ کام کیا جو خداوند کی نظر میں بھلا تھا" مگر انھوں نے " اونچے مقاموں" پر بت پرستی کو نہیں روکا (یسعیاہ باب ۲ ۵-۲۲ دیکھو) اس لئے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ یوتام کے جانشین کے زمانہ میں حقیقی مذہب پھر بگڑنے لگا۔

۲- آخز- ہم سبق ۴ یادداشت ۳ میں اس بات پر غور کر چکے ہیں کہ فقح شاہ اسرائیل نے اسور کے خلاف شاہ ارام سے عہد و پیماں کیا اور چاہا کہ شاہِ یہوداہ بھی اس میں شریک ہو جائے۔ مگر آخز نے انکار کیا جس کے سبب سے شاہِ اسرائیل نے اور شاہ ارام نے یہوداہ پر چڑھائی کی۔ یسعیاہ نبی کی رائے کے خلاف آخز نے اسور سے مدد مانگی۔

آخز کے زمانہ میں مذکورہ بالا بادشاہوں کے کاموں کا اثر جاتا رہا۔ بت پرستی اور غیر قوموں کے " نفرتی دستور" جاری ہوئے اور آخز نے دمشق کے مذبح کی نقل کی۔ یسعیاہ اور میکاہ کی کتابوں میں ملک کی عام حالت کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ یسعیاہ باب ۳ میں امیروں کی عیش و عشرت پر اور باب ۵ میں ان کی زیادتی پر سخت ملامت کی گئی ہے۔ (میکاہ باب ۲ ۲۰ اور باب ۳ ۲-۴ بھی دیکھو)۔

۳- حزقیاہ- حزقیاہ کا زمانہ وہ زمانہ ہے جو مذہب کی اصلاح کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہان یہوداہ میں سے یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے خیال کیا کہ بت پرستی کی خرابیوں کو

"اونچے مقاموں" سے بڑا گہرا تعلق ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نے اونچے مقاموں کو برباد کیا۔ اصلاح کے کام میں حزقیاہ کو یسعیاہ اور میکاہ سے بڑی مدد ملی۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس بادشاہ کا شخصی طور طریقہ ایسا تھا کہ ۲ سلاطین کا لکھنے والا بڑی تعریف کرتا ہے (باب ۱۸: ۵-۶) غالباً حزقیاہ شروع میں اسور کی اطاعت کرتا تھا لیکن جب شاہ اسور مرگیا اور سنحیرب تخت نشین ہوگیا (مسیح کی آمد سے پیشتر ۷۰۵ برس) تو ملک اسور کے مطیع لوگوں نے منحرف ہونے کی کوشش کی۔ اس تحریک میں حزقیاہ بھی شریک تھا اس لئے کہ اسکو امید تھی کہ مصر سے مدد ملیگی (۲ سلاطین باب ۱۹: ۲۱) مگر سنحیرب نے جلدی سے یہوداہ پر چڑھائی کی اور حزقیاہ کو بڑی نذر گذرانی پڑی۔ بعد میں سنحیرب کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ یروشلیم جیسا مضبوط قلعہ دشمنوں کے ہاتھ میں رہنا باعث خطرہ ہے۔ چنانچہ اس نے شہر کی سپردگی کے واسطے اپنے تین حاکموں کو بھیجا۔ ایسی نازک حالت میں حزقیاہ نے یسعیاہ نبی سے مشورت لی جس نے سنحیرب کی شکست کی پیشین گوئی کی۔ نبی کے کہنے کے مطابق شاہ اسور کی فوج پر بڑی آفت آئی (۲ سلاطین باب ۱۹: ۳۵) وہ چلی گئی اور شہر یروشلیم محفوظ رہا۔

سوالات ۱۔ حزقیاہ کے کام کو یاہو کے کام سے مقابلہ کرو۔
۲۔ حزقیاہ کے زمانہ میں شہر سامریہ مفتوح ہوگیا کیا وجوہات تھیں کہ اس کے فتح ہونے کے بعد شہر یروشلیم ۱۰۰ (ایک سو) برس سے زیادہ قائم رہا؟

سبق ۹۔ شاہان یہوداہ عہد سوم مذہب کی اصلاح اور توریت کی بازیافت

سبق کا مقصد۔ سبق ۶ دیکھو۔ یہ ظاہر کرنا کہ سلطنت یہوداہ کے آخری زمانہ میں مذہب کی اصلاح کس قدر واقع ہوئی اور توریت کے نسخہ کی بازیافت کا کہاں تک اثر ہوا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲ سلاطین باب ۲۱ ۱۔ باب ۲۳ ۳۰۔

یادداشت۔

۱۔ منسّی اور امون۔ منسّی کے زمانہ میں قومی مذہب حزقیاہ کی اصلاح سے پلٹ گیا" اونچے مقامات" پھر بنائے گئے ستاروں کی پرستش شروع کی گئی۔ خداوند کی ہیکل ناپاک کی گئی اور ایسے" نفرتی کام" کئے گئے جو غیر قوموں میں بھی نہیں پائے جاتے تھے (۲ سلاطین ۲۱ ۹) اس لئے نبیوں نے یروشلیم کی بربادی کی پیشین گوئی کی۔ ستاروں کی پرستش شاید اس وجہ سے شروع ہوئی کہ اس زمانہ میں اسور کی سلطنت ترقی پر تھی اور لوگوں نے اسور کی فوجوں کی کامیابی دیکھکر یہ سمجھا کہ اسور اس وجہ سے زبردست ہو گیا ہے کہ اس کے دیوتا طاقتور ہیں۔ امون نے ایسا ہی کیا لیکن یوسیاہ کے دنوں میں حقیقی مذہب پھر قائم ہو گیا۔

نوٹ۔ ۲ تواریخ باب ۳۳ ۱۱۔۲۰ سے معلوم ہے کہ منسّی کے گناہوں کے سبب خداوند اس پر اسور کی فوج چڑھا لایا۔ اس پر منسّی نے

توبہ کر کے یہوواہ کے مذہب کی اصلاح کی۔ لیکن بعض عالموں کا خیال ہے کہ بیانات میں اختلافات ہیں کیونکہ (۱) ۲ سلاطین میں کسی ایسی بات کا ذکر بھی نہیں ہے (۲) ۲ سلاطین باب ۲۳ : ۱۲ میں لکھا ہے کہ یوسیاہ کے زمانہ تک وہ مذبح موجود تھے جو منسّی نے بنوائے تھے (۳) یہویقیم کے زمانہ میں یرمیاہ نے ایسی بات کہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کے خیال میں منسّی کا گناہ معاف نہیں کیا گیا تھا۔ (یرمیاہ باب ۱۵ : ۴)

۲۔ یوسیاہ۔ یوسیاہ کے زمانہ میں دو خاص امر قابل غور ہیں:۔

(۱) یوسیاہ نے مذہب کی اصلاح کی۔

یوسیاہ شاہِ یہوداہ کے تیرھویں سال یرمیاہ نبوت کرنے لگا اور لوگوں کی بت پرستی اور بدکاری پر ایسی سخت ملامتیں کیں کہ مذہب کی اصلاح کی ضرورت صاف طور سے محسوس ہوئی چنانچہ یوسیاہ بادشاہ نے حکم دیا کہ خداوند کی ہیکل درست و آراستہ کی جائے۔ جب مرمّت بعد صفائی کا کام ہو رہا تھا تو اتفاقاً ہیکل کے اندر ایک نسخہ توریت کا ہاتھ آیا (۲ سلاطین باب ۲۲ : ۸) جب یہ کتاب بادشاہ اور رعایا کے سامنے پڑھی گئی تو سبھوں کے دلوں پر بڑا اثر ہوا۔ بادشاہ کتاب کی تعلیم پر عمل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خداوند کے حضور عہد باندھا اور سب لوگ اسی عہد پر قائم ہوئے۔ "اونچے مقامات" برباد کئے گئے۔ بت پرست کاہن موقوف کئے گئے اور ملک یہوداہ کے تمام لوگوں نے بڑے شوق سے عید فسح منائی (دیکھو ۲ سلاطین باب ۲۳ : ۲۲) اس اصلاح کے

کام میں یرمیاہ اور صفنیاہ حصّہ دار ہوئے ہونگے۔

(۲) یوسیاہ نے مصر کا مقابلہ کیا۔

ان ایام میں اسور کی سلطنت کا تنزّل ہونے والا تھا اور اسور کی کمزوری کی وجہ سے فرعون کی ہمّت بڑھنے لگی۔ یوسیاہ نے مصر کی ترقی دیکھکر اور اس کو باعث خطرہ سمجھکر فرعون نکوہ سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مجدّد کی لڑائی میں یوسیاہ بادشاہ قتل کیا گیا اس کی موت ملک یہوداہ کے لئے بڑی آفت ثابت ہوئی اس لئے کہ (۱) ملک یہوداہ کا آخری لائق بادشاہ گذر گیا تھا اور کوئی دوسرا نہیں رہا جو سلطنت کا اچھا انتظام اور لوگوں کی کافی حمایت کر سکے۔ (۲) یوسیاہ کی شکست اور موت کو دیکھکر بہتوں نے خیال کیا ہوگا کہ اب خداوند نے اپنی اُمّت کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ خداترس لوگ ہمّت ہار گئے۔

۳۔ توریت کی کتاب اور اس کی تعلیم کی تاثیر۔

عالموں کی رائے ہے کہ "توریت کی کتاب" جو یوسیاہ کے زمانہ میں ہیکل کے اندر پائی گئی وہ کتاب ہے جس کا نام کتاب مقدس میں استثنا ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ کتاب حزقیاہ کے دنوں میں لکھی گئی تھی اور کسی طرح سے کھو گئی۔ خواہ یہ رائے صحیح ہو خواہ غلط اس میں شک نہیں کہ اگر یوسیاہ کی اصلاح پر اور استثنا کی موٹی موٹی باتوں پر غور کیا جائے تو ان میں بہت کچھ مشابہت پائی جائیگی۔ ان باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ خداوند کی عبادت

ایک ہی ہیکل میں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یوسیاہ نے ملک کے تمام مذبحوں اور اونچے مقاموں کو برباد کرکے یروشلیم کی ہیکل کو خداوند کی عبادت کا مرکز بنا دیا۔ یروشلیم کی ہیکل اس لئے چُنی گئی کہ (۱) شہر یروشلیم مذہبی اعتبار سے تمام شہروں پر فوقیت رکھتا تھا (دیکھو یسعیاہ باب ۲ باب ۱۸، باب ۱۶ میکاہ باب ۴)

اور (۲) یہ شہر سنحیرب کے دستبرد سے بچ گیا تھا (۲ سلاطین باب ۱۹) اِس وجہ سے ایسا قلعہ خیال کیا گیا جو سر نہ ہو سکے۔

فصل دوم میں اور نیز اس فصل میں دو تین دفعہ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ یروشلیم قومی مذہب کا مرکز ہو گیا لیکن طالب علم کو اس امر پر خاص غور کرنا چاہیئے کہ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ جب یہ کہا جا سکا کہ فقط یروشلیم ہی کی ہیکل میں خدا کی پوری عبادت کی جا سکتی ہے۔ اس نئے خیال سے دو نتیجے نکلے (۱) خداوند کی عبادت غیر قوموں کی بت پرستی کے اثر سے زیادہ محفوظ رہی اور بعد اس کے وہ خرابیاں اس میں پھر آنے نہ پائیں جو اس سے پہلے کبھی کبھی واقع ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا دوسرا نتیجہ یہ تھا کہ (۲) یہودیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوند کی حضوری گویا صرف ایک ہی جگہ مل سکتی ہے اور صرف اسی جگہ انسان اسکی عبادت کر سکتا ہے (یوحنا باب ۴: ۲۰) اور یہ سچ مچ ان کی بڑی غلط فہمی تھی۔

سوال۔ ان شاہان یہوداہ کی فہرست لکھو جنھوں نے مذہب کی اصلاح کی۔ ان میں سے کس بادشاہ کی کوششیں زیادہ قابلِ تعریف ہیں؟ مع اسباب بتاؤ۔

سبق ۹۔ شہر یروشلیم کی تسخیر

سبق کا مقصد:۔ (۱) آخری شاہان یہوداہ کا مختصر بیان کرنا۔
(۲) یہ ظاہر کرنا کہ شہر یروشلیم کی تسخیر کیونکر ہوئی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۲ سلاطین باب ۲۳ آیت ۳۱ تا باب ۲۵ آیت ۳۰۔

یادداشت۔ (۱) بابل۔

جیسا کہ سبق ۸ یادداشت ۲ میں کہا گیا ہے ان ایام میں اسور کمزور ہونے لگا اور برخلاف اسکے بابل کا بادشاہ زورآور ہوگیا اور ۶۱۲ سال مسیح کی آمد سے پیشتر اس نے ملک اسور کو فتح کیا اور شہر نینوہ پر قبضہ کر لیا۔ (ناحوم کی کتاب کو دیکھنا چاہیئے۔ اس میں یہی واقعہ درج ہے) اسکے بعد شاہِ بابل نے مصر پر بھی حملہ کیا اور تخمیناً ۶۰۵ سال مسیح کی آمد سے پیشتر فرعون نکوہ نے لڑائی میں شکست کھائی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملکِ یہوداہ بھی خطرے میں ہونے لگا اور بہت عرصہ نہ گذرا کہ اس پر حملہ کیا گیا۔

۲۔ یہوآخز اور یہویقیم۔ سبق ۸ یادداشت ۲ میں ہم نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یوسیاہ شاہانِ یہوداہ میں سے آخری لائق بادشاہ تھا اور اس کی موت کے بعد کوئی دوسرا نہ رہا جو مصر سے مقابلہ کر سکے۔ یہوآخز کے زمانہ میں یہوداہ کی کمزوری اور مصر کی طاقت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ فرعون یہوآخز کو قید کر کے مصر میں لے گیا اور یہوداہ سے بڑا

خزانہ لوٹ کر یہوآخز کے بھائی کو بادشاہ بنایا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد فرعون بھی ہار گیا اور شاہِ بابل بنوکدنضر نے یہوداہ پر چڑھائی کی۔ تین برس تک یہویقیم اسکی اطاعت کرتا رہا۔ پھر اس نے بغاوت کی جس کا فقط یہ نتیجہ ہوا کہ بابل کی فوجیں پھر چڑھائی کرنے آئیں اور ان کے ساتھ کسدی ارام اور موآب اور بنی عمون بھی ملکِ یہوداہ کو برباد کرنے آ گئے۔

یہوآخز اور یہویقیم کی بابت کہا گیا ہے کہ انھوں نے "خداوند کی نظر میں بدی کی"۔ یہ ممکن ہے کہ جب ملک مصر ترقی پر تھا تو ملک یہوداہ میں مصریوں کے دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی (حزقی ایل باب ۸: ۱۶ دیکھو۔ اس آیت میں آفتاب کی پرستش کا ذکر ہے) یہوداہ کی مذہبی حالت بہت خراب ہو گئی اور یرمیاہ نے بت پرستوں کی بدکاریاں دیکھکر یروشلیم کے فتح ہونے کی پیشین گوئی کی (یرمیاہ باب ۲۵: ۱-۱۴ + باب ۳۶۔ اور اوریاہ کی نبوت کا معاملہ بھی قابلِ غور ہے۔ یرمیاہ باب ۲۶: ۲۰-۲۳)۔ یہ پیشین گوئی بہت جلد پوری ہو گئی۔

۳۔ یہویاکین اور صدقیاہ - یہویاکین نے صرف تھوڑے عرصے تک سلطنت کی تھی کہ شاہِ بابل بنوکدنضر نے یروشلیم پر حملہ کیا۔ یہویاکین مغلوب ہوا اور شاہِ بابل اسکو اس کے خاندان اور اسکے بڑے لوگوں کو بابل میں لے گیا اور اسکے باپ کے بھائی کو بادشاہ بنایا۔ لیکن صدقیاہ کو شاہِ مصر سے مدد کی امید تھی (حزقی ایل باب ۱۷: ۱۵) اس لیئے یرمیاہ کی رائے کے خلاف

(یرمیاہ باب ۲۷: ۱۲-۲۲) وہ بابل سے منحرف ہوگیا۔ اس پر شہر یروشلیم کا پھر محاصرہ ہوا اور صدقیاہ بادشاہ گرفتار کیا گیا اور شاہِ بابل کے سامنے لایا گیا۔ اس کو بڑی سخت سزا دی گئی اور کسدیوں کے سارے لشکر نے شہر یروشلیم کو لوٹ کر برباد کر دیا۔ لہٰذا ملک یہوداہ کو فوجی طاقت اور سیاسی ترقی کی مطلق اُمید باقی نہ رہی (تاریخ ۵۸۶ سال مسیح کی آمد سے پیشتر)

سوالات ۱۔ یرمیاہ نے شاہِ بابل کو خداوند کا خدمتگزار کیوں کہا؟ (یرمیاہ باب ۲۵: ۹)

۲۔ کیا یرمیاہ حقیقت میں محبِّ وطن تھا؟

سبق ۱۰۔ فصل کا خلاصہ

سبق کا مقصد۔ تمام فصل پر نظر ثانی کر کے یہ ظاہر کرنا کہ مسیح کی آمد کے لئے خدا نے تنزل اور لپست حالی سے اپنے برگزیدوں کو تیّار کیا؟

مطالعہ کے لئے مضمون۔ زبور ۱۰۶۔

یادداشت۔ ۱۔ تنزّل کا زمانہ۔ فصل دوم میں ہم نے ترقی کے زمانہ کا مطالعہ کیا جس میں بنی اسرائیل کے متفرق قبائل ایک دوسرے سے ملکر ایک دولتمند اور طاقتور قوم بن گئے جس زمانہ کا اس فصل میں بیان کیا گیا ہے وہ تنزّل کا زمانہ تھا جس میں یہودیوں کا ستارۂ اقبال غروب ہو گیا۔

۲۔ سیاسی تنزّل۔ سلیمان کی موت کے بعد اس کی سلطنت میں پھوٹ پڑی اور اسرائیل اور یہوداہ الگ الگ ہو گئے۔ تقریباً ۲۰۰ سال بعد شمالی ملک مغلوب ہو گیا۔ ۱۵۰ برس تک ملک یہوداہ بحال رہا۔ پھر وہ بھی نیست و نابود کیا گیا۔ اس کے کیا وجوہات ہیں کہ قریب قریب ۳۵۰ برس کے اندر ساؤل داؤد اور سلیمان کا کام برباد کیا گیا؟ کم از کم یہ وجوہات قابل ذکر ہیں:۔

(۱) سلطنت میں پھوٹ پڑنا۔ بہت دنوں تک اسرائیل اور

یہوداہ میں لڑائی ہوتی رہی۔ اگر ملک لڑائی کرتے تو شاید ملک اپنے اپنے دشمن یعنی ارام۔ اسور مصر اور بابل سے مقابلہ کر سکتے۔ سلیمان کی سلطنت میں پھوٹ پڑنا اسرائیل اور یہوداہ کی کمزوری کا پہلا بھید تھا۔

(۲) اسرائیل اور یہوداہ کا محل وقوع۔ نقشے پھر دیکھو جو سبق ۲ اور سبق ۴ میں دئے گئے ہیں۔

(۳) غیر قوموں کے سیاسی معاملات میں دست اندازی۔ شاہان اسرائیل اور شاہان یہوداہ نے یکے بعد دیگرے ارام اور مصر اور اسور سے معاہدہ کیا۔ اس سے ان کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ آخر میں نقصان پہنچا۔ اس لئے کہ یہ ملک ایک ایک کر کے اسرائیل اور یہوداہ کے دشمن ہو گئے اور پہلے ملکِ اسرائیل کو اور پھر ملک یہوداہ کو برباد کیا۔

(۴) بادشاہوں کی کمزوری۔ دو تین بادشاہوں کو چھوڑ کے شاہان اسرائیل و یہوداہ زیادہ تر کمزور تھے۔ جو لیاقت اور طاقت ان میں تھی وہ اکثر خانہ جنگی میں صرف کی گئی اور ان کے پاس کافی زور نہ رہا کہ وہ غیر قوموں کا سامنا کر سکیں۔

(۵) رعایا کی غریبی و تنگدستی۔ بادشاہوں کی کمزوری کی وجہ سے رعایا کی حالت عام طور پر بہت ہی خراب رہی۔ امیروں کی زبردستی اور ظلم کا اثر غریبوں پر پڑا عام لوگ پست ہمت ہو گئے۔ اور وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بہادری اور جانفشانی سے لڑ نہ سکے۔

۳-مذہب میں تنزّل - جن بادشاہوں کا ذکر اس فصل میں ہوچکا ہے ان میں سے اکثروں نے "خداوند کی نظر میں بدی کی" بت پرستی اور اس کی بدکاریاں عام ہوگئیں - بعض شاہان نے مذہب کی اصلاح کی کوشش تو کی لیکن ان کے اچھے کاموں کا اثر جلد جاتا رہا - مثلاً یوسیاہ کے زمانہ کے بعد یہوداہ کی مذہبی حالت پھر خراب ہوگئی غرض کہ اس فصل میں حقیقی مذہب کا تنزّل رفتہ رفتہ ظاہر ہوتا ہے - لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ نبیوں کا کام قابلِ تعریف ہے - وہ برابر ان بدکاریوں پر سخت ملامتیں کرتے رہے جو انہوں نے قوم کی زندگی میں دیکھیں - مگر عموماً ان کی کوئی سننے والا نہ تھا خدا کے لوگوں کو شکست اور جلاوطنی کی مصیبتیں اُٹھانی پڑیں قبل اسکے کہ وہ نبیوں کا پیغام قبول کرسکیں -

۴-امید و توقع - جب شاہِ بابل نے شہر یروشلیم پر قبضہ کرکے خداوند کی ہیکل کو برباد کیا تھا تو یہودیوں کو ماننا پڑا کہ دنیاوی طاقت اور فوقیت کی امید ہمیشہ کے لئے جاتی رہی ہے - مگر ان کو یہ بھی سیکھنا پڑا کہ نجات نہ تو زور سے اور نہ توانائی سے بلکہ خدا کے روح سے حاصل ہوتی ہے - چنانچہ اس زمانہ میں جب شہر یروشلیم ویرانہ تھا اور ملک کے بڑے بڑے لوگ جلاوطن ہوگئے تھے اس بڑی آفت کے دنوں میں مصیبت زدہ یہودیوں کے دلوں میں ایک نئی اُمید پیدا ہوگئی - اور ان کی امید یہ تھی کہ ایک نجات دہندہ یعنی

مسیح آئیگا جو اپنے لوگوں کو نجات بخشیگا اور خدا کی بادشاہت پھر قائم کریگا - اس اُمید کا بیان آنے والی فصل کے آخری سبقوں میں پایا جائیگا اس فصل میں جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے لپست حالی اور تنزّل سے اپنی اُمّت کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کیا۔

فصل سوم کا خلاصہ یہودیوں کے سیاسی تنزّل کا نقشہ
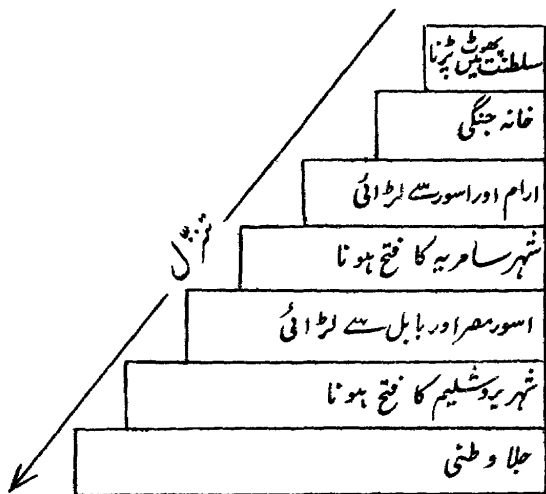
تواریخی تتمّہ

تتمّہ کا مقصد۔ اس تتمّہ میں ۴ سبق ہیں جن میں ان ضروری واقعات کا بیان کیا جاتا ہے جو شہر یروشلیم کے فتح ہونے کے بعد اور خداوند یسوع مسیح کی پیدائش سے پیشتر واقع ہوئے۔

تتمّہ کے سبق

سبق ۱۱ (۱) تتمّہ کی ضرورت۔
" ۱۲ (۲) بابل کے ماتحت۔
" ۱۳ (۳) فارس کے ماتحت۔
" ۱۴ (۴) یونان کے ماتحت۔

سبق ۱۱۔ تواریخی تتمہ (۱) اس تتمہ کی ضرورت

سبق کا مقصد۔ تتمہ کا مقصد و مطلب زیادہ صفائی سے پیش کرنا۔

یادداشت ۱۔ تاریخی مشکلات کا حل۔ دسویں سبق میں (دیکھو یادداشت ۴) یہ کہا گیا ہے کہ شہر یروشلیم کے فتح ہونے کے بعد یہودیوں کے دلوں میں ایک نئی امید پیدا ہو گئی اور یہ اُمید آنے والی فصل میں اور بالخصوص اسکے آخری سبقوں میں بیان کی جائیگی۔ چنانچہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم آگے بڑھکر اس اُمید کا مطالعہ فوراً شروع کرے اور فصل پنجم پڑھکر یہ بھی معلوم کرے کہ یہ اُمید مسیح کی آمد سے کہاں تک پوری ہوئی۔ لیکن قبل اسکے کہ طالب علم فصل چہارم کو عبور کرے بعض جواب طلب سوالات اسکے سامنے آئینگے اور اگر ان سوالات کا جواب نہ دیا جائے تو فصل پنجم کے پہلے ہی سبق کے مطالعہ میں طالب علم کو مشکلات محسوس ہونگی۔ مثلاً کیا وجہ ہے کہ کتاب مقدس میں فارس کے بادشاہوں کا ذکر ہے؟ کیا وجہ ہے کہ نیا عہد نامہ یونانی زبان میں لکھا گیا؟ کیا سبب ہے کہ خداوند یسوع مسیح کے زمانہ میں ایک رومی حاکم فلسطین پر حکومت کر رہا تھا؟ ذہین طالب علم خیال کریگا کہ فتح یروشلیم اور پیدائش مسیح کے درمیان کچھ اہم واقعات ظہور ہوئے جن سے واقفیت رکھنا واجب ہے اور اگر وہ نظر انداز کرکے بیان نہ کئے جاویں تو

تاریخی سلسلہ میں کمی ہوگی۔

۲۔ نقشہ کی تشریح ۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ تواریخی تتمہ لکھا گیا ہے اور اس کی اہمیت مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہوگی۔ کتابِ مقدس کی تواریخ کے سلسلے کو شاہراہ سے مثال دی گئی ہے جس کے کنارے کنارے یہ شہر بسے ہوئے ہیں:۔ آغازِ قوم یہود۔ ترقی سے تیاری۔ تنزل سے تیاری۔ امید تجسم۔ بشارت۔ غور و تامل (اس کتاب کی تمہید دیکھو حصہ سوم۔ "اس کتاب کی ترتیب") کیونکہ کتاب مقدس کی تواریخ کے یہ حصے یکے بعد دیگرے پائے جاتے ہیں اور ان کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس لئے کتابِ مقدس کی شاہراہ سیدھی کھینچ گئی ہے اور اگر مسافر چاہے تو سیدھا چل کر شروع سے آخر تک اس پر سفر کرسکتا ہے۔ لیکن شاہراہ سے کچھ فاصلے پر اور بھی شہر واقع ہیں جن کی سیر بھی ضروری ہے تاکہ کتابِ مقدس کی تواریخ کی تمام اطراف سے واقفیت حاصل ہو۔ چنانچہ ایک سڑک شاہراہ سے نکلتی ہے اور ان شہروں کے پاس سے گھوم کر پھر شاہراہ سے مل گئی ہے۔ اس سڑک سے یہ تتمہ مراد ہے جس میں اُن واقعات کا بیان ہے جو یروشلیم کے فتح ہونے کے بعد اور مسیح کی پیدایش سے پہلے واقع ہوئے۔

چنانچہ ہم پہلے تاریخی تتمہ کی سڑک پر سفر کریں اور وہاں کے شہروں کی سیر کر کے پھر شاہراہ پر قدم رکھیں اور فصل چہارم میں

آنے والے مسیح کی آمد پر غور کریں نقشہ سے معلوم ہو گا کہ اس تتمہ میں تین سلطنتوں کا بیان ہو گا - یعنی بابل - فارس اور یونان کا پھر تتمہ کے آخر میں سلطنتِ روم کا بھی ذکر ہو گا -

---

سبق ۱۲۔ تواریخی تتمہ (۲) بابل کے ماتحت

سبق کا مقصد۔ سلطنتِ بابل اور تاریخ یہود کی سیر۔

یادداشت۔ ۱۔ یہودیوں کی پراگندگی اور افتراق

سبق ۹ میں ہم معلوم کر چکے ہیں کہ ۵۸۶ سال قبل از مسیح شہر یروشلیم فتح ہوا اور ملکِ یہوداہ بابل کی سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا اور رعایا کی حالت نہایت ہی خراب ہو گئی اس لئے بہت سے یہودی اپنے ملک کو چھوڑ کر ملکِ مصر میں جا بسے۔ طالب علم اس بات پر غور کرے کہ اس زمانہ میں یہودی پراگندہ ہونے لگے۔ کچھ جلاوطن ہو کر بابل میں رہنے لگے اور کچھ اپنی خوشی سے ملک مصر میں جا بسے۔ بعد میں اور خاصکر سلطنتِ یونان کے ایام میں یہودی لوگ بہت زیادہ پراگندہ ہو گئے اور بحرِ روم کی تمام اطراف کے ملکوں میں رہنے لگے۔

۲۔ بابل کا فتح ہونا۔ سلطنت بابل بڑی مدت تک قائم نہ رہی۔ ۵۴۷ سال قبل از مسیح خورس شاہ مادی نے اپنی قوت بازو سے فارس کی بادشاہت پر قبضہ کر لیا اور فتح کرتے کرتے دس برس کے عرصے میں اس قدر طاقتور ہو گیا کہ شہر بابل پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ شہر کے کاہنوں کی بے وفائی کے سبب سے اس نے آسانی سے شہر بابل کو فتح کیا اور ۵۳۹ یا ۵۳۸ قبل از مسیح بابل کی تمام سلطنت پر تصرّف کر لیا جس کا ملک یہوداہ ایک صوبہ تھا۔

۳- بابل کی شکست سے یہودیوں کے دل میں رہائی کی اُمید پیدا ہوئی

پرانے عہدنامے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہودی بابل سے رہائی کی بڑی خواہش رکھتے تھے اور بڑے شوق کے ساتھ سلطنت بابل کی شکست کا انتظار کرتے تھے (دیکھو یسعیاہ باب[۱۳] ۱- ب[۱۴] ۲۳ + ب[۲۱] ۱-۱۰ یرمیاہ ب[۵۰] ۱- ب[۵۱] ۵۸- نیز یسعیاہ ثانی کی تصنیفات یعنی یسعیاہ باب[۴۰] باب[۵۵]- قابل غور ہیں بالخصوص یسعیاہ باب[۴۴] ۲۴- باب[۴۵] ۶ جس میں خورس کا ذکر ہے بلکہ اس کے علاوہ نبی نے اس کا نام چرواہا رکھا ب[۴۴] ۲۸) اب ہم سلطنتِ فارس کی تواریخ کی طرف توجہ کر کے یہ معلوم کریں کہ اس کے زمانہ میں یہودیوں کی یہ بڑی اُمید کہاں تک پوری ہوئی اور کہاں تک ناقص رہی۔

سبق ۱۲-تواریخی تتمہ (۳) فارس کے ماتحت

سبق کا مقصد۔ سلطنتِ فارس کے ماتحت یہودیوں کی حالت کا اظہار۔

یادداشت۔ ۱-سلطنت فارس کی وسعت۔

فارس کی سلطنت بہت وسیع تھی اور مشرق میں ہندوستان کی سرحد تک اور مغرب میں مصر اور یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ تقریباً ۲۰۰ برس تک قائم رہی اور ہرچند اسکے اگلے بادشاہوں نے سختی کے ساتھ حکومت کی تاہم ان کا طرز انتظام اچھا تھا۔ غرضکہ یہ بڑی طاقتور سلطنت تھی اور تعجب کی بات ہے کہ فقط تین سال کے عرصے میں یہ دولتمند طاقتور۔ اور عزت دار سلطنت سکندر اعظم کی فتحیاب فوجوں کے سامنے اس طرح مٹ گئی جس طرح شبنم آفتاب کے سامنے کافور ہو جاتی ہے۔

۲-فارس کے ماتحت یہودیوں کی خوشحالی

سلطنت فارس کے ماتحت یہودیوں کی کیسی حالت رہی ؟ عزرا باب ۱-۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ خورس خود یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا اور اس نے اجازت دی کہ وہ یہودی جو اپنے وطن کو واپس جانا چاہیں چلے جائیں۔ دیگر شاہان اہلِ یہوداہ پر مہربان تھے (دیکھو عزرا باب ۶-۱-۲۶ اور نحمیاہ باب ۲-۱-۱۱- اگرچہ نام ایک ہی ہے تاہم دو اشخاص مراد ہیں۔ تینوں شاہانِ فارس کا نام یہی تھا۔) ان بادشاہوں نے یہودی

مذہب کی حفاظت اور ترقی کا خیال کیا لیکن باوجود اس کے طالب علم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہودیوں کی مذہبی زندگی بلکہ ان کی تمام قومی زندگی شاہانِ فارس کی مہربانی پر موقوف تھی اور ہر وقت ایذا رسانی کا اندیشہ ان کے دلوں میں قائم رہا۔ یہودی نہ صرف شہر بابل اور مصر میں بسے ہوئے تھے بلکہ فارس کی سلطنت کے دیگر مقامات میں بھی قیام کرنے لگے۔ شروع میں تنگ حال اور غریب تھے مگر جب تجارت کرنے لگے تو بتدریج اس قدر خوش حال ہو گئے کہ جب انھیں ملک یہوداہ میں واپس جانے کا موقع ملا تو اکثر یہودیوں نے واپس جانا پسند نہیں کیا اور سمجھا کہ جانے سے کیا فائدہ؟ ان میں سے بہتیرے جلاوطنی کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے سو ان کے لئے یروشلیم محض ایک ایسے شہر کا نام تھا جسے انھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ برخلاف اس کے انھوں نے شہر یروشلیم کی ویرانی اور یہوداہ کے باشندوں کی غریبی کے متعلق بہت کچھ سنا ہوگا۔ چنانچہ جائے تعجب نہیں ہے کہ اکثر یہودیوں نے اپنی مذہبی ذمہ داری محسوس نہیں کی بلکہ سلطنت فارس کے متفرق مقامات میں رہکر دولت حاصل کرنے میں مصروف رہے۔ مگر بعض دیندار اور خداترس یہودی اپنے وطن کو واپس گئے اور ہمیں ان کی حالت پر غور کرنا چاہیئے کہ ہم معلوم کریں کہ انھوں نے کیسی کوششیں کیں تاکہ ان کا عزیز شہر یروشلیم اور اسکی ہیکل بحال ہو جائے اور خداوند کی عبادت از سرِ نو جاری کی جائے۔

۳-ملک فلسطین میں یہودیوں کا حال۔

عزرا باب ۱۔ باب ۶ سے ہمیں معلوم ہے کہ یہودی کافی تعداد میں اپنے وطن کو واپس گئے اور وہاں پہنچ کر زربابل کی ہدایت سے قومی زندگی کو بحال کرنے کے کام میں ہاتھ لگایا حجّی اور ذکریاہ نے لوگوں کی ہمّت افزائی کی کہ وہ ہیکل کی مرمّت کریں (دیکھو حجّی باب ۱۲-۱۵ وغیرہ) اور انھوں نے محنت کر کے قبل از مسیح ۵۱۶ء میں کام ختم کر دیا۔ اس کے بعد کیا کیا باتیں واقع ہوئیں ہمیں مطلق علم نہیں ہے۔ ستّر برس تک ہمیں یروشلیم اور اسکے باشندوں کے حال کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے لیکن تخمیناً قبل از مسیح ۴۵۸ء ارتخششتا اول نے نحمیاہ کو ملک یہوداہ میں بھیجا اور نحمیاہ کی تقریر سے (دیکھو نحمیاہ باب ۲ ۱۷ اور ۱۸) معلوم ہوتا ہے کہ شہر یروشلیم کی دیواریں اس وقت تک نہیں بنی تھیں اور اس سبب سے باشندوں کی حالت بہت خراب ہوئی ہوگی۔

۴۔ نحمیاہ اور عزرا کی خدمت۔ نحمیاہ کی کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع پر اور اس کے دوسری بار آنے پر (تاریخ ۴۳۲ء قبل از مسیح۔ دیکھو نحمیاہ باب ۱۳ ۶-۳۱) نحمیاہ نے اپنے ہموطنوں کی خدمت کے لئے بڑے کام کئے اس نے یروشلیم کی شہر پناہ کی مرمت کرائی اور توریت کی عزّت کو پھر تازہ کیا لیکن صرف چالیس سال کے بعد تخمیناً ۳۹۸ء قبل از مسیح جب عزرا کو ارتخششتاہ دوم سے یروشلیم

جانے کی اجازت ملی تو یہودیوں کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کی اصلاح کی ضرورت اسے محسوس ہوئی۔ عزرا نے اس بات پر خاص غور کیا کہ یہودیوں میں غیر قوم عورتوں سے شادی کا رواج ہوگیا تھا اور اس نے سختی کے ساتھ اس دستور کی ممانعت کی۔ (دیکھو عزرا باب۔ باب ۱) طالب علم اس معاملہ پہ خاص توجہ کرے اس لئے کہ عزرا کے اِس فعل سے یہودیوں کی غیر قوموں سے علیحدگی اور نفرت کی وہ طبیعت پیدا ہوئی جو نئے عہدنامے میں بڑی صفائی کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ مگر اگرچہ عموماً یہودی لوگ اس بات میں عزرا کی پیروی کرنے لگے کہ آج تک غیر قوموں سے کسی قدر الگ رہتے ہیں تاہم بعض یہودیوں کا خیال اسکے خلاف تھا اور ان کی تعلیم رُوت کی کتاب میں اور یوناہ کی کتاب میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ سامریوں کا تفرقہ۔ ایک اور غور طلب امر ہے جو اس زمانہ کے واقعات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ سامریوں کے تفرقے کا معاملہ ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ "یہوداہ اور بنیمین کے دشمن" جن کا ذکر عزرا باب ۴ میں پایا جاتا ہے سامری تھے زربابل نے ان سے مدد نہ لی (عزرا باب ۳) اور اس وجہ سے انھوں نے اس کی مخالفت کی لیکن وہ محض اس سبب سے یہودیوں سے بالکل الگ نہیں ہوگئے۔ تفرقے کی دوسری وجہ تھی یعنی غیر قوم عورتوں سے شادی کرنے کی ممانعت جو سیفس نام ایک مشہور یہودی مورّخ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں

ایک کاہن تھا جس کا نام منسّی تھا اور جس نے سنبلط کی بیٹی سے شادی کی تھی (دیکھو نحمیاہ باب ۱۳ : ۲۸) چنانچہ ہیکل کے بزرگوں نے اسکو غیر قوم بیوی کو الگ کر دینے کا حکم دیا مگر سنبلط نے اسکو مخالفت کرنے کی ترغیب دی اور ہیکل بنوانے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ یہ کاہن اور اسکے پیرو یہودیوں سے الگ ہوگئے۔ سکندر اعظم کی اجازت سے یہ ہیکل کوہ گرزیم پر تعمیر کی گئی اور صدیوں تک سامری اس میں عبادت کرتے رہے۔ (دیکھو یوحنا باب ۴ : ۲۰) زربابل نحمیاہ اور عزرا کی کوششوں کے باوجود عام لوگوں کی روحانی حالت خراب رہی (دیکھو ملاکی باب ۱ : ۶-۷۔ باب ۲ : ۱۷ + باب ۳ : ۱۴۔ اور یسعیاہ باب ۵۷ : ۳-۱۳۔ باب ۵۹ : ۲-۱۵) غالباً وہ سیاسی خود مختاری کی امید کر رہے تھے اور ارتخششتا سوم کے ایّام میں یہ خواہش بہت زیادہ بڑھ گئی اس لئے کہ وہ سخت دل اور بے رحم بادشاہ تھا۔ ہونہ ہو انبیاکے دنوں میں وہ دوسری امید بڑھتی گئی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے (سبق ۱۰ یادداشت ۴)۔

۶- نحمیاہ اور عزرا پر یادداشت مزید- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے عزرا اور پھر نحمیاہ یروشلیم کو گیا۔ مندرجہ بالا مضمون میں یہ سلسلہ اُلٹا کر دیا گیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ نحمیاہ پہلے گیا (ارتخششتا اوّل کے زمانہ میں ۴۵۸ھ اور ۴۳۲ھ قبل از مسیح) اور عزرا بعد میں گیا (ارتخششتا دوم کے زمانہ میں ۳۹۸ھ قبل از مسیح) اس فصل کے مصنّف نے ان وجوہات سے

نحمیاہ کا پہنچنا پہلے سمجھا۔

ا۔ عزرا کے آنے سے پیشتر یروشلیم کی شہر پناہ تعمیر ہو چکی تھی۔
(دیکھو عزرا باب ۹)

ب۔ جب عزرا یروشلیم میں پہنچا تو اس نے ہیکل کا خزانہ چند
خزانچیوں کے ہاتھ میں پایا۔ (دیکھو عزرا باب ۸ ۳۳)
نحمیاہ نے اس سے پہلے خزانچیوں کو مقرر کیا تھا نحمیاہ باب ۱۳)

ج۔ نحمیاہ باب ۱۳ ۲۳۔۳۱ کی عبارت میں عزرا کے کام کا ذرا
بھی ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نحمیاہ نے غیر قوم
عورتوں سے شادی کرنے کا دستور دریافت کیا۔ پھر
چالیس سال کے بعد عزرا نے دیکھا کہ یہ دستور اب تک
جاری ہے چنانچہ اس نے سختی کے ساتھ اسکی مخالفت کی۔

سبق ۱۴۔ تواریخی تتمہ (۴) یونان کے ماتحت

سبق کا مقصد۔ سلطنتِ یونان کے ماتحت یہودیوں کا حال بیان کرنا۔

یادداشت۔ ۱۔ یونانی حکومت کی وسعت۔

یہودی قوم ارتخشتتا سوم کے بار ظلم سے جلد سبکدوش ہوگئی یعنی ۳۳۴ء قبل از مسیح سکندر اعظم ایشیائے کوچک میں داخل ہوا اور تین سال کے اندر تمام سلطنت فارس کو تصرف میں لایا۔ یونانی افواج ہر جگہ فتحیاب ہوئیں اور ۳۲۵ء تک سکندر کی سلطنت شمالی ہندوستان تک پھیل گئی۔

۲۔ یونانی تہذیب کا اثر۔

سکندر اعظم محض فتح کرنے پر قناعت نہ کرتا تھا۔ جہاں کہیں وہ جاتا اس کوشش میں رہتا تھا کہ یونانی خیالات و رسومات اور علوم و فنون قائم ہو جائیں۔ لہذا اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحر روم کی تمام اطراف میں یونانی زبان مروج ہوگئی اور ہر جگہ یونانی علما کی تعلیم کی تاثیر محسوس ہونے لگی۔

۳۔ دین یہود پر یونان کا اثر۔

لیکن اگرچہ یونانی علوم کی طغیانی اس قدر موجزن ہوگئی تاہم دین یہود دنیاوی تعلیم کے گرداب میں غرق نہ ہوا۔ یہودیوں نے گردشِ زمانہ دیکھکر اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے انتظام کیا۔ چنانچہ اِن آیام میں دین یہود میں دو تین نئی

باتیں پائی جاتی ہیں:۔

ا۔ SANHEDRIN سینہیڈرن یہ اکہتّر بزرگوں کی ایک مجلس تھی جس کا میر مجلس سردار کاہن تھا اور جس کا کام دین یہود کی حفاظت کرنی اور اس کے قوانین اور انتظام قائم رکھنا تھا۔

ب۔ عبادت خانہ۔ سکندر اعظم کی فتوحات کے سبب سے تجارت میں بڑی ترقی ہوئی اور یہودی سوداگر دور دور کے ملکوں میں رہنے لگے۔ مگر وہ اپنے ساتھ یروشلیم کی ہیکل نہیں لے جاسکے۔ چنانچہ ہر شہر میں جہاں یہودی کافی تعداد میں مقیم ہوگئے کم از کم ایک عبادت خانہ تعمیر کیا گیا جس میں اہل یہود خدا کا کلام پڑھتے اور اپنے باپ دادوں کے عقیدے کے موافق خدا کی عبادت کرتے تھے۔

ج۔ نومرید۔ یونانی فلسفہ کے سامنے یہودی پریشان اور پست ہمت نہ ہوئے بلکہ اپنے مذہب کی خوبیوں پر فخر کرکے غیر قوموں کو مرید کرنے لگے۔ شاید ان نومریدوں کی امداد کے لئے اور نیز اس لئے کہ یونانی زبان دنیا بھر کی عام زبان ہوگئی تھی اس زمانہ میں پرانے عہدنامہ کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

ھ۔ مذکورہ بالا مضامین کا خلاصہ۔

یہ واقعات بڑے اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں لیکن ان پر غور کرنے سے طالبعلم کے لئے کم از کم ذیل کی باتوں کا

سمجھنا آسان ہو جائیگا۔

(۱) اس بات کا سبب کیا تھا کہ خداوند یسوع مسیح کے زمانے میں یونانی زبان ملک فلسطین میں بولی جاتی تھی اور نیا عہدنامہ اسی زبان میں لکھا گیا؟ (۲) اس بات کی وجہ کیا تھی کہ جہاں کہیں پولس رسول گیا وہاں اس نے یہودیوں کا ایک گردہ ایک عبادت خانہ اور چند مریدوں کو پایا؟ طالب علم نے یہ بھی معلوم کرلیا ہو گا کہ سنہیڈرن کیا تھا اور وہ قیاس کرسکتا ہے کہ رفتہ رفتہ سنہیڈرن کا اختیار اس قدر بڑھتا گیا کہ اس نے پیلاطس کو یسوع مسیح کو صلیب دینے پر مجبور کیا۔

۵ مکّابیوں (MACCABEES) کی بغاوت (الف) سلیوکی سلطنت اور تالمی سلطنت میں مخالفت

خداوند یسوع مسیح کی پیدائش سے پیشتر یہودیوں نے آزادی حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ اس کا بیان نہایت ہی ضروری ہے۔

۳۲۳ء قبل از مسیح سکندر اعظم کا انتقال ہوگیا اور اس کی سلطنت اس کے سپہ سالاروں میں تقسیم کی گئی۔ ہماری غرض صرف دو سپہ سالاروں سے ہے۔ ایک کا نام تالمی (PTOLEMY) تھا اور اس نے ملک مصر پر قبضہ کرکے حکومت شروع کی۔ اس کا دارالسلطنت شہر سکندریہ تھا اور اس کا خاندان تین صدیوں تک قائم رہا۔ دوسرے

سپہ سالار کا نام سلیوکس (SELEUCUS) اور اس نے ایشیائے کوچک کا درمیانی حصّہ تصرّف میں لیا اور شہر انیٹوک یا انطاکیہ کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ اس کا خاندان تقریباً ۳۰۰ برس تک قائم رہا اور اس کے جانشین یا تو سلیوکس (SELEUCUS) یا انیٹوکس (ANTIOCHUS) (انطاکی) کہلائے تھے۔ طالب علم اس بات پر غور کرے کہ جس طرح پرانے زمانہ میں ملک یہوداہ مصر اور اسور کے بیچ میں واقع تھا اب بھی اسی طرح سلیوکس اور تالمی جیسی طاقتور سلطنتوں کے بیچ میں واقع ہے۔ (نقشے میں انطاکیہ یروشلیم اور سکندریہ کا محل وقوع دیکھو)
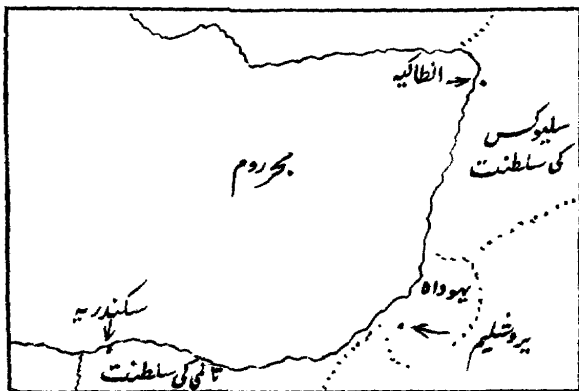
لہٰذا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تالمیوں اور سلیوکیوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں سکندر اعظم کے انتقال کے بعد چالیس سال کے اندر دونوں مخالفوں نے چار۔ چار دفعہ ملک یہوداہ پہ

قبضہ کرلیا۔ آخر کار وہ تالمی کے ہاتھ میں آیا مگر سلیو کی اسکو تصرف میں لانے کے کوشاں رہے۔

ب۔ سلیو کی خاندان نے فتحمند ہوکر ہیکل کی بے حرمتی کی۔

۱۹۸ء قبل از مسیح سلیو کی خاندان اس کشمکش میں کامیاب ہوا۔ انیٹوکس سوم نے شہر یروشلیم کو فتح کیا۔ اور ملک یہوداہ سلیو کی سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا۔ اس کے جانشین نے (بنام انیٹوکس اپی فینیس ANTIOCHUS EPIPHANES) نے چاہا کہ یہودی نہ صرف یونانی علوم حاصل کریں بلکہ یونانی دیوتاؤں کو بھی قبول کریں۔ اس نے اپنا مقصد پورا کرنے کیواسطے اپنے ایک دوست کو سردار کاہن مقرر کیا مگر یہودیوں نے استقلال کے ساتھ اس کی مخالفت کی چنانچہ انیٹوکس نے زبردستی سے کام انجام دینے کا ارادہ کیا۔ ۱۶۸ء قبل از مسیح اس نے بڑی فوج کے ساتھ یروشلیم پر حملہ کیا۔ اس کی شہر پناہ برباد کی اور ہیکل میں زیوس (ZEUS) نام یونانی دیوتا کی مورت کو کھڑا کرادیا اور ختنہ سبت اور توریت کی ممانعت کر کے حکم دیا کہ سب یہودی سور کا گوشت کھالیں! لیکن اس سے بھی اسکے ستم کی تشنگی نہ بجھی بلکہ اس نے خداوند کی ہیکل میں زیوس کے مذبح پر سور کی قربانی چڑھائی (تاریخ ۱۶۸ء ۲۵ دسمبر)۔

یہ "وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز ہے" جس کا ذکر دانی ایل باب ۱۱: ۳۱ اور باب ۱۲: ۱۱ میں پایا جاتا ہے۔

(ج) متتیاہ دین کی حمایت کے لئے آمادہ ہوگیا۔ یہ بات

یہودیوں سے سہی نہ گئی اور متتیاہ (MATTATHIAS) نام ایک سن رسیدہ کاہن نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اس کی موت کے بعد اسکے پانچ بیٹے انٹیوکس سے لڑتے رہے اور ایسی بہادری اور کامیابی سے لڑے کہ یہودہ کو (جو پانچ بیٹوں میں سے سب سے مشہور بہادر تھا) "مکّابی" (MACCABEE) کا لقب دیا گیا۔ (مکّابی کے لفظی معنی ہیں ہتھوڑا مارنے والا مراد ہے جیتنے والا) اور اس نام سے اس کا خاندان مشہور ہو گیا۔ اگرچہ اسکے پاس فوج قلیل تھی اور اس کو بارہا انٹیوکس کی بڑی فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑا تاہم اس نے میدانِ جنگ صاف کر دیا اور ۱۶۵ ق م میں اس نے ہیکل کو پاک کر کے حقیقی خدا کی عبادت ازسرنو قائم کی اس معاملے کی یادگاری میں اہل یہود عیدِ تجدید مانتے تھے (دیکھو یوحنا باب ۱۰: ۲۲) اس عید میں یہودی آٹھ دن تک خوشیاں مناتے تھے اور اپنے گھروں کو روشن کرتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں دیوالی کے وقت ہندوؤں کا دستور ہے۔

۶- **ایک ہی اُمید**- مکّابیوں کی دلیری سے یہودی آزاد ہو گئے اور کچھ عرصے تک انھوں نے سیاسی طاقت اور دنیاوی عزّت کی امید رکھی۔ مگر اُمید ناقص رہی۔ دنیا کی تواریخ میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ سب سے زورآور خاندان رفتہ رفتہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ مکّابیوں کی بھی یہی حالت ہو گئی غرضکہ آخرکار اُن پر اُس نئی سلطنت کا زور پڑا جس نے یونان سے دُنیا پر بادشاہت کرنے کا حق چھین لیا تھا۔

۶۳ ء میں قبل از مسیح رومی سپہ سالار نے شہر یروشلیم کو فتح کر کے اس کے بہتیرے باشندوں کو قتل کر ڈالا اور ملک یہوداہ پر قبضہ کیا۔ یہودیہ رومی سلطنت کا ایک صوبہ ہو گیا جس پر رومی حاکم حکومت کرتا تھا۔ لہذا فلک زدہ یہودیوں کے دلوں میں صرف ایک ہی امید رہی یعنی مسیح کا انتظار۔

x x x x x x

اب ہم پھر کتاب مقدس کی تواریخ کی شاہراہ کی طرف رُخ کریں اور فصل چہارم میں مسیح کی اُمید کا مطالعہ کر کے فصل پنجم میں معلوم کریں کہ یہ اُمید خداوند یسوع مسیح کی آمد سے کس طرح پوری ہوئی۔

فصل چہارم۔ ظہور مسیح کی اُمید

از پادری اے جیمس صاحب ایم۔اے

فصل کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا نے بنی اسرائیل کے دلوں میں مسیح کی آمد کی اُمید دلائی اور انکو اسکی عالمگیر بادشاہت کے لئے کہانتک تیار کیا۔

فہرست مضامین

سبق ۱- آغازِ نبوت

سبق کا مقصد- یہ دکھانا کہ نبوت کیا تھی اور خدا نے نبیوں کی معرفت کس طرح کلام کرنا شروع کیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین- خروج ب۱۵: ۲۰-۲۱- ۱ سموئیل ب۹: ۹-۱۳ و ب۲۸: ۳-۲۵- ۲ سموئیل ب۱۲: ۱-۲۵- ۱ سلاطین ب۱۱: ۲۹-۴۰ و ب۲۲۔

یادداشت- ۱- غیب بین- سب قوموں میں ایسے ایسے اشخاص ہو گذرے جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم جن آشنا اور غیب بین ہو کر آئندہ کا حال بتا سکتے۔ کھوئی ہوئی چیزوں کا پتا لگا سکتے اور خوابوں کی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں اور مصریوں میں بھی غیب بین تھے جو محض اپنے فائدہ کو دیکھکر یہ کام کرتے تھے۔ فی زمانہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جوتشی سنیاسی فقیر اور ڈوموں میں اوجھے کبھی کبھی غیب دانی وغیرہ کا دعویٰ کرتے ہیں بنی اسرائیل میں افسوں گر اور جن آشنا لوگ تھے مثلاً عین دور کی عورت (۱- سموئیل ب۲۸: ۳-۲۵- اور سموئیل بھی (۱- سموئیل ب۹)

۲- انبیازادہ- بنی اسرائیل میں چند جماعتیں ایسی تھیں جنکے شرکا اکثر خدا کی روح سے معمور ہو کر بڑی سرگرمی اور بے اختیاری سے خدا کی حمد و تعریف کے گیت گاتے تھے۔ (۱- سموئیل ب۱۰: ۹-۱۳ و خروج ب۱۵: ۲۰-۲۱)

۳- جھوٹے غیب بین - اور نقلی انبیا - یہ ضرور تھا کہ ان ابتدائی انبیا اور غیب بینوں میں سے بہتیرے محض وہی باتیں کہا کرتے تھے جن سے لوگ خوش ہوتے اور ان کو کافی نفع پہونچتا تھا ذکر ہے کہ امصیاہ نے عاموس سے کہا اے غیب گو تو یہوداہ کے ملک کو بھاگ جا وہیں کھا پی اور نبوت کر۔ پس اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امصیاہ نے خیال کیا کہ عاموس صرف پیٹ پالنے کیواسطے نبوت کرتا ہے (عاموس بؔ : ۱۲-۱۳-۱ سلاطین ۲۲ؔب) اس طرح سے یونان اور روم کے غیب بین جنکی قدیم زمانہ میں کافی عزت ہوتی تھی - اخیر میں بڑی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

۴- بہر حال بنی اسرائیل میں بھی خدا نے چند آدمیوں کو اختیار دیا - جنہوں نے سچائی سے اس کے کلام کا اعلان کیا انہوں نے بادشاہوں پر ملامت کی (۲- سموئیل ۱۲ؔب : ۱- ۲۵) اور وہ بادشاہ کے دربار کے مشیر تھے (۱- سموئیل ۲۲ؔب : ۵ اور ۱ سلاطین ۱۱ؔب : ۲۹- ۴۰) غرض اس طرح انبیا گویا زبان الٰہی ہو کر اسرائیل کی راہ کے لئے روشنی بنے۔

سوالات - ۱- نبوت کو لوگ پیشین گوئی سمجھتے ہیں - کیا تم اس خیال کو صحیح مانتے اور اس کی تائید کرتے ہو؟

۲- کیا تمھاری دانست میں ڈوموں اور چماروں کے اوجھے خدا کے کسی کام آسکتے ہیں؟

سبق ۲۔ تردید شرک۔ ایلیاہ اور الیشع

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ خدا نے پہلے سلاطین سے کس طرح کلام کیا اور انکو حاکموں کے فرائض سکھا کر سچے دین کی راہ میں چلانا چاہا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱ سلاطین ۱۳ب: ۳۴ تا ۱۴ب: ۲۰ اور ۱ سلاطین ۱۶ب: ۲۹ تا ۱۹ب: ۲۹۔ ۲۔ سلاطین ۱ب: تا ۲ب: ۱۵ اور ۲۔ سلاطین ۱۳ب: ۱۰ تا ۱۴ب: ۲۱۔

یادداشت۔ ۹۰۰ء تا ۸۰۰ء قبل از مسیح۔

۱۔ بعل پرستی۔ بادشاہ سلیمان کے ایام میں بنی اسرائیل خوشحال تھے مگر سلیمان کے مرتے ہی یربعام نے اُتر کے علاقہ میں بغاوت کی اور سلطنت دو حصّوں میں منقسم ہوگئی یعنی اُتر میں ملک اسرائیل اور دکھن میں ملک یہوداہ قائم ہوا۔ پھر دنیاداری کی وجہ سے بادشاہوں کا مزاج اور خصلت کچھ نہ کچھ تبدیل ہونے لگی یہاں تک کہ بجائے رعایا کی بہتری کے بادشاہوں نے اپنی شان اور عیش وعشرت کا زیادہ لحاظ رکھا بلکہ رعایا خود خدا کی عبادت کو چھوڑ کر تعلیم یعنی سجوم کے دیوتاؤں کو ماننے لگی اور اس پرستش کی فحش رسمیں رائج ہوگئیں۔

۲۔ اخی اب بادشاہ بت پرستی کا مرتکب ہوگیا۔ ملکِ ارام کی مخالفت کے سبب سے شاہ اسرائیل اخی اب نے

صیدانیوں کے بادشاہ ابتعل کے ساتھ ایکا کر کے اُس کی بیٹی ایزبل سے شادی کی۔ شادی کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ بعل کی پرستش میں شریک ہونے لگا۔ اس موقع پر خدا نے اپنے خادم ایلیاہ تسبی کو بھیجا۔ خدا کی سچی عبادت کو قائم رکھنے کی خاطر ایلیاہ نے سادھوآنہ طرز اختیار کر کے اپنی تمام زندگی خدا کی خدمت میں گذاری مگر ایلیاہ حقیقی خدا کی پرستش میں اکیلا نہ تھا۔ ۱۔ سلاطین ۱۹ب: ۱۸ میں سات ہزار آدمیوں کا ذکر ہے جنہوں نے کبھی بعل کو سجدہ نہیں کیا۔

۳۔ **الیشع**۔ ایلیاہ کے بعد خدا نے الیشع کو بھیجا۔ الیشع ایلیاہ کے مقابلہ میں اتنا عالی فطرت نہ تھا تو بھی اس نے بار بار اپنے ہموطنوں کو یاد دلایا کہ خدا راستبازی ہی چاہتا ہے بے شک جو واقعات اس کے بارے میں پاک کلام میں پائے جاتے ہیں انہیں روحانیت کی کمی ظاہر ہوتی ہے۔ خاصکر جب ہم ایلیاہ کی روحانیت پر غور کرتے ہیں بہرکیف ذرا بھی شک نہیں کہ دونوں آدمیوں کی معرفت خدا کی پرستش قائم رہ کر بت پرستی کی آمیزش سے خالی رہی۔ بیان مبالغہ سے خالی نہ ہو تو بھی دونوں اشخاص خدا کی عزت کے واسطے دل و جان سے بت پرستی پر حملہ کر کے سچے نبی ٹھہرے۔

سوالات۔ ۱۔ ایلیاہ کی زندگی کا بیان کیوں زیادہ مفید سمجھا جاتا ہے؟

۲۔ یربعام نے کیا کام کئے جن سے اُس نے بنی اسرائیل

سے گناہ کرایا؟

۳۔ ۲۔سلاطین ۲ب: ۲۳-۲۵ اور ۵ب: ۲۰-۲۷ دیکھو اِن بیانات کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟

۴۔کیا تاریخ ہند میں کسی ایسے آدمی کا ذکر ہے جس نے بادشاہ کو اُس کی بےانصافی یا ظلم یا بے دینی پر ملامت کی؟

سبق ۳۔ عیش پسندی پر ملامت

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا نے عاموس اور ہوسیعؔ کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کو راہِ راست کی طرف متوجہ کیا تاکہ وہ اپنی عیش و عشرت میں حقیقی روحانی دولت کو نظر انداز نہ کریں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ عاموس ب۲: ۶ تا ب۳: ۹ اور ب۸: ۱ تا ب۹: ۸ ہوسیعؔ کی زندگی کا بیان۔ ہوسیعؔ ب۱ اور ب۳ ملکِ اسرائیل پر سزا کا حکم ہوسیعؔ ب۲۔ ب۴: ۱ تا ب۱: ۱۵۔ ب۱۱: ۱۲ تا ب۱۳: ۱۶۔ ملک اسرائیل کی معافی۔ ہوسیعؔ ب۱۱: ۱۔۹۔ اور ب۱۴: ۱۔۸۔

یادداشت۔ ۱۔ عیش و عشرت میں اضافہ اور غریبوں پر ظلم

شاہ اسرائیل یربعام دوم کے ایام میں یعنی ۷۸۵ تا ۷۴۵ قبل از مسیح (۲۔ سلاطین ب۱۴: ۲۳۔ ۲۹) اور شاہ یہوداہ عزریاہ (یا عُزیاہ) کے ایام میں (۲۔ سلاطین ب۱۵: ۱۔۷) عبرانی کاشتکاری کے علاوہ تجارت کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض آدمی بہت ہی دولتمند ہو گئے بڑے بڑے شہر تعمیر ہوئے اور جیسے عام طور سے دیکھا جاتا ہے انہیں شہروں میں بڑی مفلسی پائی جاتی تھی بلکہ دولتمند غریبوں پر ظلم کرتے تھے۔ دیگر ممالک کا سامان آکر فروخت ہونے لگا اور ساتھ ہی ساتھ اجنبی خیالات اور دستورات بھی رائج ہوئے۔ خدا کی عبادت محض رسم ہی رسم رہ گئی اور لوگ اپنے گناہ سے اور نیز دوسروں کی مفلسی سے بالکل بے فکر ہو گئے۔

۲- اس زمانہ میں انبیا کی ضرورت۔ پاک کلام کی تواریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب لوگ غفلت کرنے لگے یا دنیا میں گناہ بڑھنے لگا تو خدا نے اپنے خادموں کو بھیجا تاکہ لوگ اپنے گناہ سے باز آکر خدا کی طرف رجوع ہوں۔ اسی طرح اُس زمانہ میں نبی کا آنا بہت ضروری تھا۔ خداوند خدا نے فرمایا ہے۔ کون نبوّت نہ کریگا؟ ملک اسرائیل میں عاموس اور ہوسیع آئے اور ملک یہوداہ میں یسعیاہ اور میکاہ نے نبوت کی۔

۳- عاموس۔ وہ یہوداہ کا رہنے والا تھا مگر اس نے اسرائیل میں پہونچکر وہاں منادی کی۔ وہ پہلا نبی ہے جس کی نبوت کی کتاب آج تک موجود ہے وہ انبیا زادوں کی جماعتوں میں سے نہیں مگر عوام الناس میں سے برگزیدہ تھا۔ تقوع کی چراگاہوں میں اس پر خدا کا الہام ہوا اس نے چرب زبانی سے نہیں بلکہ بڑی سختی سے عیش وعشرت پر ملامت کی۔ ملک اسرائیل کی عبادت میں نفسانیت کا دخل ہوا اور ہر طرح کی نافرمانیوں پر لوگوں نے کمر باندھی اس لئے عاموس نے اپنی منادی میں عہدشکنی۔ ظلم۔ لالچ اور شہوت پرستی پر خدا کی طرف سے ملامت کرکے خدا کے غضب سے جو اُن کے حق میں عین انصاف تھا لوگوں کو ڈرایا پھر اس نے ان کو آگاہ کیا کہ سب لوگ خدا کی عدالت میں جواب دہ ہونگے اور ملک اسرائیل دوسرے ملکوں کے ساتھ اپنے گناہ اور بداعمالیوں کے سبب عنقریب برباد ہونے والا ہے۔ دیکھو۔ بؔ ۵: ۲۱-۲۴ اور بؔ ۹: ۴-۷۔ عاموس کی

اخلاقی عظمت اور اس کے خیالات کی وسعت جو قوم پسندی سے محدود نہیں ہے قابلِ غور ہے۔

۴۔ **ہوسیعؔ کے افسوسناک حالات زندگی**۔ ہوسیعؔ ملک اسرائیل ہی میں پیدا ہوا۔ اگرچہ اُس کی منادی بھی سخت الفاظ سے سراسر بھری ہوئی ہے تو بھی اُس کے مزاج میں نرمی اور محبّت بہت تھی۔ خدا کی بابت ہوسیعؔ کی تعلیم کو مسیح کی تعلیم سے مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔ مسیح کی طرح دکھ اُٹھا اُٹھا کر اُس نے خدا کی محبّت سیکھی۔ کیونکہ اس کی بیوی گومر نے زنا کر کے اُسے چھوڑ دیا اور آخر کار وہ فاحشہ زانیہ ہو گئی لیکن ہوسیعؔ کے دل سے اسکی محبّت نہ گئی اور برسوں کے بعد اس نے گومر کو تلاش کیا اور اسکے مالک کو دام دیکر پھر اسے گھر لے آیا کیسی عجیب اور بے حد محبّت تھی۔

۵۔ **ہوسیعؔ کی نبوّت**۔ چنانچہ اپنی قوم کے لوگوں کی بدکاری دیکھکر اور اُن کو خدا کی طرف سے برگشتہ اور گویا زناکار جانکر ہوسیعؔ نے اس بات کو محسوس کیا کہ خدا بھی کس درجہ ہمدرد ہوکر بے انتہا بُردباری سے کام لیتا ہے اور مصیبت زدہ گناہگاروں کے لئے بے حد غم کھاتا ہے۔ لہذا باوجودیکہ ہوسیعؔ خدا کے غضب سے بھی ڈراتا تھا تاہم اس کتاب کا یہ خاصہ ہے کہ خدا کی محبّت کو دکھلاتی اور توبہ کرنے والوں کو مخلصی کی اُمید دلاتی ہے پھر دیکھو باب ۱۱: ۱-۹ اور ۱۴: ۱-۸۔

سوالات۔ ۱۔ ہوسیع ؔ ب۱۱: ۱-۹ میں کے متعلق کیا تعلیم ملتی ہے؟

۲۔ عاموس خاصکر کن کن گناہوں کے خلاف وعظ کرتا تھا؟

۳۔ ہوسیع کن کن خاص گناہوں پر ملامت کرتا تھا؟

——— ختم ———

سبق ۴۔ اسرائیل کا تنزّل اور انبیا کی نصیحت یسعیاہ اور میکاہ

سبق کا مقصد۔ یہ دکھلانا کہ خدا نے یسعیاہ اور میکاہ کی معرفت بادشاہوں اور رعایا دونوں کو نصیحت اور ہدایت کی

مطالعہ کیلئے مضامین۔ یسعیاہ ب۱ تا ب۳۹ اور میکاہ ب۱ تا ب۷۔ یرمیاہ ب۲۶ : ۱۸۔

یادداشت۔ ۱۔ یسعیاہ کی کتاب کے چار خاص حصّے ہوتے ہیں

ا۔ ابواب ۱ تا ۳۵ میں یسعیاہ نبی ہی کی نبوت ہے۔

ب۔ ابواب ۳۶ تا ۳۹ یہ حصّہ ۲ سلاطین ب۱۸ : ۱۳ تا ب۲۰ : ۱۹ کو دُہراتا ہے۔

ج۔ ابواب ۴۰ تا ۵۵ بعض عالم خیال کرتے ہیں کہ یہ کسی گمنام شخص کی نبوت ہے اور اس کو وہ یسعیاہ دوم کہتے ہیں۔

د۔ ابواب ۵۶ تا ۶۶ یہ اُن عالموں کے خیال میں تیسرے نبی کی نبوت ہے اور ان کی اصطلاح میں وہ یسعیاہ سوم کہلاتا ہے۔

۲۔ یسعیاہ۔ ۷۴۰۔ ۷۰۰ قبل از مسیح۔

وہ یہودیہ کے شاہی خاندان میں پیدا ہوا اور جس زمانہ میں اندیشہ تھا کہ مصری یا اسوری یروشلیم پر حملہ کرینگے وہ اس وقت شاہ یہوداہ حزقیاہ کے ارکانِ دولت میں ایک معزز مشیر تھا

اس زمانہ میں یعنی ۷۲۲ق م میں سلطنت اسرائیل نیست ونابود ہوگئی۔ ۲۔ تواریخ ۲۶ : ۲۲ اور ۳۲ : ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس زمانہ کا مورخ بھی تھا اور دفترِ انبیا میں اس کا نام اعلیٰ درجہ پر ہے۔

۳۔ یسعیاہ کو دعوت نبوت۔ جس سال شاہ عُزیاہ مرا اُسی سال یسعیاہ کو عالم رویا میں خدا کا درشن نصیب ہوا اس نے خدا کی آواز سُنی اور اس وقت سے پورے چالیس برس تک اپنی قوم کی ہدایت اور نصیحت کرتا رہا یہانتک کہ لوگ بعض اوقات اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اگر روایات صحیح مانی جائیں تو آخرکار شہید ہوکر مرا۔ شروع ہی میں یسعیاہ نے معلوم کیا کہ خدا قدوس ہے اور ناراستی سے ہرگز خوش نہیں ہوسکتا بلکہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور زندگی بھر یسعیاہ اسی بات کو مدنظر رکھکر اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا رہا۔

۴۔ قہر وغضب کی منادی۔ (الف) یہوداہ اور اسرائیل پر ۱ - ۵ - ۹ : ۸ - ۲۱ ۲۲ خاصکر ۱ : ۱ - ۱۷ پڑھو (ب) دوسری اقوام پر ۱۵ تا ۱۹ یہ بات قابل غور ہے کہ یسعیاہ پہلا نبی ہے جس نے بنی اسرائیل کے خدا کو تمام اقوام کا بھی خدا جانا۔ نبی کے خیال میں خدا کے احکام غیر عبرانی قوموں پر بھی صادر ہیں خدا اُن قوموں کو یہودیوں کی سزا کا ذریعہ بناتا ہے مگر بعد میں اُن کی بھی عدالت کریگا۔

۵- اسرائیل کے واسطے یسعیاہ کی تسلّی بخش منادی۔

الف- بقیہ۔ حالانکہ یسعیاہ نے یروشلیم اور یہوداہ کی بربادی کی پیشنگوئی کی تاہم اس نے اپنے بیٹے کا نام شیاریاشوب رکھکر اپنے ایمان کی پختگی کا ثبوت دیا کیونکہ اس نام کا یہ مطلب ہے "بقیہ واپس آئیگا" یعنی قوم بالکل برباد نہ ہوگی مگر خدا اپنے لئے برگزیدہ لوگوں کو مخصوص کریگا جن کے ذریعہ سے اُس کی مرضی پوری ہوگی۔ دیکھو ب۷: ۳ و ب۱: ۲۵-۲۶ و ب۱۱: ۱۰-۱۶-

ب- مسیح اور اس کی بادشاہی۔ یسعیاہ نے ایک ایسا بادشاہ تصوّر کیا جو خدا کی طرف سے بہت جلد آکر اپنے لوگوں کو بچائیگا۔ اگرچہ یسعیاہ کا ایسا خیال غلط تھا کہ کوئی ایسا بادشاہ جلدی نہیں آیا تو بھی سیکڑوں برس کے بعد اُس کی پیشنگوئی مسیح یسوع میں پوری ہوگئی پھر پڑھو ب۲: ۱-۴- ب۴: ۲-۶- ب۷: ۱۰-۱۴ ب۹: ۲-۷- ب۱۱: ۱-۹- ب۲۹: ۱۵-۲۴- ب۳۲: ۱-۸-

۶- میکاہ۔ میکاہ بھی یسعیاہ ہی کے زمانہ میں ملک یہوداہ میں نبوت کرتا تھا۔ وہ بھی خدا کو عالمگیر جانتا تھا۔ اس کی کتاب میں آنے والی سزا۔ بقیہ اور مسیح کی بادشاہی کا ذکر ہے لیکن اسکو یسعیاہ کی طرح ملکی معاملات کی فکر نہ تھی اور نہ اس کو ان سے کوئی تعلق تھا۔ عاموس کی طرح میکاہ کی نبوت میں امیروں کے ظلم اور ناراستی پر ملامت بہت ہے اور اس کے خیال میں وہ مذہب کچھ بھی نہیں جس میں برادرانہ محبت نہ ہو۔ میکاہ کی منادی کا خلاصہ ب۶: ۸ میں پایا جاتا ہے اور جو وہاں لکھا

ہوا ہے وہ ہر قوم ہر زمانہ اور ہر فرد بشر کے لئے اخلاق اور
حقیقی مذہب کی مشعل ہدایت ہے۔

سوالات۔ ۱۔ پہلے باب میں یسعیاہ خدا کی بابت کیا
تعلیم دیتا ہے ؟

۲۔ یسعیاہ نے اپنے لوگوں کو کس گناہ سے
بچانا چاہا ؟

۳۔ مسیح کے حق میں کیا تعلیم یسعیاہ کی کتاب میں ملتی ہے؟

۴۔ بقیہ کس کو کہتے ہیں ؟

سبق ۵۔ یہوداہ کا تنزّل اور انبیا کی نصیحت۔ صفنیاہ۔ ناحوم اور حبقوق

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا ان تین نبیوں کی دھمکیوں کے ذریعہ سے یہوداہ کو راہ راست میں لانا چاہتا ونیز یہ سکھلاتا تھا کہ قومی ناراستی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ صفنیاہ ۱ب تا ۳ب۔ ناحوم ۱ب تا ۳ب۔ حبقوق ۱ب تا ۳ب۔

یادداشت۔ ۱۔ زمانہ کا حال۔ یہ تینوں نبی یرمیاہ کے ہم عصر تھے۔ سلطنتِ اسرائیل برباد ہو چکی تھی (۷۲۲ قبل از مسیح) اس وقت یہوداہ بھی بڑے خطرے میں تھا۔ شاہ یوسیاہ جو بعلیم کی پرستش کو مٹانا چاہتا تھا مصری فوج کے مقابلے کے لئے نکلا اور میدان جنگ میں شکست کھا کر قتل ہوا۔ بہرحال مصر ہی کو اسور نے مغلوب کیا اور یہوداہ کو اسور کے خزانہ میں خراج دینا پڑا۔ علاوہ اسکے اس وقت سکوتی خونخوار وحشیوں کا خوف سب قوموں پر چھا گیا۔

۲۔ صفنیاہ۔ ۶۲۷ قبل از مسیح۔

صفنیاہ شاہ یہوداہ کا رشتہ دار اور یروشلیم کا رہنے والا تھا۔ اس کی کتاب میں اس شہر کی تصویر کھینچی گئی ہے اور جنوبی کی سلطنت کی خرابیاں صاف ظاہر ہوتی ہیں۔ کتاب کا طرز عبارت

بہت اچھا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کی نبوت کے وسیلے سے یوسیاہ کے زمانہ میں مذہب کی اصلاح ہوئی ہو۔

۳۔ صفنیاہ کی نبوت۔ الف۔ اس کی نبوت قہر وغضب ہی کی ہے۔ قوموں کو برابر لڑتے دیکھ کر نبی نے خاصکر یہ منادی کی کہ خدائے پاک کا غضب شریروں کو روئے زمین سے نیست کردیگا (ب ۱: ۲-۳) ب ۱: ۴۔ ۱۴ اور ب ۳: ۱-۱۳ میں وہ یروشلیم اور یہوداہ کی طرف اور ب ۲ میں دیگر اقوام کی طرف مخاطب ہو کر دھمکی کی منادی کرتا ہے۔ بار بار یہ تعلیم بھی دی جاتی ہے کہ یہوواہ نہ صرف عبرانیوں کا بلکہ ساری دُنیا کا خدا ہے۔

ب۔ خیال کرو کہ ب ۱: ۱۴-۱۸ میں "خداوند کے روز عظیم" کا ذکر آیا ہے جو بڑی عدالت کا روز سمجھا جاتا ہے۔ اس روز کا ذکر ذیل کی آیات میں آیا ہے یعنی ب ۱: ۷۔ ب ۳: ۸۔ ب ۳: ۱۱ مگر یہ بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ صفنیاہ اس خوفناک عدالت کو تصور کرتا ہے تو بھی وہ اس سزا کو تنبیہ سمجھتا اور اصلاح کا ذریعہ خیال کرتا ہے اسلئے ب ۳: ۱۲-۱۳ میں وہ اپنا یہ ایمان اور یقین بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل کا بقیہ ضرور بچیگا اور ب ۳: ۱۴-۲۰ اُمید سے بھری ہوئی آیتیں ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کے دل میں مسیح کی آنے والی بادشاہی کی اُمید اب جڑ پکڑ گئی تھی۔

۴۔ ناحوم۔ ۶۰۷ء قبل از مسیح۔

ناحوم کی کتاب عبرانیہ شاعری کے بہترین اشعار میں شامل ہو سکتی ہے اسور کا دار السلطنت نینوہ ۶۱۲ء میں کسدیوں سے فتح

ہوگیا اور چونکہ اسوریوں کی ظالمانہ روش سے ساری قومیں خوفزدہ اور نالاں تھیں اسلئے ظالم کی پست حالی شکر اور فخر کا سبب خیال کی جاتی تھی۔ یہودی بھی بہت خوش تھے۔ مگر جیسا اکثر ہوتا ہے کہ جب لوگ فخر کرتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی کمزوری یا اپنی ناراستی کو بھول کر خدا کے سامنے فروتنی سے توبہ نہیں کرینگے شاید اسوجہ سے اس نبی کی کتاب میں اہل یہود کے گناہ کا ذکر نہیں آتا۔ تاہم ناحوم کی یہ تعلیم تھی کہ کسی قوم کی مضبوطی اور استحکام نیک چلنی پر منحصر ہے اور یہ تعلیم یہوداہ کے لئے بھی عبرت سے خالی نہ ہوئی۔ مگر ناحوم میں یہ کمی ہے کہ اس نے خود یہ سبق خاصکر اہل یہود کو نہیں پڑھایا۔

۵۔ حبقوق۔ ۶۰۰ قبل از مسیح۔

اس نبی کی نبوت بہت بہتر اور مفید ہے۔ اسوریوں کے فتح ہونے پر تو یہودی خوش ہوئے مگر ظالم کسدی رہ گئے جن کا دارالسلطنت بابل تھا (۵:۱-۲۰) ان کو حبقوق اپنی قوم کی طرف مخاطب ہوکر کچھ نہیں کہتا مگر خدا سے فریاد کر کے عرض کرتا ہے کہ خدا کیوں اسوری جیسی بری اور ناراست قوم کو اپنے برگزیدوں کو رنج اور تکلیف پہنچانے کا موقع دیتا ہے۔ (دیکھو ۱:۲-۴ اور ۱:۱۲) شروع میں خدا کے کاموں کا مطلب حبقوق کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن اس نے معلوم کیا (۲: ۱-۶) کہ خدا ہر قوم اور ہر آدمی کی نافرمانی کی سزا دیتا ہے اور اسور اپنی بدی کی سزا سے ہرگز نہ بچیگا۔ پھر یہ جواب پاکر کہ خدا اپنے برگزیدہ

لوگوں کی نجات کی خاطر نکلیگا وہ عہد کرتا ہے کہ تنگی اور مشکل کے وقت بھی "میں خداوند سے خوش رہونگا" (۳: ۱۷-۱۸) چنانچہ حبقوق کی نبوت سے یہودی قوم یہ تعلیم پاتی ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہیگا اور پاک قوم نجات کی اُمید رکھ سکتی ہے۔

سوالات۔ ۱۔ "خداوند کے روزِ عظیم" کے متعلق نئے عہدنامہ میں کوئی آیات تم کو معلوم ہیں؟

۲۔ ناحوم کی نبوت میں کیا کیا کمیاں اور کیا کیا خوبیاں ہیں؟

۳۔ ان تینوں نبیوں سے مسیح کی راہ کہانتک تیار ہوئی؟

سبق ۶۔ مسیح کا نقش و نمونہ یرمیاہ

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ خدا نے یرمیاہ کو بھیجا تاکہ اوّل وہ اپنی زندگی کے حالات میں آنے والے مسیح کی زندہ تصویر ہو کر مسیح کا سا مزاج ظہور میں لائے اور دوم یہ تعلیم دے کہ مذہب ظاہری رسوم نہیں مگر سچے دل سے خدا پر ایمان لانا ہے اور کہ اوروں کی خاطر دکھ اٹھانا نجات کا کارآمد ذریعہ ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اوّل یرمیاہ ب۱ و ب۲: ۱-۱۶-۹
ب۳: ۱-۱۱ و ب۸ و ب۳۲ و ب۳۶ تا ۴۵ و ب۵۲۔

دوم۔ ب۲ تا ب۲۲: ۴ و ب۲۶: ۵ تا ب۲۶: ۲۴ و ب۸ تا ب۹ و ب۱۲: ۱-۱۰

سوم۔ ب۱۴: ۱۱-۱۶ و ب۱۵: ۱۵ تا ب۱۶: ۹ و ب۱۶: ۱۴-۱۸۔

چہارم۔ ب۲۴ و ب۲۹۔

یادداشت۔ ۱۔ یرمیاہ کی نبوت زمانہ کے لحاظ سے بنسبت اور انبیا کے یرمیاہ کے حالاتِ زندگی ہمیں خوب معلوم ہیں اس کے زمانہ میں شاہ یوسیاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ سوائے یروشلیم کی ہیکل کے اور کہیں خدا کی عبادت نہ کی جائے۔ بے شک اس فرمان کے ذریعہ سے یوسیاہ کا منشا پورا ہوا کہ کسی حد تک بعلیم کی پرستش مٹ گئی اور خدا کی عبادت وغیرہ میں قوم یہود یکدل ہو گئی لیکن یرمیاہ نے پہچانا کہ اس فرمان کے بعد دو نتیجے ہونگے یعنی اوّل بنسبت خدا کی روحانی عبادت کے لوگوں کے

دلوں میں ہیکل کی عزت اور حب الوطن کی وقعت زیادہ بڑھ جائیگی
اور دوم ہیکل کاہنوں کو حد سے زیادہ اختیار ملیگا۔ لہذا اس نے
یوں منادی کی کہ ہیکل توڑ دی جائیگی اور قوم کے سب لوگ
اسیری میں جائینگے۔ لوگ ایسی منادی کو سنکر گھبرانے لگے اور
آخر کار برداشت نہ کر سکے یہاں تک کہ وہ یرمیاہ کو ملک کا
دشمن سمجھنے لگے۔ ان کے نزدیک یہ بالکل ناممکن تھا کہ خدا کے ہوتے
ہوئے ہیکل برباد۔ عبادت کا سلسلہ موقوف اور یروشلم ویران ہو سکے۔

۲۔ یرمیاہ حقیقت میں ملک سے محبت رکھتا تھا۔ درحقیقت
یرمیاہ کے دل میں قوم اور وطن کی بیشتر محبت تھی (ب ۱۴: ۱۱-۲۱)
اس کے نرم دل کو سخت باتیں کہنا پسند نہ تھا اور وہ زیادہ تر
نرمی اور محبت سے منادی کرنا چاہتا تھا مگر چونکہ اس کو
معلوم تھا کہ سلطنت اور ہیکل کی بربادی کے بغیر سچا دین آمیزش سے
بچ نہیں سکتا اس لئے یرمیاہ جھوٹی اُمید دلانے سے بالکل باز رہا۔
(ب ۵: ۱۵ تا ب ۱۶: ۹ ب ۲۱: ۱-۱۰)

۳۔ خدا کی عبادت ہر جگہ ہونا چاہئیے۔ مسیح یسوع نے سامری
عورت کو بتلایا کہ خدا کی عبادت کے لئے نہ تو کوئی خاص جگہ اور نہ کوئی
خاص وقت مقرر ہے۔ یوسیاہ کے فرمان کے بعد یہودی سمجھنے لگے
کہ سوائے ہیکل کے اور کسی جگہ خدا کی قربت و نزدیکی حاصل نہیں ہو سکتی اور
نہ اس سے دعا تک کیجا سکتی ہے پس جب ہیکل اب تک کھڑی تھی کہ
کسدی بہت سے یہودیوں کو اسیری میں لے گئے چنانچہ باقی یہودی
یوں کہنے لگے کہ ہمارے بھائی اب خدا کی عبادت سے محروم ہیں

لیکن یرمیاہ کہتا ہے (۲۴ باب) کہ برعکس خدا سے الگ ہونے کے یہ جلا وطن یہودی ہم سے بھی خدا کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ اب انکو یہ علوم ہوسکتا ہے کہ انسان کا دل ہی خدا کی سچی ہیکل ہے۔ پھر خط لکھکر یرمیاہ جلاوطنوں کو اسی بات سے تسلّی وتشفی دینا چاہتا ہے۔ (د باب ۲۹ خاصکر ۲۹ باب: ۱۲-۱۳)

۴۔ نئے عہد کی پیشنگوئی۔ یرمیاہ کی کتاب امید سے خالی نہیں۔ خاصکر ۳۰ باب اور ۳۱ باب میں اُمید کی باتیں ہیں۔ اس کے علاوہ یرمیاہ نے اپنے گانوں عنتوت کا ایک کھیت خرید کر جو اسوقت شاہِ بابل نبوکدنضر کی فوج کے قبضہ میں تھا اپنا ایمان ثابت کیا کہ خدا بنی اسرائیل کو واپس لے آئیگا (۳۱ باب: ۳۱-۳۴ میں اس کی نبوّت کا خلاصہ ہے یعنی یہ کہ خدا کی سچّی عبادت کے لئے نہ ہیکل نہ قربان نہ کاہن نہ توریت بلکہ سچّا دل اور نیا عہد درکار ہے۔ اور ان سب باتوں میں یرمیاہ نے مسیح یسوع کی راہ تیّار کی (دمتی باب ۱-۸)

۵۔ مسیح کا نقش ونمونہ۔ یرمیاہ مسیح کا نقش ونمونہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ باوجود اُس محبت کے جس سے اُس نے اپنے لوگوں کو پیار کیا وہ اُن میں حقیر اور مردود تھا۔ اُن ہی کی خاطر اس نے دکھ اُٹھایا اور آخر میں انہیں کے ہاتھوں قتل بھی ہوا۔ یروشلم تباہ و برباد ہوا (۵۸۶ ق م) اور قریب سب لوگ اسیری میں گئے تب ان کو یرمیاہ کے کلام یاد آئے اور ان کے دل میں اُمید اور ایمان پیدا ہوا (۲۴ باب و ۲۹ باب و ۳۰ تا ۳۱ باب)

سوالات۔ ۱۔ یرمیاہ کی ذات میں کونسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے ہم اس کو مسیح کا نقش ونمونہ کہہ سکتے ہیں؟

۲۔ تمہارے نزدیک یرمیاہ کی بہترین تعلیم کون سی ہے؟

سبق ۷۔ خدا کی بادشاہی۔ حزقی ایل

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا نے حزقی ایل نبی کی معرفت پست حال اور پست ہمت بنی اسرائیل کو کس طرح امید دلائی کہ وہ اُن کو بحال کر کے خود اُن پر حکمراں ہوگا

مطالعہ کیلئے مضامین۔ حزقی ایل کی کتاب۔ اوّل ب ۳۔ ب ۱۶ دوم۔ ب ۱۱: ۱۴-۲۱ ب ۱۷: ۲۲-۲۴۔ سوم ب ۱۸: ۱-۳۲۔ چہارم ب ۳۴: ۲۳-۲۶۔ ب ۳۶ و ب ۳۷: ۱-۱۴ و ب ۳۷: ۱۵-۲۸۔ پنجم۔ ب ۴۰۔ ب ۴۳: ۱-۹۔ ب ۴۷: ۱-۱۲۔

یادداشت۔ ۱۔ حزقی ایل اور اس کا زمانہ۔ سنہ ۵۹۲ تا ۵۷۰ سنہ قبل از مسیح۔

سنہ ۵۹۷ قبل از مسیح کسدیوں نے پہلی دفعہ یروشلم کو سر کر لیا اور ۲۷۲۹۰ یہودیوں کو اسیری میں لے گئے پھر سنہ ۵۸۶ میں انہوں نے یروشلم کو بالکل نیست و نابود کیا بنی اسرائیل "بابل کی ندیوں پر بیٹھے اور صیہون کو یاد کر کے روئے"۔ سنہ ۵۹۷ کے اسیروں میں ایک کاہن حزقی ایل نام نے بابل میں سنہ ۵۹۲ سے سنہ ۵۷۰ تک نبوت کی زمانہ کی کشمکش میں وہ بااختیار ہوکر مستقل مزاج رہا اور اس کی دماغی و روحانی قوت ایسی تھی کہ اس نے اپنے اور آیندہ زمانہ کے مذہب پر ناقابل تردید اثر کیا۔ یرمیاہ کے مقابلہ میں وہ کچھ سرد مزاج تھا تو بھی کبھی بے بس نہیں ہوا۔ اگرچہ اس کو تکلیف برداشت کرنی پڑی تو بھی اس نے ایک حد تک اس سے

بے پروائی کی۔ وہ مضبوط و دلاور صابر و مُصر تھا۔

۲۔ یروشلیم کی تسخیر کے پہلے حزقی ایل کی نبوت۔ جب تک یروشلیم برباد نہ ہوا تھا حزقی ایل کے کلام اُمید سے خالی رہے۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ یروشلیم برباد ہوگا اس لئے نہیں کہ خدا اسے بچا نہیں سکتا مگر اس وجہ سے کہ خدا کی مرضی ہے کہ وہ برباد ہو جائے (باب ۲۴) پہلے چوبیس بابوں میں صرف دو ہی حصّے ایسے ہیں جن میں کچھ اُمید کی باتیں ملتی ہیں یعنی باب ۱۱: ۱۴-۲۱ اور باب ۱۷: ۲۲-۲۴- بہرکیف حزقی ایل یہ ضروری تعلیم دیتا ہے کہ کسی شخص پر اس کے باپ دادوں کے قصور کا الزام نہیں لگایا جاتا و نیز یہ کہ خدا توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو یاد نہیں رکھتا (باب ۱۸: ۳۲) خدا ہر آدمی کا دل آزماتا ہے۔

۳۔ یروشلیم کی بربادی کے بعد نبی کا کلام۔ یروشلیم کی بربادی کے بعد حزقی ایل تسلّی اور امید کی باتیں کہنے لگا۔ خدا بنی اسرائیل کو پیشوا عنایت کریگا (باب ۳۴: ۲۳-۳۱ اور باب ۱۷: ۲۲-۲۴) اپنے لوگوں کو پھر پاک کریگا (باب ۳۶: ۲۵-۳۸) مردوں سے اسرائیل کو جلائیگا۔ (باب ۳۷: ۱-۱۴) یہوداہ اور اسرائیل ایک ہوکر پھر داؤد کے گھرانے کے بادشاہ کی سلطنت ہونگے (باب ۳۷: ۱۵-۲۸) غرض آخر میں حزقی ایل کو اس کے لوگوں کے واپس جانے کا یقین ایسا پختہ ہوگیا کہ شہر یروشلیم اور ہیکل کو ازسرنو تعمیر کرنے کیلئے اور دوبارہ قائم کی ہوئی سلطنت کی عملداری و بندوبست کیلئے تفصیل وار ہدایتیں لکھکر دیتا ہے۔ (باب ۴۰ تا ۴۸) باب ۱۰: ۱۸-۱۹ اور باب ۱۱: ۲۲-۲۳ میں حزقی ایل نے لکھا کہ خدا ہیکل سے دست بردار ہوا۔ اب باب ۴۳: ۱-۹ میں لکھتا ہے کہ

خداوند کا جلال پھر ہیکل میں داخل ہوا لیکن بحال کئے ہوئے بنی اسرائیل صرف اپنی ہی تن پروری نہ کرینگے بلکہ وہ حیات بخش دریا کی مانند ہونگے جو ساری دنیا کو سرسبز کرے (ب۴۷: ۱-۱۲)

۴-حزقی ایل کی خاص تعلیم۔ الف۔ وہ خوف اور مصیبت جو خدا کی قدوسیت کے احساس سے پیدا ہوتا ہے۔

ب۔ گناہ کی کراہیت اور پاکیزگی کی از حد ضرورت ب۳۶: ۲۵ و ب۴۴: ۲۲-۲۵۔

ج۔ شخصی جوابدہی (ب۱۸: ۴) اس تعلیم کے دو نتیجہ آیندہ مذہب میں ظاہر ہوئے یعنی خطا کی قربانی کا اضافہ اور خاص یوم کفارہ کا مقرر ہونا۔

د۔ خدا کا انصاف (ب۱۸: ۱-۳۲)

ھ۔ خدا کی بادشاہی۔ خدا کے زیر حکم مذہب اور سیاست دونوں کی یگانگی ہوگی اور خدا گویا خود سردار کاہن اور بادشاہ ہوکر ہیکل کو اپنا دار السلطنت بنائیگا۔ دیکھو کتاب کی آخری آئتیں اور ب۲۰: ۳۳-۳۸)

سوالات۔ ۱۔ کیا ضرورت تھی کہ ہیکل برباد کی جائے؟

۲۔ حزقی ب۱: ۱-۴ کے مضمون پر وعظ لکھو۔

۳۔ جب ہم دعا مانگتے ہیں "تیری بادشاہی آئے" تو ہمارا مطلب کیا ہے؟

۴۔ ب۳۷: ۱-۱۴ کا مطلب بتاؤ۔

سبق ۸۔ خدا کا خادم۔ یسعیاہ دوم

سبق کا مقصد۔ یہ ظاہر کرنا کہ خدا کی طرف سے خادم اور خدمت کے راز کا انکشاف نبی پر بتدریج ہوا۔

مطالعہ کیلئے مضامین۔ یسعیاہ ۴۰ تا ۵۵۔

یادداشت ۱۔ نبی کا زمانہ۔ ۵۴۰ ق م قبل از مسیح۔

حزقی ایل کے ایام میں یہودی یروشلیم کو واپس نہ جاسکے لیکن ۵۵۰ ق م کے بعد بابل کی طاقت زائل ہونے لگی عین اسی وقت جلاوطن یہودیوں میں ایک بڑے پایہ کا نبی اُٹھا اور اُن سے کہنے لگا کہ واپسی کا دن نزدیک ہے۔ اس نبی کے خیال میں شاہ فارس خورس اس لئے خدا سے مقرر ہوا کہ بابل کو مسخر کرکے یہودیوں کو رہائی دلائے۔ یسعیاہ کی کتاب میں ۴۰ تا ۵۵ اس نبی کی نبوّت ہے اس حصّہ کو ہم یسعیاہ دوم کہتے ہیں۔

(دیکھو سبق ۴ یادداشت)

۲۔ نبوّت کی ابتدائی باتیں۔ وجد کی حالت میں یہ خوش بیان نبی اپنی قوم سے کہنے لگا کہ ان کی واپسی کے واسطے بیابان میں راہ تیار کیجاویگی اور ہر ایک نشیب اونچا اور ہر ایک پہاڑ و ٹیلا پست کیا جاویگا (۴۰: ۱-۱۱) عالمگیر خدا تمام چیزوں کا خالق اور ساری قوموں کا شاہنشاہ یہ کام کریگا۔

۳۔ قادرِ مطلق خدا کی راستبازی و راسخ العہدی۔ نبی لکھتا ہے

کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ کھودی ہوئی مورتیں اور بت بالکل بیکار اور باطل ہیں (ب ۴۴: ۱-۲۳) خدا راستباز بھی ہے اور اس نبی کے خیال میں خدا کی راستبازی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرتِ مطلقہ یہودیوں کی بحالی اور نجات کے لئے کام میں آئیگی اور وہ اپنے وعدوں کا پابند رہیگا۔ یہاں پہلی نبوت میں خاص زور اس بات پر دیا گیا تھا کہ چونکہ خدا راستباز ہے اس لئے وہ گنہگاروں کو سزا دیگا اس نبی کے کلام میں خاص زور دوسری بات پر ہے یعنی یہ کہ خدا کی راستبازی نجات کی کفالت کرتی ہے جیسا یوحنا کے پہلے خط ب ۱: ۸-۹ میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچا اور عادل ہے (ب ۴۰: ۲ تا ب ۴۱ اور ب ۴۴: ۶-۲۰ اور ب ۴۵: ۱۴ تا ب ۴۶ اور ب ۴۸۔

۴- خورس کی فتحیابی۔ خدا کی قدرت ایسی ہے کہ وہ ایک اجنبی اور بت پرست بادشاہ خورس نام کے ذریعہ سے اپنی مرضی پوری کریگا۔ وہ بابل کو فتح کرکے یہودیوں کو بچائیگا (ب ۴۴: ۲۸۔ اور ب ۴۵: ۱-۱۳) صرف اسی لحاظ سے خورس خدا کا خادم کہلاتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے جلاوطن یہودی فلسطین واپس جا سکتے ہیں (ب ۴۱ و ب ۴۳: ۱۴-۲۱ ب ۴۴: ۲۴ تا ب ۴۵: ۱۳ و ب ۴۶: ۸ تا ب ۴۷ و ب ۴۹: ۷-۲۳۔

۵- قوموں کے بیچ میں بحال کئے ہوئے یروشلیم کی خدمت

اگر تم مندرجہ ذیل عبارتوں کو پڑھوگے تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ قوم یہود بھی خدا کا خادم بنیگی یا کم از کم وہ یہودی جو خدا کے

وفادار رہینگے (ب۴۲: ۱-۹ و ب۴۹: ۵-۶)
یروشلیم کی بحالی قوموں میں خدا کی قدرت محبت اور جلال کی شہادت ہوگی (ب۵۵: ۴-۵) (پھر پڑھو ب۴۲: ۱-۱۳-۱ اور ب۵۱: ۱۲-۱۶ اور ب۴۹: ۱-۶- اور ب۵۲ تا ب۵۵- نبی یوں کہتا ہے کہ یہودیوں کی بحالی میں خدا کا یہ مقصد ہے کہ وہ ایک پاکیزہ اور مقدس قوم بن جائیں۔

۶- خدا کا خادم- نبی کی سب سے اعلیٰ تعلیم یہ ہے کہ خدا نے قوم کے بیچ میں اپنے اُس خادم کو بھیجا جو تنبیہ اور غیض و غضب سے نہیں مگر سنجیدگی کے ساتھ اپنی جان کے دُکھ اور دلی صفائی سے انکو پاک کریگا (ذیل کے حصّے غور سے پڑھو) ب۴۹: ۱-۶ و ب۵۰: ۴-۹ و ب۵۲: ۱۳ تا ب۵۳: ۱۲) یہ حصّے خادمِ خدا کے گیت کہلاتے ہیں پیشین گوئی کے بموجب ۵۳۸ء میں خورس بابل میں داخل ہوا اور ۵۳۶ء میں اس کے حکم سے چند یہودی یروشلیم واپس گئے لیکن وہ پیشین گوئی اس نبی کا سب سے کارآمد اور روحانی کلام مانا جاتا ہے کون اس کا منکر ہوگا کہ خدا ہی نے یہ گیت الہام سے دئے اور مسیح یسوع کی ذات و صفات سے انکے مطلوب کی تکمیل کی۔ بعد میں اکثر یہودی ان کو بھول گئے اور بجائے دُکھ اُٹھانیوالے خادم کے عالیشان بادشاہ کی راہ دیکھنے لگے مگر خود یسوع کو اور اس کے بعد ہزاروں مسیحیوں کو ان سے بہت روحانی خوراک اور تسلّی ملی۔ (متی ب۸: ۱۷)

سوالات- ۱- ہندوستان کیلئے یسعیاہ دوم میں کونسی تعلیم مفید ہے؟
۲- خادم کے گیت پڑھکر کیا تم کو یرمیاہ یاد آتا ہے؟ کیوں؟
۳- کیا یسعیاہ کی کتاب میں مسیح کی بابت کچھ اشارہ ملتا ہے؟

سبق ۹۔ رہائی میں ظہور مسیح کی اُمید

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ خدا یہودیوں کو واپس لاکر ان کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کرتا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ حجّی کی کتاب۔ زکریاہ۔ ب۱ و ب۴ و ب۶: ۹-۱۴۔ عبدیاہ کی کتاب یسعیاہ۔ ب۶۵ تا ب۶۶ ملاکی کی کتاب یوایل ب۱: ۱ تا ب۲: ۲۷ و ب۲: ۲۸ تا ب۳: ۲۱۔

یادداشت۔ ۱۔ جلاوطنوں کی واپسی۔ سنہ ۵۳۶ قبل مسیح یہودیوں کا ایک گروہ نینوہ سے فلسطین واپس گیا لیکن وہاں پہنچکر انھیں معلوم ہوا کہ ہماری جلاوطنی کے ایام میں وطن اجنبی قوموں سے آباد ہوگیا یعنی سامری، اور ادومیوں سے پس یہودی صرف یروشلیم اور اسکے چاروں طرف کے چھوٹے چھوٹے علاقے قبضہ میں لاسکے۔ اسکے علاوہ یہودی غریب اور لاچار تھے اور اجنبی قوموں سے تکلیف پانے لگے۔ جس طرح جلاوطنی سے پہلے لوگ خدا سے مایوس ہوگئے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی نااُمید ہوئے یہانتک کہ یروشلیم کی شہرپناہ اور ہیکل کو ازسرِنو تعمیر کرنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی۔

۲۔ **حجّی**۔ سنہ ۵۲۰ قبل از مسیح۔

اس موقع پہ خدا نے حجّی کو بھیجا۔ حجّی لوگوں کو اُبھارنے لگا

کہ ہیکل کو پھر تعمیر کریں۔ ۵۱۶ء میں ہیکل تعمیر ہوگئی۔ ان دنوں میں زربابل شاہِ فارس دارا کی طرف سے مقرر ہو کر فلسطین کا ناظم ہوگیا۔ زربابل داؤد کے گھرانے کا تھا۔ اور حجی نے اس کو خدا کا ممسوح تصور کیا۔ اور اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودی باوجود اسیری کے مسیح کی آمد سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اس کے امیدوار رہے۔

۳۔ زکریاہ۔ (ب۱ تا ب۸) ۵۲۰ء تا ۵۱۸ء قبل مسیح۔

زکریاہ حجی کا ہم عصر تھا۔ اسکو بھی بڑی فکر تھی کہ ہیکل دوبارہ تعمیر ہو اور عبادت کا سلسلہ پھر قائم ہو جائے۔ حجی کی طرح وہ بھی زربابل کو آنے والا مسیح سمجھتا تھا۔ (دیکھو ب۴: ۹ اور ب۶: ۱۲) ممکن ہے کہ وہ تاج جن کا ذکر ب۶: ۹-۱۴ میں آیا ہے یہوشع اور زربابل دونوں کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ بہرکیف ب۶: ۱۲ یعنی "دونوں میں صلح اور سلامتی کی مشورت ہوگی" سے یہ مراد ہے کہ بادشاہ اور سردار کاہن دونوں تخت نشین ہونگے اور سیاسی حکومت اور مذہب میں یگانگی ہوگی۔ خیر یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ زکریاہ کے خیالات مسیح کی بابت ایک حد تک دنیاوی تھے۔ یعنی کہ وہ بادشاہ کی حیثیت میں آئیگا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ برسوں تک روحانی اور ظاہری رسم ورواج کے مذہب میں بڑی کش مکش ہوتی رہی۔

۴۔ عبدیاہ۔ ۴۶۰ء قبل از مسیح۔

اس میں کچھ نئی تعلیم نہیں مگر یہاں ثبوت ہے کہ اس زمانہ

کے یہودی تصوّر کرتے تھے کہ دنیاوی سلطنت دنیا میں قائم ہوگی جس میں غیر قوم اور خاص کر ادومی پست ہونگے اور یہودیوں کی سرفرازی ہوگی۔ مگر یہ خیال صحیح ثابت نہ ہوا اور اس کا بُرا نتیجہ یوں ہوا کہ یہودیوں کے دل صلح کے بادشاہ مسیح کے پیغام امن کیلئے تیار نہ رہے بلکہ غیر یہودیوں کی طرف ان کی دشمنی اور نفرت بڑھ گئی۔

۵۔ یسعیاہ سوم۔ ۴۵۰ قبل از مسیح۔

باب ۵۶ تا ۶۶ کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ یہودیوں میں بت پرستی شروع ہوئی۔ نبی کی نصیحت یہ ہے کہ خدا سچے پرستار کی مدد کرتا ہے ساگو باب ۵۶: ۲ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کے خیال میں سچی عبادت فاقہ کرنے اور سبت کے دن کو ماننے پر منحصر ہے تو بھی وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اسکے علاوہ پاکیزگی اور راستبازی ضروری ہے۔

جب وہ عبادت کو صرف ظاہری صورت میں ادا ہوتے دیکھتا ہے تو ظرافت آمیز طنز سے کلام کرکے رسم پرستوں سے مقابلہ کرتا ہے (باب ۵۸ اور باب ۶۶: ۱-۴) بعض دفعہ اس نبی کی نبوت اعلیٰ درجہ کی ہے خاصکر جہاں وہ الٰہی ہمدردی کا مسئلہ پیش کرتا ہے باب ۶۳: ۷-۹ اور خدا کی پدرانہ شفقت کا ذکر کرتا ہے باب ۶۳: ۱۶۔ پھر یاد کرنا چاہیئے کہ جب یسوع مسیح بشارت دینے لگا تو اس نے اپنے حق میں باب ۶۱: ۱-۳ ناصرۃ کے عبادت خانہ میں پڑھا اور وہ عبارت گویا خداوند کی بعثت کا خلاصہ ہے۔

۶۔ ملاکی۔ ۴۵۰ قبل از مسیح۔

ملاکی نبی نے بھی اسی وقت نبوت کی اور اسکی کتاب سے لوگوں کی

بدی اور روحانیت کی کمی ظاہر ہوتی ہے (پ۱: ۷-۸ و ۱۴ اور پ۲: ۵) خدا کا آفتاب صداقت طالع ہوگا اور ایماندار اسکی کرنوں میں شفا پائینگے اور شریروں کو پائمال کرینگے (پ۴: ۲-۳) آفتاب صداقت مسیح موعود کا ایک نام مانا گیا ہے۔

۷۔ **یوایل**۔ یہ نبی پکارتا ہے کہ لوگ توبہ کریں۔ بذریعہ ٹڈیوں کے انکی سزا ہو چکی ہے پس ان کو جلد توبہ کرنی چاہیئے ورنہ ٹڈیوں سے بھی بڑی بلا ان پر آن پڑیگی۔ یوایل کے خیال میں یہودیوں نے اتنی مرتبہ سزا کھائی کہ شاید فقط عظیم عدالت کے دن ہی خدا ان کی طرف ہو جائیگا۔ لہذا اس بات سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ نبوت مکاشفہ کی صورت پکڑنے لگی۔ یہ نبی روح القدس کی آمد کا پیشنگو کہلاتا ہے۔ اس کی نبوّت کی خوبیاں یہ ہیں کہ وہ وہی اُمید دلاتا ہے جو امیدوار کو شرمندہ نہیں کرتی پ۲: ۲۱-۲۷۔ اور کہ وہ بڑی خوبصورتی سے یہ دکھلاتا ہے کہ غضب کے ایام کے بعد امن وچین کا زمانہ ہوگا جس میں ایماندار سلامتی سے رہینگے۔ (پ۳: ۶-۲۱)

سوالات۔ ۱۔ کن کن باتوں سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ سب یہودی مسیح کی آمد کے اُمیدوار ہونگے؟
۲۔ یہودیوں نے اپنی جوابدہی کی کیسی قدر کی؟
۳۔ نبوّت کے مسیح اور مکاشفے کے نبی میں کیا فرق ہے؟

سبق ۱۰۔ نبوّت کا اختتام

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ کس طرح مسیح کی آمد کے لئے یہودی قوم کی تیاری نامکمل رہی۔ جس کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کو دوبارہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ یوناہ کی کتاب۔ زکریاہ ب۹ تا ب۱۴ دانی ایل ب۱ تا ب۶ و ب۷ تا ب۱۲۔

یادداشت۔ ۱۔ یہودیوں کے خیالات غیر قوموں کے متعلق

ناحوم اور عبدیاہ کی کتابوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ غیر یہودیوں سے یہودی کیسی سخت نفرت رکھتے تھے برخلاف اسکے یسعیاہ یہ سکھا چکا تھا کہ خدا عالم گیر اور قادر مطلق ہو کر تمام اقوام عالم کی خبر گیری کرتا ہے (یسعیاہ ب۱) اور یسعیاہ دوم نے یوں کہا کہ خدا کا خادم قوموں کے لئے نور ہو گا اور اسی سے خدا کی نجات زمین کے کناروں تک پہونچے گی۔ (یسعیاہ ب۴۹: ۵-۶) اور یسعیاہ سوم نے پیشگوئی کے طور سے یہ کہا کہ غیر قومیں ہیکل کی تعمیر میں شریک ہونگی (ب۶۰: ۱۰-۱۳)

۲۔ یوناہ۔ سنہ ۳۰۰ قبل از مسیح۔

اس کتاب کا یہ مقصد ہے کہ یہودیوں کو جو نفرت دیگر قوموں سے ہے وہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے یہودیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کسی کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ سب کے ساتھ یکساں محبّت رکھتا ہے پس جس طرح یہودیوں نے نافرمانی کی اسی طرح

لکھنے والے کے تصور میں یوناہ نے نینوہ جانے کا حکم پاکر اُسے نہیں مانا۔ پھر یوناہ کا مچھلی کے پیٹ میں رہنا۔ یہودیوں کی جلاوطنی کی تشبیہ ہے۔ آخر میں جب یوناہ صرف نفرت ہی سے نینوہ میں منادی کرتا ہے خدا اس سے کہتا ہے کہ مجھے اتنے بڑے شہر کے لوگوں کی اور نیز اسکے حیوانوں کی فکر رہا کرتی ہے (۴باب:۱۱)

۳۔ زکریاہ دوم۔ ۳۰۰ء یا ۲۵۰ء قبل از مسیح۔

اب اسیری سے یہودیوں کی واپسی کو تقریباً ۲۵۰ سال ہوئے اور اب تک وہ اپنی سلطنت قائم نہیں کر سکے۔ اس کے برعکس فلسطین پہلے اِس سلطنت اور پھر اس سلطنت کا علاقہ یا حصّہ ہو جایا کرتا تھا۔ بہرحال یہودی یروشلیم کے آئندہ جلال اور مسیح کی آمد دونوں کے امیدوار رہتے تھے۔ یہ نبی سب قوموں کو یروشلیم میں خدا کی عبادت کے لئے آتے ہوئے تصور کرتا ہے (۱۴باب) اگرچہ نبی کی نبوت اس خیال پر محدود ہے کہ صرف یروشلیم ہی میں خدا کی عبادت ہوسکتی ہے تاہم یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی کے خیال میں دنیاوی طور سے نہیں مگر اصولِ مذہب کے لحاظ سے یہودی فتحیاب ہونگے اور ۹باب: ۹ میں آنے والے بادشاہ کی تصویر یوں دی گئی کہ "صادق ہے اور نجات اسکے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے"۔

۴۔ دانی ایل۔ ۱۶۵ء قبل از مسیح۔

درحقیقت یہ کتاب نبوت کی نہیں ہے۔ اصلی نبوّت بند ہو چکی ہے اور یوحنّا بپتسمہ دینے والے کے آنے تک بند رہیگی۔ یہ دیکھنے میں

آیا ہے کہ یوایل کی کتاب بھی مکاشفہ میں شامل ہے۔ بار بار نبیوں کے خیالات زمانہ کے تصورات پر محدود رہے مثلاً کہ زربابل خدا کا مسیح ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ وہ بادشاہ خدا کا ایک ممسوح تو تھا مگر وہ ممسوح نہیں جس سے خدا کی مرضی کامل درجہ تک پوری ہو سکی مگر اس نبی کی کوتاہ بینی ثابت ہے پس لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ جب تک خدا فوج لیکے اور اپنا جلال دکھلا کے خود نہ آیگا تب تک اس کی مرضی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔ ۱۶۸ء میں شاہ ارام انٹیاکس ایپیفینس نے (ANTIOCHUS, EPIPHANOS) فلسطین کو اپنے قبضے میں لیکے بڑی کوشش کی کہ یہودیوں کی عبادت بالکل موقوف ہو جائے یہانتک کہ ان کے مذہب کا نام دنیا سے مٹ جائے۔ اس نے ہیکل کو ناپاک کرکے ساڑھے تین برس تک عبادت کا سلسلہ موقوف کر رکھا اور اسکی خونریزی کیوجہ سے بہتیرے یہودیوں نے دین کو ترک کر دیا۔ اس خطرناک موقع پر لکھنے والے نے دانی ایل کے چند واقعات کو ترتیب دیکر بیان کیا تاکہ لوگ پڑھکر ہمت باندھیں (ب ۱ تا ۶) اس کے بعد مولف دانی ایل کے منہ سے پیشنگوئی کو ظاہر کرتا ہے کہ انٹیاکس کی سلطنت جلد ختم ہو گی اور انٹیاکس خود مر جائیگا (ب ۷ تا ب ۱۲)۔ اور ۱۶۴ء میں ایسے ہی واقع ہوا ب ۷: ۱۳-۱۴ میں ہے "ایک شخص آدمزاد کی مانند کا ذکر ہے جس کی بڑی بادشاہت ہو گی" اس میں شک نہیں کہ لکھنے والا در اصل مکمل اور پاکیزہ عبرانی قوم کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ ان الفاظ سے لوگوں کے دلوں میں مسیح کے آنے کی امید اور مضبوط ہو گئی بلکہ آخری دنوں میں یسوع نے اپنے واسطے یہ نام پسند کیا یعنی ابن آدم۔

سوال ۱۔ مسیح کے کہنے کا کیا مطلب ہے کہ یونس کے نشان کے سوا ان کو اور کوئی نشان نہ دیا جائیگا؟

سبق ۱۱۔ ظہور مسیح کا انتظار

سبق کا مقصد:۔ یہ دکھانا کہ ساری دُنیا کے نجات دہندہ کو بھیجنے کے لئے کس طرح تیاری ہوئی۔ اس سبق میں فصل کا بھی اور سرسری طور سے پُرانے عہد نامہ اور نئے عہد نامہ کے درمیانی زمانہ کی کتابوں کا ذکر ہے جن میں آنے والے مسیح کا تذکرہ آتا ہے۔

یادداشت۔۱۔ **ابتدائی باتیں**۔ یہودی قوم کے مذہب اور انکے دل کے خیالات کی بابت جب تک کہ ہم کو کچھ علم حاصل نہ ہو تب تک نئے عہد نامہ کا بھید پورے طور سے سمجھ میں نہیں آسکے گا اور یہ خاصکر اسی واسطے ہے کہ اس قوم کے دل میں ایسی امید پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ اتنی بڑھ گئی کہ آخرکار یسوع ہی سے پوری ہوئی۔

۲۔ **اُمید کا ارتقاء**۔ اس اُمید کا آغاز یہودی دین کے ایک اصول میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ یہودی قوم خدا کی خاص قوم ہے۔ جس کی معرفت باقی اقوام کو برکت پہنچیگی۔ (پیدائش ۱۲ باب: ۲و۳) بشرطیکہ یہودی خدا کی مرضی کے موافق چلیں (خروج ۱۹ باب: ۵و۶) شروع میں یہودیوں نے خیال کیا کہ خدا ہمکو بہت دولت اور خوشحالی دلوائیگا لیکن رفتہ رفتہ ان کی جلاوطنی اور باقی از حد تکالیف کے سبب انکے خیالات تبدیل ہوئے اور روحانی صورت پکڑنے لگے۔ پس انکے انبیا نے یہ سکھایا کہ آنے :۱ لا زمانہ صلح اور

سرسبزی کے لحاظ سے اس زمانہ کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہوگا یہانتک کہ درندے جانور پالو ہو جائینگے۔ (یسعیاہ ب ۱۱ : ۶-۹) لڑائی اور جنگ موقوف ہوگی (یسعیاہ ب ۲ : ۲-۴ اور میکاہ ب ۴ : ۱-۴ اور زبور ب ۴۶ : ۹) لوگ بت پرستی سے بالکل باز آئینگے (میکاہ ب ۵ : ۱۲-۱۴) یہانتک کہ عہد کے صندوق کا خیال بھی دل میں نہ آئیگا (یرمیاہ ب ۳ : ۱۶) یہ وہ زمانہ ہوگا جسمیں لوگ نہ صرف لڑائی اور بت پرستی سے بچے رہینگے بلکہ گناہ سے بھی مخلصی پائینگے (یسعیاہ ب ۴۳ : ۲۵۔ ب ۶۰ : ۲۱) بعض آدمیوں کو اس بات کا یقین کرنے کی جرأت تھی کہ موت بھی ہمیشہ کے لئے نابود ہوگی (یسعیاہ ب ۲۵ : ۸) آنے والے زمانہ کے آدمیوں کو خدا نیا دل بخشیگا (حزقی ایل ب ۱۱ : ۱۹ اور ب ۳۶ : ۲۶) اور ان کو قوانین کی مطلق ضرورت نہ ہوگی کیونکہ بجائے پرانے عہد کے جو پتھر پر کندہ تھا خدا اپنی شریعت کو انکے باطن میں رکھیگا کہ وہ چھوٹے سے بڑے تک سب خدا کو جانینگے (یرمیاہ ب ۳۱ : ۳۱-۳۴)

۴- **مسیح کی تعریف**۔ پس اس حالت میں کیا عجب تھا کہ باقی اقوام سے یہودی قوم اخلاق کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ متفرق تھی لیکن اس کے علاوہ جب کبھی یہودیوں کو آنے والا زمانہ کا خیال آتا تو اس کے ساتھ وہ ایک خاص شخص کو تصوّر کرتے جس کو وہ "خدا کا ممسوح" یا "مسیح" کہتے تھے اگرچہ شروع میں روحانیت کے لحاظ سے یہ شخص اعلیٰ درجہ کا تصوّر نہ کیا جاتا تھا تاہم اسکی بابت انکے خیالات میں بہت ترقی ہوتی گئی چنانچہ انھوں نے

آنے والے نئے زمانہ کو سلطنت کی صورت میں تصوّر کیا۔ اس لئے ضروری ماناگیا کہ وہ ممسوح بادشاہ ہوگا (یاد کرنا چاہیئے کہ داؤد وغیرہ جب بادشاہی کے لئے چُنے گئے تو مسح کئے گئے تھے) ایک نبی کے نزدیک یہ ممکن بھی تھا کہ شاید غیر یہودیوں میں سے رہائی دینے والا نکلیگا مثلاً خورس (یسعیاہ ۴۵: ۱) لیکن عام طور سے ۲۔سموئیل ۷: ۱۶ کی بنا پر یہ خیال ہوتا تھا کہ بادشاہ داؤد کے گھرانے سے ہوگا اور اسکی تعریف یسعیاہ ۱۱: ۱-۵ میں ہے کیونکہ اس موقع پر مسیح موعود جنگی لباس میں نہیں مگر روحانیت سے ملبوس ظہور میں آتا ہے۔

۴-مسیح کی اعلیٰ تعریف - جب یروشلیم کی بربادی اور یہودیوں کی اسیری کے دن آئے تب ہی خدا نے مسیح کی بہترین تصویر عنایت فرمائی۔ یرمیاہ ۲۳: ۲-۵ میں ایسے بادشاہ کا ذکر ہے جو اپنے لوگوں کو صداقت اور راستبازی بخشیگا اور پھر یسعیاہ دوم کے "خادم کے گیتوں" میں وہ شخص مذکور ہے جو اپنے کو خدا کا اور انسان کا خادم جانتا ہے اور یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ میرے ذمہ بہت بھاری خدمت ہے یعنی یہ کہ دنیا کو خدا کا سچا عرفان دوں بے دلوں کو ہمت دلاؤں (۴۲: ۳) بغیر شکایت کئے اور خدا کا توکّل چھوڑے بنا ازحد حقارت برداشت کروں (۵۰: ۴-۹) مردود اور مقتول ہوکر موت ہی سے گنہگاروں کو خدا کی طرف مائل کروں (۵۳)

۵-یہودیوں پر اس روحانی خیال کا اثر - تو بھی ان اعلیٰ خیالات نے یہودیوں کے دلوں میں بہت جگہ نہ پائی

اور اسیری سے رہا ہوکر یہودی پھر بڑے بادشاہ اور اسکی بڑی بادشاہت کے امیدوار ہوئے اسکے بعد یسوع کے آنے تک یہ امید ان کے دل میں رہی۔ بہرحال زکریاہ دوم ان کو یاد دلاتا ہے (ب ۹: ۹) کہ انکا منجی شان وشوکت کے ساتھ نہ آئیگا لیکن ایسا بادشاہ ہوکے آئے گا جو صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے اور حلیم ہے اور گدھے بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے"۔

۴۔ درمیانی زمانہ میں آنیوالے مسیح کا ذکر:۔

الف۔ دوسری صدی قبل از مسیح کی کتابوں میں آنے والے مسیح کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ دانی ایل ب ۷: ۱۳-۱۴ میں ایک آدمزاد کا بیان ہے اور ان آیتوں میں مسیح کی طرف اشارہ مانا گیا ہے۔ اسکے علاوہ صرف دو کتابوں میں مسیح کا نام آتا ہے۔ پہلی کتاب جوبلیس (JUBILEES) کہلاتی ہے اور اس میں اگرچہ مسیح کا نام تو ہے تو بھی سوائے اسکے کہ بادشاہ ہوگا اسکی اور کوئی تعریف نہیں پھر ایک کتاب بارہ بزرگان دین کی شہادت کہلاتی ہے جس میں مسیح کا بیان یوں کیا گیا ہے کہ اسرائیل کے دشمنوں سے لڑنے اور غیر یہودی قوموں کے سامنے منادی کرنے کو اور راستبازوں کو بچانے کے لئے مسیح آئیگا اُسے حلیم۔ راستباز اور بے گناہ کہا جاتا ہے اور اسکے نام کاہن اور نبی اور بادشاہ بتلائے جاتے ہیں۔

ب۔ پھر پہلی صدی قبل از مسیح میں خاصکر دو تصنیفوں میں آنے والے مسیح کا بیان ملتا ہے پہلی کتاب حنوک کے نام سے

نامزد ہے۔ اسمیں (ت ۳۷۔ ٹ) مسیح کی بابت بہت بھاری پیشنگوئی ہے کہ وہ خدا ہی میں ہوکر بنائے عالم کے پیشتر سے موجود ہے۔ آخری عدالت میں وہ انصاف کرکے بادشاہوں کو اور گرے ہوئے فرشتوں کو نابود کریگا۔ وہ بڑا طاقتور اور ایسا دانشمند ہوگا کہ اس سے کوئی امر بھی پوشیدہ نہیں رہیگا۔

آخرکار "سلیمان کے زبور" میں ایسا مسیح پیش کیا جاتا ہے جو محض انسان ہی ہوکر داؤد کے گھرانے میں پیدا ہوگا۔ تاہم اسکی پیدائش کا وقت صرف خدا کو معلوم ہے اسکے آنے سے پیشتر وبائیں اور صدمے ہونگے۔ اسکے ہاتھ میں دو کام ہیں یعنے وہ غیر یہودی دشمنوں کو اور یہودی گناہگاروں کو نیست کریگا اور اسرائیل کے جلاوطن قبیلوں کو پھیر لائیگا لیکن جو کچھ وہ کام کریگا سب کو روحانی ہتھیاروں سے انجام دیگا وہ پاکیزہ۔ بے گناہ۔ رحم دل اور انصاف کرنے والا ہوگا۔

۷۔ **الحاصل**۔ کیا ممکن تھا کہ یہ باتیں معمولی آدمی میں پوری ہوتیں؟ پس ابنِ خدا آیا اور اس نے دنیا کے بادشاہوں میں شامل ہونے سے انکار کیا بلکہ تحمل کے ساتھ اپنی جان کے دُکھ کے ذریعہ سے کوشش کی کہ سب لوگوں کو خدا کی قربت اور نزدیکی کی برکت حاصل ہو۔

سوالات۔ ۱۔ تم کو مسیح کے حق میں کونسی پیشنگوئی پسند ہے؟ کیوں؟

۲۔ یسوع نے اپنے حق میں کونسی پیشنگوئی کا اقتباس کیا؟

فصل پنجم۔ سیرتِ مسیح

فصل کا مقصد۔ کہ ہم یسوع مسیح کی زندگی کے حالات پر غور کر کے یہ معلوم کریں کہ یسوع ابن مریم خدا کا مسیح ہے دوم کہ وہ انسان ہو کر خدا کو ظاہر کرتا ہے اور سوم کہ وہ موت پر غالب آ کر ہم کو اپنے اور اپنی موت کے وسیلے سے گناہ پر غالب کر کے ہمیشہ کی زندگی کا وارث بناتا ہے۔

فہرست مضامین

سبق ۱۔ مسیح کے واسطے تیاری۔ تواریخی واقعات

سبق کا مقصد۔ کہ ہم مسیح کے زمانہ کے کچھ واقعات سے واقف ہوں
مطالعہ کے لئے مضامین۔ اس کتاب کا تاریخی تتمہ۔
یادداشت۔ ۱۔ اسیری اور غیر قوموں کے تعلقات سے یہودیوں پر اثر
سنہ قبل از مسیح حزقیاہ یہوداہ کا آخری بادشاہ تھا جس کا
تذکرہ پرانے عہد نامہ میں ہے۔ اسی کے عہد سلطنت سے فلسطین اپنی
آزادی کی خاطر لڑتے لڑتے بابل فارس اور یونان کے زیر حکومت
رہا۔ سنہ ۱۶۰ قبل از مسیح یہوداہ مکابی اور اسکے بھائی یونتن و
شمعون نے آزادی کا جھنڈا بلند کیا اور قریب قریب آزاد رہا۔
ان سات سو برس میں یہودی لوگ یونان و روم کے سارے
علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ اسکے چند خاص اسباب یہ ہیں کہ
بعض اسیری کے باعث بعض تجارت کی غرض سے اور بعض یروشلیم
کی بے شمار تکالیف سے بچنے کے خیال سے وہاں جا بسے۔ وہ
مشرقی یہودی جو بابل اور اسور کے علاقوں میں رہتے تھے عبرانی
اور یونانی دونوں زبانوں سے واقف تھے کیونکہ سکندر اعظم
نے فلسطین و ارام بلکہ ہندوستان تک سب آس پاس کے
ممالک کو مغلوب کر لیا تھا (سنہ ۳۳۰ قبل از مسیح) مغربی یہودی
جو اسکندریہ اور بڑے بڑے شہروں میں جا بسے تھے اور جنکی
مالی حالت عموماً اچھی تھی صرف یونانی زبان بولتے تھے۔ فلسطین

میں سب تعلیم یافتہ یونانی زبان بول سکتے تھے لیکن دیہاتی لوگ ارمیئیک (ARAMAIC) یعنی ارامی یا سوریانی زبان بولتے تھے اصل عبرانی اور ارامی زبان میں وہی تعلق ہے جو سنسکرت اور ہندی میں پایا جاتا ہے۔

۲-یہودیہ روم کے زیر حکومت۔

سنہ ۶۳ قبل از مسیح پامپی (POMPEY.) نام ایک رومی سپہ سالار نے یروشلیم کو فتح کیا اور اس وقت فلسطین روم کا ایک علاقہ ہو گیا۔ سنہ ۳۱ قبل از مسیح قیصر اوگوسٹس روم کا شاہنشاہ ہو گیا اور اس نے سنہ ۱۴ء تک سلطنت کی۔ سنہ ۳۷ قبل از مسیح اسنے ہیرودیس اعظم کو فلسطین کا بادشاہ بنادیا۔ ہیرودیس کی پیدائش ادومیہ میں ہوئی تھی اور وہ اپنے آپ کو یہودی سمجھتا تھا۔ وہ عمارتوں کی تعمیر کا بڑا شائق تھا۔ اور اسنے علاوہ دیگر عمارتوں کے یروشلیم کی ہیکل ازسر نو بڑی شان و خوبصورتی کے ساتھ بنوائی مگر جیسا کہ چاہیئے وہ مذہب کا پابند نہ تھا۔ گو وہ دانشمند تھا تو بھی اسکی فطرت ظلم اور چالاکی کی آمیزش سے خالی نہ تھی۔ اس لئے یہودی اُسکو نیم یہودی کے لقب سے پکارتے تھے۔

۳-ہیرودیس کی موت کے بعد۔

سنہ ۴ قبل از مسیح۔ چند مہینہ مسیح کی پیدائش کے بعد جب ہیرودیس کا انتقال ہوا قیصر اوگوسٹس نے فلسطین کو چار حصوں میں تقسیم کر کے تین حصے ہیرودیس کے تین بیٹوں کو بانٹ

دیئے۔ ہیرودیس ارخلاؤس (ARCHELAUS) نے یہودیہ سامریہ اور ادومیہ۔ ہیرودیس انطیپاس نے گلیل اور پیریہ اور ہیرودیس فلپس نے اتوریہ (ITURAEA) اور ترخونیتس (TRACHONITIS) پایا۔ ارخلاؤس نے مناسب طور پر حکومت نہ کی اور دس سال کے بعد وہ جلا وطن کیا گیا۔ اس وقت یہودیہ سوریہ کا ایک صوبہ بنا دیا گیا (سنہ ۶ء) اس وقت سے یہودیہ کے حاکم پروکیوریٹر (PROCURATOR) یعنی کلکٹر کہلاتے تھے۔ پنطیس پیلاطس پانچواں پروکیوریٹر تھا۔ وہ سنہ ۲۶ء سے سنہ ۳۶ء تک اس عہدے پر رہا۔

۴۔ مسیح کی زندگی کے ایام میں حکومت کا حال:۔

مسیح کی عمر قریب ۱۰ سال کی تھی جب قیصر اوگوستس انتقال کر گیا سنہ ۱۴ء میں اسکی جگہ تبریاس (TIBERIAS) حاکم ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب مسیح بشارت کے کام میں مشغول تھا وہ قیصر تبریاس کی رعیت تھا جس وقت مسیح گلیل میں تھا وہ ہیرودیس انطیپاس کے زیر نگیں تھا لیکن جب یہودیہ میں آیا تو وہ دو عدالتوں کے ماتحت تھا۔ ایک یہودی سنہیدرم جس کا میر مجلس سردار کاہن تھا اور جس کے سامنے انکو پیش ہونا پڑتا تھا جو یہودی قوانین کے مطابق مجرم تھے۔ اور دوسری سرکاری عدالت جس کا حاکم پنطیس پیلاطس تھا [یاد رہے کہ وہ سب بادشاہ جو ہیرودیس کہلاتے تھے یہودی تھے]۔

۵۔ یہودیوں کا رومی سلطنت سے نفرت رکھنا:۔

چونکہ رومیوں نے بڑی سختی سے حکومت کرکے یہودیوں پر

ناقابلِ برداشت محصول لگایا اس لئے رومی سلطنت ان کو ناگوار تھی مسیح کی موت کے قریب چالیس برس کے بعد نیرو (NERO) کے زمانہ میں بڑی بغاوت ہوئی سپہ سالار وسپیئین (VESPACIAN) نے آکر بغاوت کو فرو کیا سنہ ۶۸ء۔ نیرو کے انتقال کے بعد ایک سال تک سلطنت کا کوئی پختہ انتظام نہ تھا۔ مگر اس کے بعد وسپیئین قیصر ہو گیا اور اس نے طیطس (TITUS) کو بھیجا جس نے یروشلیم کو گھیر لیا اور آخرکار فتح کر کے ہیکل کو بالکل مسمار کر دیا۔ اس وقت سے یہودی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا۔

۶۔ مسیح کی پیدائش کی تاریخ:۔

گو تمام دنیا میں لوگ اپنی اپنی تاریخ مسیح کی پیدائش سے شمار کرتے ہیں مگر جب لوگ ایسا کرنے لگے ان کے حساب میں کچھ غلطی ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ مسیح حقیقتاً ۳۲ برس کا ہو کر مرا لیکن جنتریوں کے مطابق اس کی موت بجائے سنہ ۳۲ء کے سنہ ۲۸ میں اور اس کی پیدائش قبل از مسیح سنہ ۴ میں شمار کی جاتی ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ اس کی پیدائش قبل از مسیح سنہ ۶ میں ہوئی لیکن اس کا ٹھیک پتہ لگانا مشکل ہے۔

سوالات۔ ۱۔ یہودہ مکابی کون تھا؟

۲۔ ہیرودیس اعظم کیسا بادشاہ تھا؟

۳۔ اس کے مرنے کے بعد فلسطین کی سلطنت کا کیا انتظام ہوا؟

سبق ۲- مسیح اور اسرائیلیوں کی نبوّت

سبق کا مقصد - یہ ظاہر کرنا کہ مسیح کی شخصیت اور اسکے طرز معاشرت کے متعلق انبیا و سابقین کی پیشین گوئیاں کس طرح پوری ہوئیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین - (۱) یسعیاہ ب۳۵ و ب۵۳۔
(۲) متی ب۱۱: ۵۔ لوقا ب۴: ۲۲۔ یوحنا ب۵: ۸-۹۔ یوحنا ب۹: ۶۔
اعمال ب۳: ۴-۸ یسعیاہ ب۷: ۱۴ و ب۹: ۶-۷ و ب۱۱: ۱-۹ و ب۴۰: ۱-۱۱ و ب۶۱: ۱-۲۔ زبور ۲ و ۱۶ و ۲۴ و ۷۲ و ۱۱۸ (۳) مندرجہ ذیل حوالجات کا مقابلہ کرو۔

متی ب۱: ۲۳ اور یسعیاہ ب۷: ۱۴ ۔ متی ب۲: ۶ اور میکاہ ب۵: ۲۔
متی ب۲: ۱۵ اور ہوشع ب۱۱: ۱ ۔ متی ب۲: ۱۸ اور یرمیاہ ب۳۱: ۱۵۔
متی ب۴: ۱۵ اور یسعیاہ ب۹: ۱ ۔ متی ب۴: ۱۶ اور یسعیاہ ب۴۲: ۷۔
متی ب۸: ۱۷ اور یسعیاہ ب۵۳: ۴ ۔ متی ب۱۲: ۱۸ اور یسعیاہ ب۴۲: ۱-۴
متی ب۱۳: ۱۴-۱۵ اور یسعیاہ ب۶: ۹-۱۰ ۔ متی ب۱۳: ۳۵ اور زبور ۷۸: ۲
متی ب۲۱: ۵ اور ذکریاہ ب۹: ۹ ۔ متی ب۲۱: ۴۲ و مرقس ب۱۲: ۱۰ و لوقا ب۲۰: ۱۷ اور زبور ۱۱۸: ۲۲-۲۳۔
لوقا ب۴: ۱۸ اور یسعیاہ ب۶۱: ۱-۲ ۔ لوقا ب۲۲: ۳۷ اور یسعیاہ ب۶۱: ۱-۲
یوحنا ب۱۲: ۳۸-۴۰ اور یسعیاہ ب۵۳: ۵-۶ اور ب۶: ۱۰ ۔ یوحنا ب۱۵: ۲۵ اور زبور ۳۵: ۱۹۔
یوحنا ب۱۹: ۲۴ اور زبور ب۲۲: ۱۸ ۔ یوحنا ب۱۹: ۲۸ اور زبور ۶۹: ۲۱۔
یوحنا ب۱۹: ۳۶ اور خروج ب۱۲: ۴۶ اور گنتی ب۹: ۱۲ اور زبور ۳۴: ۲۰

یادداشت - ۱- ابتدائی باتیں۔

یسعیاہ نبی کی کتاب ب۳۵ اور ب۵۳ کو خوب غور سے پڑھو۔

ان میں بڑا فرق یہ ہے کہ ۴۵ میں ایک خاص وقت کی بابت اور ۵۳: میں ایک خاص شخص کے بارے میں پیشین گوئی ہے یاد رہے کہ یہودی لوگوں نے ہمیشہ ایسی پیشنگوئیوں کا زیادہ لحاظ کیا جن میں آئندہ کا حال بتایا جاتا تھا اور بہ نسبت پورے ہونے کے وسیلہ کے عموماً پورے ہونے کے وقت ہی پر زیادہ زور دیا۔

۲۔ پیشنگوئی کے پورے ہونے کا وقت کب تھا یا کب ہوگا؟

اگر مذکورہ بالا حوالجات کی دوسری فہرست پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ پیشنگوئیاں مسیح میں پوری ہوئیں لیکن یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ جب تک مسیح اس عالم وعالم بالا بلکہ ہر ایک کے دل پر تسلط نہ پائے تب تک اس باب کی پیشنگوئیاں اور اسی قسم کی اور پیشنگوئیاں کامل طور پر ہرگز پوری نہ ہونگی۔

۳۔ وہ شخص کون ہے یا کون تھا جو پیشنگوئی میں مذکور ہے؟

مسیح کی شخصی خصوصیات کے بارے میں پیشنگوئیاں بہت کم پائی جاتی ہیں جب تک مسیح خود ظہور میں نہیں آیا تب تک پیشنگوئیوں کا راز بخوبی نہیں کھلا ایسا کہ لوگ کسی کو نامزد کر سکیں۔ اگر مذکورہ بالا حوالجات کے دوسرے حصّے میں سے زبور مذکورہ بغور پڑھے جائیں تو ان میں ایسے اشارے نہیں ہیں جن سے ہم صفائی سے کہہ سکیں کہ ان میں صرف مسیح ہی کا ذکر ہے تو بھی زبور نویس کی امید مسیح میں پوری ہوئی۔

۴۔ یسوع مسیح نے کس طرح پیشنگوئی کو پورا کیا۔

یسوع مسیح نے عجیب طور پر پرانے عہدنامہ کی چند

پیشینگوئیوں کو پورا کیا۔ ان آیتوں کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ لکھتے وقت شاید لکھنے والے پورے طور پر واقف نہ تھے کہ پیشینگوئیاں کس طرح پوری ہونگی مثلاً اگر ہم زبور ۱۱۸ پڑھیں تو اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلی ۱۲ آیتوں میں داؤد اپنے لئے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنے دشمن سے رہائی پائے۔ اور اغلب ہے کہ باقی آیتوں میں بھی اسکی دلی خواہش یہ ہو کہ خدا اسکو سرفراز کرے تو بھی مسیح نے خود کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا" وغیرہ۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ اگرچہ داؤد نے ان ہی آیتوں میں شاید اپنے آپ کو مدِ نظر رکھا تھا پر اس کے ساتھ ہی وہ الہامی طور پر آئندہ واقعات اور مسیح کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح مندرجہ بالا خیالات کو لحاظ کر کے دیگر حوالجات کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۵۔ انبیا مسیح کے نظیر تھے (رومیوں ۵ب: ۱۲-۱۴)

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انبیا مسیح کے نقش و نمونہ تھے مگر جو ان میں اتنے اعلیٰ درجہ کی خصوصیات تھیں وہ یسوع مسیح میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور کامل درجہ کی پائی جاتی تھیں۔ مسیح جو ابدی اور ازلی ہے مجسم ہو کر سب نبیوں میں ایک کامل اور بے گناہ نبی شمار کیا گیا (دیکھو یوحنا ۱ب اور ۸ب: ۵۸ اور مکاشفہ ۱۳ب: ۸)۔

(الف) مسیح آدم کا کامل نظیر تھا۔ وہ ابنِ آدم تھا

لیکن اس کے باب میں ابن آدم سے کامل انسانیت مراد ہے اور مسیح میں آدم بلکہ آدم زاد کے گناہ مٹ گئے اس سے اس سانپ کا سر کچلا گیا جس نے آدم کو بہکایا۔ شیطان پر فتحیاب ہو کر مسیح نے بنی آدم کے لئے فتح پائی (دیکھو پیدائش ب۳: ۱۵)

(ب) مسیح ابرہام کا کامل نظیر تھا۔ ابرہام کا ایمان ایسا تھا کہ سب آدم زاد اس سے برکت پاتے ہیں مسیح کا ایمان ابرہام کا سا ایمان تھا بلکہ کامل اور مسیح کے وسیلے ہمیں پورا یقین ہے کہ ابرہام کا ایمان بے بنیاد نہ تھا۔ (پیدائش ب۲۲: ۱۶۔ ۱۸)

(ج) مسیح موسیٰ کا کامل نظیر تھا۔ موسیٰ اپنے بچپن میں ناگہانی موت سے بچ گیا۔ جوانی میں سب دنیاوی فائدوں کو چھوڑ کر خدا کا وسیلہ بن گیا۔ جس سے اسرائیلی لوگ غلامی اور موت سے بچ گئے اور ملک کنعان میں پہنچ گئے۔ مسیح موسیٰ کا نظیر تھا تو بھی دونوں میں بڑا فرق تھا۔ مسیح کے وسیلے سے ہم شیطان کی غلامی اور ابدی موت سے بچ جاتے ہیں اور خدا کے فرزند اور حیات ابدی کے وارث ہو جاتے ہیں (استثناء ب۱۸: ۱۵) اسی طرح داؤد کی بادشاہت اور ملک صدق ہارون اور عیلی کی کہانت اور انبیا کی امید مسیح میں پوری ہوئی۔

سوالات۔ ۱۔ مسیح میں اور داؤد میں کیا مناسبت اور فرق تھا؟

۲۔ مسیح کیوں ہمارا سردار کاہن سمجھا جاتا ہے؟

۳۔ کیا سری کرشن اور رام چندر جی مسیح کے نظیر کہے جاسکتے ہیں؟

۴۔ مسیح کن کن باتوں میں انبیاء سابقین سے مختلف تھا؟

حصّہ دوم ۔ مسیح کی زندگی کے مسلسل واقعات

سبق ۳۔ مسیح کی پیدائش و لڑکپن

سبق کا مقصد۔ مسیح کے لڑکپن کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا

مطالعہ کے لئے مضامین۔ متی ۱ و ۲۔ لوقا ۱ و ۲۔
متی ۱۳ : ۵۵ مرقس ۶ : ۳ لوقا ۴ : ۲۲۔
یوحنّا ۱ : ۴۲ و ۴۳۔

یادداشت۔ ۱۔ اگر تم متی اور لوقا کی انجیلوں کے پہلے اور دوسرے باب کو پڑھو تو سمجھ لو کہ مسیح کی پیدائش اور لڑکپن کے جو کچھ بیانات اناجیل میں مذکور ہیں وہ تم نے پورے پورے پڑھ لئے۔

۲۔ تین اہم باتیں۔ تین باتیں نہایت ہی عجیب معلوم ہوتی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ ان ابواب کے سوا انجیل میں مسیح کی عجیب و غریب پیدائش کا ذکر نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ گو متی اور لوقا کے بیانات ایک دوسرے سے متضاد نہیں تاہم ان میں پوری موافقت بھی نہیں۔ ایسی باتیں بہت کم ہیں جن سے ایک دوسرے کی تصدیق ہوتی ہو۔ تیسری بات۔ متی نے یہودیوں اور لوقا نے غیر قوموں کے لئے انجیل لکھی مگر لوقا نے پیدائش کے بیان میں ان باتوں کا ذکر کیا جو یہودی لوگوں کے نزدیک دلچسپ تھیں اور متی نے تین اجنبیوں کا بیان کیا۔ انہیں وجوہات کے باعث معترض کہتے ہیں کہ جو کچھ

مسیح کی پیدائش کی بابت انجیل میں مذکور ہے وہ محض غیر مستند روایات کا مجموعہ ہے لیکن یہ بھی قابل تسلیم ہے کہ یہ ان لوگوں کے محض تصورات ہی ہیں جو بالکل بے ثبوت اور بے بنیاد ہیں۔ ان کے یہ معقول جواب ہیں (۱) کہ مسیح کی پیدائش ضرور غیر معمولی ہونی چاہئیے تھی اور (۲) کہ انجیل کے بیان کے خلاف صفحہ تاریخ پر کوئی روایت پائی نہیں جاتی۔

۳- پیدائش کے واقعات کے بیان میں۔

کوئی ضرورت نہیں کہ یہاں مسیح کی پیدائش کا بیان دوہرایا جائے لیکن اگر چند باتوں کا ذکر کیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(الف) صرف مردم شماری کی غرض سے مریم کو بیت لحم جانے کی ضرورت نہ تھی فرشتہ کی پیشینگوئی کی وجہ سے اور شاید اس سبب سے بھی کہ عوام کو کچھ شک پیدا نہ ہو وہ داؤد کے شہر کو گئی۔

(ب) مسیح کی پیدائش اور چرواہوں کی حمد وستائش کے کئی مہینے بعد مجوسی لوگ پورب سے آئے۔ ہزارہا جوتشی ہونگے جنہوں نے اس خاص ستارے کو دیکھا ہوگا مگر ان میں سے صرف تین ہی یروشلیم تک پہنچے۔ جب یہودی عالموں کی ہدایت سے وہ بیت لحم کی راہ پر ہو لئے تو ایسا ہوا کہ چلتے وقت ستارہ انکے سامنے نظر آیا کہ گویا بیت لحم کے اوپر تھا۔ اس لئے انھوں نے بتایا کہ ستارہ آگے آگے چلنے لگا اور بیت لحم پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔

۴- **مسیح کا لڑکپن**۔ا جب مصر سے واپس آئے مسیح ناصرۃ میں سوتیلے بھائیوں کے ساتھ رہا۔ یعقوب یوسف شمعون اور یہوداہ اس کے چار بھائی تھے اور اس کی چند بہنیں بھی تھیں۔ وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا گو یہ بات اس کی تمثیلوں سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اسنے ناصرۃ کے مکتب میں ضرور تعلیم پائی ہوگی اور جیسے آجکل مکتبوں میں دینی تعلیم دی جاتی ہے ان دنوں بھی دی جاتی ہوگی۔ اس لئے وہ روز بروز کتاب مقدّس کو پڑھا کرتا تھا وہ ایسا تیز فہم اور محنتی لڑکا تھا کہ یہودی علما اس کے سوال و جواب سے حیران تھے اور تیز فہمی اور محنت کے علاوہ اس کا دل بھی پاک تھا۔ اس کو فطرتاً عرفان الٰہی حاصل تھا اور جس وقت اس نے شریعت اور زبور کی کتابیں پڑھیں تو اس وقت گویا ایک نئی روشنی ان پر پڑی کیونکہ وہ ان کے اصلی معنی سے واقف تھا اور اَوروں کو بھی ان کے بھید کھولکر نصیحت کرسکتا تھا کیا ہمکو بھی دل و جان سے کتاب مقدّس کا مطالعہ کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔

(ب) مسیح کا کیسا صبر تھا کہ گو بارہ[۱۲] برس کی عمر میں اسکو ایسا علم اور ایسی واقفیت تھی تو بھی اس کے بعد اٹھارہ برس تک وہ اپنے گھر میں رہا۔ شیخی اور غرور اس میں ہرگز نہ تھا۔ اسکے بھائی اسکی بزرگی و الوہیت سے شاید

واقف نہ تھے۔ اس نے اپنی زندگی ایسے حلم سے گذاری کہ اسکے پڑوسی اسکی الٰہی قدرت کو پہچان نہ سکے بلکہ اس کو یوسف اور مریم کا بڑا بیٹا سمجھتے تھے۔ لیکن اس اٹھارہ برس کے عرصہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا جس میں وہ اپنی خدمت اور بشارت کے کام کو انجام دینے کیلئے تیار اور مستعد نہ رہا ہو اور اپنے باپ سے دعا میں ہمکلام نہ ہوا ہو۔ کلام پر غور کرنا اور دعا کرنا اسکی عادت تھی۔

سوالات۔ ۱۔ کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ مسیح کے کنواری سے پیدا ہونے کے منکر ہیں اور آپ ان کو کیا جواب دے سکتے ہیں؟

۲۔ ہیرودیس نے کیوں دو دو برس کے لڑکوں کو مروا ڈالا؟

۳۔ کیا ثبوت ہے کہ مسیح اپنے لڑکپن کی حالت میں بے گناہ رہا؟

سبق ۴۴۔ مسیح کا بپتسمہ اور آزمائش

سبق کا مقصد۔ کہ ہم یہ جان لیں کہ مسیح کی خدمت کے آغاز میں اسکی تیاری کیسی ہوئی اور کہ کس طرح الٰہی رضامندی اور شیطانی مخالفت مسیح پر ظاہر ہوئی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ لوقا ب۱: ۵ و ۲۶۔
متی ب۳۔ لوقا ب۳۔ متی ب۱۱: ۸۔ یوحنا ب۱: ۳۳ اور ب۳: ۳-۵
متی ب۲۸: ۱۹- لوقا ب۶: ۱۲- لوقا ب۲۲: ۳۹- متی ب۱۴: ۲۳-
یوحنا ب۱۷: ۱۹- متی ب۴: ۱-۱۱- مرقس ب۱: ۱۲-۱۳-
لوقا ب۴: ۱-۱۲-

یادداشت۔ ۱۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا۔

جس نے مسیح کی راہ عجیب طور سے تیار کی وہ خود لیوی اور داؤد کی نسل سے تھا اسنے اس بات پر زور دیا کہ مسیح ایک نئی بادشاہت کو قائم کرنے آیا تھا جس میں کسی ریاکار کو دخل نہ ہوگا۔

۲۔ رسم بپتسمہ۔

جب کوئی غیر قوم شخص یہودی جماعت میں شامل ہونا چاہتا تھا تو مذہبی رسم کے مطابق اس کا ختنہ کرانا اور کوئی قربانی کرنا واجب تھا۔ اس قربانی کرنے کی تیاری میں وہ شخص نہاتا تھا یا کم از کم اپنے ہاتھ پاؤں کو دھوتا تھا۔ یوحنا نے

اس طہارت کے دستور اور صفائی کو نہایت ضروری سمجھ کر قائم کیا کیونکہ جسمانی صفائی دل کی اس پاکیزگی کے مشابہ ہے جسکے بغیر کوئی خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

۳۔ **بپتسمہ مسیح کے نزدیک**۔ بپتسمہ لینے سے مسیح نے خود اس رسم پر گویا تصدیق کی مہر لگائی اور اپنے شاگردوں کو تاکید کی کہ وہ بھی نومریدوں کو بپتسمہ دیا کریں۔ بپتسمہ لینے سے مسیح نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ اس کا جسم انسانی ہے اور وہ بھی ہماری طرح آدم زاد ہے۔

۴۔ **بپتسمہ کے ذریعہ مسیح کی تیاری**۔ یہ غور طلب بات ہے کہ جیسے ہمیں خدمت کے لئے تیاری کی ضرورت ہے ویسے ہی مسیح کو بھی تھی روز بروز اسے اپنے آپ کو مخصوص کرنا پڑا مسیح تیس برس تک بے عیب اور بے گناہ رہا مگر صاف ظاہر ہے کہ وہ بغیر دعا خود انکاری و جانفشانی کے ایک دن بھی بے عیب اور گناہ سے مبّرا نہ رہ سکتا تھا۔ یوحنّا کے ۱۷ باب کو پڑھو اور ۱۹ آیت پر غور کرو یہ خاص دعا مسیح کا گویا دوسرا بپتسمہ تھا جس میں اسنے اپنے آپ کو صلیب کے لئے تیار کیا۔ یا یوں کہیں کہ بپتسمہ میں اور اس دعا میں اس کا روزمرّہ کا تجربہ پایا جاتا ہے کیونکہ اسی طرح اس نے ساری راستبازی کو پورا کیا۔

۵۔ **بپتسمہ میں الٰہی گواہی**۔ گو مسیح لڑکپن ہی سے خدا کی محبت اور اس کی پوری صداقت سے فطرتی طور پر

واقف تھا کیونکہ اس میں الوہیت ظاہر ہوئی۔ تو بھی بپتسمہ کے وقت اس کو اِس بات کا مکاشفہ ہوا اور عالم بالا سے اس کی گواہی دی گئی وغیرہ یہ کہ خدا کی محبت مسیح ہی میں یعنی مجھ میں ظاہر ہو گی متی ۳ب : ۱۷ کا یہی مطلب ہے۔

۶۔ شیطان کی مخالفت۔ جس وقت خدا نے اس عجیب طور سے مسیح کی الوہیت کی گواہی دی تو فی الفور شیطان نے اسکی انسانیت پر پورا دباؤ ڈالا۔ شیطان نے کہا۔ "اگر تو د غ" اور اسی لفظ "اگر" میں مسیح کے اور ہمارے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ کیا مسیح کے دل میں کبھی شک ہو سکتا تھا کہ خدا نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب آسان نہیں مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی انسان کے ایمان میں کمی ہو تو شک پیدا ہوگا اور یہ بھی یاد رہے کہ مسیح انسان بھی تھا۔

۷۔ آزمائش کا طریقہ۔ غالباً ابلیس انسانی شکل میں موجود نہ تھا۔ جیسے آجکل شیطان ہمیں آزماتا ہے ویسے ہی مسیح کی آزمائش بھی ہوئی۔ اُسکی کیا آزمائش تھی (۱) کہ وہ الٰہی قدرت اپنے ہی فائدہ کے لئے اور اپنے ایمان کے بڑھانے کے لئے استعمال کرے۔ (۲) کہ وہ الٰہی قدرت اپنی شان وشہرت کے لئے بلکہ فضول باتوں کے لئے استعمال کرے (۳) کہ وہ دنیوی عیش وعشرت کا طلبگار ہو۔

۸۔ مسیح کے نزدیک اس آزمائش کی اہمیت۔ مسیح باغ گتسمنی

یا صلیب ہی تک نہیں بلکہ زندگی بھر آزمایا گیا تھا مگر یہ آزمائش اس کی خدمت کی ابتدا میں ایسے موقع پر واقع ہوئی جب وہ اپنی آئندہ خدمت کا بوجھ محسوس کرتا تھا اور مسیح نے اپنے شاگردوں سے اس کا خاص ذکر کیا ہوگا کیونکہ اس خوفناک آزمائش پر غالب آنے سے اسکی زندگی اور تعلیم پر بہت زیادہ اثر ہوا اور یہ آزمائش اس کی زندگی بھر کی آزمائشوں کا خلاصہ ہے خاص کر اس بات کے لحاظ سے کہ مسیح شان وشوکت کے ساتھ زبردستی سے انسان کو مجبور کرنا نہیں چاہتا تھا کہ کوئی خواہ مخواہ اس کے عجیب کاموں کے سبب سے اس پر ایمان لائے جیسے کہ وہ صلیب پر سے نہ اترا تاکہ وہ خدا کا بیٹا ثابت ہو۔

سوالات ۱۔ بپتسمہ کے وقت کس نے خدا کی آواز سُنی؟

۲۔ مسیح کیوں بیابان میں گیا؟

۳۔ کیا کوئی شخص بپتسمہ پانیکے بغیر سچا مسیحی ہو سکتا ہے؟ کیا ثبوت ہے کہ شیطان انسانی صورت میں موجود نہ تھا؟

۴۔ مسیح نے خود بپتسمہ لیا مگر کیوں نہیں بپتسمہ دیا؟

سبق ۵- مسیح کی خدمات بلحاظ تاریخ

سبق کا مقصد- مسیح کی سیاحت کے سلسلہ سے واقفیت حاصل کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین - یوحنا ب۱: تا ب۳: متی ب۴: ۱۲- یوحنا ب۴: ۱-۳۸- متی ب۸: ۱-۴- مرقس ب۳: ۱۳- ۱۹- لوقا ب۶: ۱۲-۱۶ و ب۹: ۱-۶ و ب۱۰: ۱-۲ یوحنا ب۷: ۲ و ۸ اور ب۱۰: ۲۲ اور ب۱۱: ۱-۴۵-

یادداشت-۱- انجیل نویسوں نے زیادہ تر تاریخ کا لحاظ نہیں کیا۔ ان کا خاص کام یسوع کی خاصیتیں اور تعلیم پیش کرنا تھا انھوں نے اپنے بیان میں وقت کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا۔ اس لئے اناجیل کے مطالعہ سے ہمیں ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ مسیح کے بپتسمہ اور اسکی موت کے درمیان کتنا عرصہ گذرا یا فلاں واقعہ کس خاص موقع پر ہوا لیکن جا بجا یہودی عیدوں کا ذکر ہے اور اسکے ذریعہ سے ہم پتہ لگاتے ہیں کہ مسیح کی زندگی کے واقعات تقریباً کس موقع پر اور کس وقت وقوع میں آئے۔

۲- ایک عید فسح کے چند روز پہلے یسوع کا بپتسمہ ہوا- مسیح ناصرۃ میں رہتا تھا اور وہاں سے یہودیہ میں بہار کے موسم میں عید فسح سے پیشتر یردن میں

بپتسمہ لینے آیا۔ بیابان میں اسکی آزمائش ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوراً یروشلیم اور اسکے گرد نواح میں منادی کرنے لگا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ یوحنّا اپنی انجیل میں گلیل کا یہاں تک ذکر کرتا ہے کہ مسیح فلاں فلاں موقع پر گلیل کو گیا اور کسی عید کے لئے یا کسی خاص کام کے لئے گلیل سے آیا۔ لیکن یروشلیم کے واقعات کا مفصل بیان یوحنّا کی انجیل میں پایا جاتا ہے اور ویسا ہی متی مرقس اور لوقا کی انجیل میں زیادہ تر گلیل کی سرگذشت اور کفرنحوم میں اس کی خدمات کا ذکر ہے (دیکھو یوحنّا ۱ باب تا ۴ باب)

۴۔ ایک عید فسح کے بعد یسوع سامریہ سے ہوکر یروشلیم سے گلیل کو گیا۔

یروشلیم میں مسیح کو پہلا موقع اندریاس اپطرس اور چند مشہور شاگردوں سے ملنے کا تھا۔ عید فسح کے چند دن بعد یوحنا بپتسمہ دینے والا قید میں ڈالا گیا اور مسیح گلیل کو روانہ ہوا راستے میں وہ سوخار میں یعقوب کے کوئیں پر سامری عورت سے ملا۔ گلیل میں پہنچ کر تھوڑے دنوں کے بعد اسنے اپنے آپ کو ناصرۃ میں ظاہر کیا اور پھر وہاں سے کفرنحوم کو چلا گیا۔ کفرنحوم کے نزدیک جھیل کے کنارے پر اسنے دوبارہ پطرس اور زبدی کے بیٹوں کو بلایا اور اس وقت سے لیکر مرتے دم تک ان شاگردوں نے اپنی زندگی مسیح کی خدمت میں صرف کی۔ (دیکھو یوحنّا ۱ باب: ۴۰ و ۳ باب: ۱۲ و ۴ باب: ۱-۴۸ متی ۴ باب: ۱۲- لوقا ۴ باب: ۱۶-۳۰

۴- اس عید اور مسیح کی موت کے درمیان کتنا عرصہ گذرا؟

اکثر عالموں کی رائے ہے کہ شاید دو سال لیکن چند کلیسیائی بزرگوں کا خیال تھا کہ صرف ایک سال تھا اور وہ اس سال کو خداوند کا سالِ مقبول کہتے تھے۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ تین سال کا عرصہ تھا۔ اگر ہم مسیح کی خدمت کے ایّام کو دو سال سے کچھ زیادہ تصوّر کریں تو چنداں غلط نہ ہوگا۔ (دیکھو لوقا باب ۴: ۱۶)

۵- بارہ شاگردوں کا انتخاب۔

زبدی کے بیٹوں کی طلبی کے تھوڑے دن بعد مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو چُنا جہاں کہیں وہ گیا ان میں سے چند اسکے ساتھ ساتھ رہے اور یوں اس سے تعلیم حاصل کرتے رہے مسیح نے زیادہ تر خود گشت کرکے اپنی خوشخبری دی لیکن دو دفعہ اپنے شاگردوں کو دو دو کرکے بھیجا تاکہ وہی جابجا دورہ کرکے اس خوشخبری کو پھیلائیں۔

۶- شروع کی کامیابی۔

اپنی خدمت کے پہلے سال میں مسیح نے بڑی کامیابی کے ساتھ کام کیا اور بے شمار لوگوں نے خوشی سے اس کا کلام سُنا۔ جب وہ یہودیہ میں آیا تو وہاں کے اور گلیل کے یہودیوں میں سے بھی معترض اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مسیح اس بات سے خوب واقف تھا کہ دنیا میں یہ جو دشمن ہیں آخرکار مجھ پر دنیوی طور پر غالب ہونگے۔

۷۔ خدمت کا دوسرا سال۔ اپنی خدمت کے دوسرے سال میں مسیح تین دفعہ یروشلیم کو گیا۔ عید خیمہ کے وقت (کنوار یا کاتک کے مہینے میں) اور عید تجدید کے موقع پر (جاڑوں میں) اور لعزر کی موت کی خبر ملنے پر۔ اسکے بعد بہت عرصہ گذرا کہ اسکے دشمنوں نے اسکو پکڑوا دیا اور پیلاطُس کی عدالت میں اس پر نالش کردی جس کا ذکر اگلے سبق میں آئے گا۔

سوالات۔ ۱۔ جب پطرس نے شاگردوں کے سامنے مسیح کی نسبت یہ اقرار کیا کہ "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" تو اس وقت مسیح کہاں تھا؟

۲۔ مسیح کی صورت کب بدل گئی؟

۳۔ جہاں تک ہوسکے چاروں انجیلوں میں سے بتاؤ کہ مسیح نے کن کن موقعوں پر بھیڑ کو کھلایا؟ ان واقعات کے قبل اور بعد کیا ہوا؟

۴۔ مسیح کو شاگردوں کے بلانے اور بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

سبق ۶۔ مسیح کے معجزات

سبق کا مقصد۔ کہ ہم غور کریں کہ مسیح نے کیوں معجزات دکھائے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ یوحنا ۱۷ باب۔ متی ۱۲ باب: ۱۸-۲۲ ۱۷ باب: ۲۴-۲۷۔ یوحنا ۳ باب: ۲ یوحنا ۶ باب: ۱۴۔ یوحنا ۱۰ باب: ۳۸۔ یوحنا ۱۲ باب: ۱۸ وغ۔ لوقا ۹ باب: ۴۳ اور ۱۹ باب: ۳۷۔

یادداشت۔ ۱۔ مسیح کی معجزانہ زندگی۔

اناجیل میں معجزات بکثرت مندرج ہیں۔ جب ہم یوحنا کے ۱۷ باب کی ہر ایک آیت کو غور سے پڑھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ یہی یسوع کی دعا ہے اور اس میں مسیح کا تجربہ ظاہر ہوتا ہے تو ہمکو کچھ تعجب نہ ہوگا بلکہ ہم اقرار کرنے کے لئے تیار ہونگے کہ (۱) اس کی پیدائش دوسروں کی پیدائش کی مانند نہ تھی (۲) کہ اس نے اپنی زندگی کے کاموں اور تعلیم میں اپنی الوہیت کو ظاہر کیا اور (۳) کہ اسکی موت اور جی اُٹھنا غیر معمولی اور فوق العادت تھا بلکہ یہ بھی سچ ہے کہ انجیلوں کے بیانات میں ایک عجیب موافقت ہے۔ اگر مسیح کی زندگی کے خاص واقعہ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کس طرح مسیح نے وقتاً فوقتاً اپنے کاموں میں الٰہی قدرت دکھائی۔

۲۔ مسیح کے معجزوں کے متعلق چند سوالات

(الف) کیا معجزات فوق القدرت کام تھے ؟

مسیح انسان کے دل کو بھینے آیا۔ کیا اس کا اثر لوگوں پر ایسا ہوا کہ وہ از خود اپنی بیماریوں سے شفا پا گئے؟ بدروحیں اور طرح طرح کی روحانی جسمانی اور دماغی کمزوریاں جو جان اور جسم دونوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور ایسی بیماریوں میں بہت ممکن ہے کہ مسیح پر ایمان لانے سے بہتیروں کی جسمانی اور روحانی حالت میں اسقدر تبدیلی واقع ہوئی ہو جس کے سبب سے انھوں نے اپنی تکالیف سے رہائی پائی۔ مسیح نے اکثر بتایا کہ ایمان اور بیماریوں سے رہائی لازم ملزوم ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح نے نہ صرف بدروحوں کو نکالا اور مرگی والوں اور بخار کے ستائے ہوؤں کو شفا دی بلکہ اسنے مفلوجوں اندھوں اور کوڑھیوں کو بھی شفا بخشی۔ یہاں تک کہ اسنے اپنے آپ کو موت کا مالک ثابت کیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کاموں میں خداوند فطرتی نہیں بلکہ الٰہی قدرت کام میں لایا۔ جس طریقہ سے کہ ایمان اور رہائی کا تعلق ہے اسی طرح جسمانی تکلیف اور گناہوں کا بھی ہے۔ اس لئے جب مسیح نے مریضوں کو شفا بخشی اس نے اسی وقت ان کو تاکید کی کہ وہ گناہ سے باز رہیں۔

(ب) یسوع نے کیوں معجزات دکھائے ؟

مسیح نے مچھلیوں کا معجزہ کیوں کیا ؟ پانی پر کیوں چلا ؟

طوفان کو کیوں روکا؟ اسنے بیابان میں پانچ ہزار آدمیوں کو کیوں کھلایا؟ اور برات کو مے کیوں پلائی؟ ان معجزوں میں کوئی ایسا نہیں جو خدمت سے خالی ہو مگر اس خدمت کے ساتھ ہی مسیح کا شاید یہ بھی منشا تھا کہ اس کے شاگردوں کا ایمان اور ان کی ہمت بڑھ جائے یا انکو کوئی خاص تعلیم دی جائے مثلاً کہ وہ آدمیوں کے پکڑنے والے بن جائیں یا یہی اور روحانی خوراک کے مشتاق رہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح نے صرف اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے معجزہ دکھلانے سے انکار کیا مثلاً آزمائش کے وقت اور صلیب پر۔

(ج) دو اور معجزہ ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب ہے مسیح نے انجیر کا درخت کیوں سکھایا؟ مچھلی کے منہ سے سکّہ نکالنے کا حکم کیوں دیا؟ یہ دونوں معجزہ گویا تمثیلیں تھیں۔ پیڑ کے سکھانے میں اس نے سب لوگوں سے اور خاصکر یہودیوں سے یہ کہا کہ جنہیں خدا پھل لانے کی طاقت بخشتا ہے مگر ان سے پھل ملنے کی امید نہیں ان کی عدالت ضرور ہوگی۔ اغلب ہے کہ مثقال کے بارے میں مسیح کا صرف یہ مطلب ہو کہ تم کام کرکے محصول دینے کے لئے کافی کما سکتے ہو؟

۳- معجزوں کا اثر۔ اگرچہ خداوند نے اکثر سننے والوں کو معجزوں کو مشہور کرنے سے روکا تاکہ لوگ ان پر زیادہ غور کرکے انہیں حد سے زیادہ اہم نہ سمجھیں تو بھی

ان کا اثر بہت بھاری تھا اور اس نے خود دو ایک موقع پر یہودیوں سے منت کر کے کہا کہ وہ اس کے کاموں پر غور کریں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ کیا ہم بھی اس کے بڑے بڑے کاموں پر غور کریں تا کہ ہمارا ایمان اور ہماری ہمت بڑھ جائے۔

سوالات ۔ ا۔ مسیح نے کن مُردوں کو جلایا اور کب؟

۲۔ اناجیل میں کتنے لوگوں کا ذکر ہے جن کو مسیح نے بینائی بخشی؟

۳۔ کیا موجودہ زمانہ میں بھی معجزات ہوتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ جو لوگ معجزات کے منکر ہیں ان کو کیا جواب دے سکتے ہیں؟

حصہ سوم۔ مسیح کی تعلیم

سبق ۷۔ خدا کے باپ میں

سبق کا مقصد۔ کہ ہم خداوند مسیح کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل کریں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ متی ۶ب: ۸-۹۔ ۵ب: ۴۸۔ ۷ب: ۱۴-۳۶۔ ۱۱ب: ۲۵-۲۸ لوقا ۱۵ب: ۱۱-۳۶ یوحنا ۶ب: ۴۴-۴۶ ۱۴ب: ۹-۳۱ ۱۷ب: ۲۷ یوحنا ۱ب۔

یادداشت۔ ۱۔ خدا کا باپ ہونا۔

مسیح اس لئے مجسم ہوا تاکہ وہ اپنے باپ کو ظاہر کرے یا یوں کہئے کہ خدا نے اس لئے مسیح کو بھیجا کہ ظہور الٰہی ہو۔ مسیح خدا میں تھا اور خدا مسیح میں۔ خدا کی تعریف زبان سے نہیں ہوسکتی بلکہ مسیح نے یہ کہا کہ جب تم دعا مانگو تو کہو " اے ہمارے باپ " (متی ۶: ۹) ان لفظوں سے مسیح نے صرف یہ سکھایا کہ خدا کی محبت باپ کی سی ہوتی ہے بلکہ جو کوئی " ہمارا باپ " کہے وہ ان لفظوں کو اپنی زبان پر لانے سے یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ مجھ میں اور خدا کے سب سچے پرستاروں میں ایک خاص رشتہ اور تعلق پیدا ہوجاتا ہے جیسا کہ بھائیوں میں ہوا کرتا ہے۔

۲۔ مسیح کا خدا سے کیا رشتہ ہے؟

مسیح نے خود یہ لفظ " ہمارا باپ " اپنے لئے استعمال نہیں کیا۔ اس نے

اکثر کہا "باپ"، "تمھارا باپ"، "میرا باپ اور تمھارا باپ"۔ اس رشتہ میں جو مسیح میں اور خدا میں ہے اور ہمارے رشتہ میں جو خدا سے ہے بڑا فرق ہے۔ مسیح خدا کا ازلی و ابدی بیٹا ہے۔ یہ مثال غور کرنے کے لائق ہے کہ بغیر گرمی اور بغیر روشنی کے آگ ہو ہی نہیں سکتی۔ اور گو روشنی اور گرمی میں فرق ہے تو بھی ان کو الگ الگ رکھنا یا روشنی اور گرمی کے درمیان حد بندی کرنا بالکل ناممکن ہے اسی طرح خدا باپ خدا بیٹے اور خدا روح القدس میں ایک ازلی حقیقی اور ذاتی تعلق ہے کیونکہ بغیر بیٹے کے باپ نہیں ہو سکتا۔ ہم نہیں کہتے کہ روح القدس خدا کا شریک ہے بلکہ یہ کہ وہ خدا ہے۔ شروع سے آخر تک کتاب مقدس میں خدا کی وحدانیت پر زور دیا جاتا ہے اور مسیح نے بھی اسی بات کی تائید کی۔

۳۔ ہماری اور مسیح کی ابنیت میں کیا فرق ہے؟

ہم خدا کی مخلوقات میں سے ہیں اور گو ہمارے رشتہ اور مسیح کے رشتہ میں موافقت ہے اور اُس پر ایمان لانے سے ہمیں بھی خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا گیا تو بھی خدا کی ذات اور خدا کی ہستی ہم پر موقوف نہیں۔ ہم میں اور مسیح میں بڑا فرق ہے۔

۴۔ مسیح خدا کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر کوئی ہم سے کہے کہ باپ کو ہمیں دکھاؤ تو ہم خدا کی قدرت یا اس کی ہمہ دانی یا اس کی قدوسیت یا تثلیث کے مسئلے کے متعلق بہت کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن ہمارا بہترین جواب یہی ہے کہ جس نے مسیح کو دیکھا اُس نے خدا کو دیکھا ہے۔ خدا محبت ہے اس کی رحمت اور اس کے انصاف کا ذکر ویدوں آپنشدوں۔ یہودیوں کی شریعت۔ زبور

نبیوں کے صحیفوں اور قرآن شریف میں پایا جاتا ہے لیکن اس کا پورا ظہور مسیح کی زندگی خدمت اور موت میں ہوا۔

سوالات۔ ۱۔ خدا کے بارے میں ہندو لوگوں اور مسیحوں کے خیالات میں کیا خاص فرق ہے؟

۲۔ مسیح نے اپنا علم کہاں سے حاصل کیا؟

۳۔ تثلیث کی کوئی اور مثال پیش کرو۔

۴۔ جو لوگ تجسّم کے قائل نہیں ان کو خدا کا صحیح علم کیوں کر دے سکتے ہو؟

سبق ۸ - خدا کی بادشاہت کی بابت

سبق کا مقصد - کہ ہم خدا کی بادشاہت کی بابت مسیح کی تعلیم سے واقف ہو کر خود اس میں شریک ہوں اور دوسروں کو اس میں شریک کرنے کے لئے مستعد رہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین - پیدائش ب۱: ایسعیاہ ب۶: ۱-۳ دانی ایل ب۷: ۲-۳ پیدائش - ب۱۲: ۱-۸ استثنا ب۶: ۶ زبور ب۱۴۵: ۱۳ ایسعیاہ ب۹: ۶-۷ لوقا ب۴: ۲۲ - یوحنا ب۱۸: ۳۶ - متی ۱۸: ۳ - متی ب۵: ۳ و ۱۰ - لوقا ب۱۷: ۲۰ متی ب۶: ۱ - ب۵: ۱۷ و ۲۳ - ب۹: ۳۵ - متی ب۱۱: ۱۱ - ب۱۲: ۹ - ب۱۶: ۳۴ ب۲۵: ۱۳ - یوحنا ب۳: ۵ متی ب۸: ۱۰ - ۱۱ - ب۲۱: ۲۸ - ۳۲ لوقا ب۱۳: ۲۹ لوقا ب۱۴: ۲۳ - یوحنا ب۱: ۱۲ - اعمال ب۱۰ - متی ب۱۳: ۲۴ - ۵۲ اکرنتھیوں ب۱۵: ۲۵ - ۲۸ - لوقا ب۱۲: ۳۲ -

یادداشت - ۱ - یہ عالم حقیقی ہے۔

ویدانتیوں اور مسیحیوں کے خیال میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ہندو اس عالم کو بلکہ عالم بالا کو مایا میں شمار کرتے ہیں - مسیحی تمام عالم کو حقیقی مخلوق کہتے ہیں۔

۲ - خدا کی بادشاہت کی بابت یہودیوں کے خیالات - اسرائیلیوں نے خدا کو کل مخلوقات کا مالک اعظم قرار دیا اور ان کا خیال یہ بھی تھا کہ اس عالم میں خدا نے ابرہام کو منتخب کیا تا کہ اس کے اور اس کی نسل کے ذریعہ سے اس کی بادشاہت

کی برکت تمام جہان میں ظاہر ہو اور کہ وہی بادشاہت ایک ابدی بادشاہت ہوگی اور ان کو یہ امید تھی کہ مسیح کے آنے پر اس بادشاہت کا پورا اظہار ہوگا اور مسیح اس کو صداقت میں قائم کرے گا۔

۳۔ خدا کی بادشاہت کی بابت مسیح کی تعلیم۔

اناجیل میں اس بادشاہت کا ذکر ۱۰۰ دفعہ پایا جاتا ہے اور مسیح کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے (الف) یہودیوں کا خیال دنیوی تھا اس لئے وہ پورا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ اس بادشاہت کا مرکز نہ توصیتوں ہوگا نہ یروشلم اور نہ کوئی اور شہر۔ متی رسول اس بادشاہت کو اکثر موقعوں پر آسمان کی بادشاہت کہتا ہے اور پوری انجیل سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس روحانی بادشاہت میں صرف وہی داخل ہوسکتے ہیں جو اپنے دلوں کو دنیاوی خواہشوں سے باز رکھتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں اور جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے "۔ (ب) گویہ بادشاہت ایک آسمانی اور روحانی بادشاہت ہے جس کی ماہیت اور حقیقت انسانی خیالات میں محدود نہیں ہوسکتی اور جس کی نسبت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا "دیکھو یہاں یا دیکھو وہاں ہے"۔ تو بھی مسیح نے اپنی زندگی میں خدا کی بادشاہت کو ظاہر کرکے قائم کیا اور اب تک اُس بادشاہت

کا اظہار مسیحی کلیسا میں ہوتا رہتا ہے۔ ہم آج ہی اُس بادشاہت میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو اس میں شریک کرنے اور اس کو پھیلانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ہم کبھی نہ خیال کریں کہ خدا کی بادشاہت ہم سے دور ہے۔ (ج) المسیح یہودیوں میں کام کرتا تھا۔ اس نے یہودیوں کو اس بادشاہت میں شریک ہونے کی دعوت دی اس نے جو رسول چنے وہ بارہ کے بارہ یہودی تھے تو بھی شروع ہی سے مسیح کی یہ صاف تعلیم تھی کہ دنیا کا ہر فرد بشر اس میں داخل ہو سکتا ہے مذکورہ بالا حوالجات پر غور کرنے سے ہمکو یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے اور خدا کے روح نے پطرس اور پولوس کو دوبارہ یہ تعلیم دی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آسمان کی بادشاہت نہ صرف پیڑ کی مانند بلکہ خمیر کی طرح بڑھتی جائے گی۔

(د) خداوند یسوع مسیح کی دوسری آمد میں علانیہ طور پر خدا کی بادشاہت کا ظہور ہوگا جب مسیح جلال کے ساتھ آئے گا تب ہمیں اور بھی صفائی سے معلوم ہوگا کہ آسمان کی بادشاہت کا کیا مطلب ہے مگر ہم یاد رکھیں کہ خدا کی مرضی پوری کرنا اور خدا کی بادشاہت سے قریب قریب ایک ہی مطلب ہے۔

(س) ہمارا کوئی بھی علم ہو ہم اس کو درجہ بدرجہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح سے خدا کی بادشاہت کی پوری واقفیت شاید ہمکو نہ ہوگی جبتک کہ مسیح "سارے دشمنوں

کو اپنے پاؤں تلے نہ لے آئے۔ . . . تاکہ سب میں خدا ہی سب کچھ ہو" اس وقت راستباز آسمان کی بادشاہت میں آفتاب کی مانند ہوں گے۔ اس عالم فانی میں ہمارا علم ناقص رہے گا لیکن اگر ہم ایمان۔ راستبازی اور سچائی میں بچوں کی مانند ہوں تو یہ وعدہ ہم میں پورا ہو جائے گا "اے چھوٹے گلّے نہ ڈر کیونکہ تمھارے باپ کو پسند آیا کہ تمھیں بادشاہت دے"۔

سوالات۔ ۱۔کون خدا کی بادشاہت میں داخل ہونگے؟

۲۔ کیا اس میں سے نکلنے کا راستہ ہے؟

۳۔ خدا کی بادشاہت کہاں ہے؟

سبق ۹۔ گناہ کے متعلق

سبق کا مقصد۔ کہ ہم گناہ کے بارے میں مسیح کی تعلیم معلوم کریں تاکہ ہم اس کو پہچان کر اس سے باز رہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱۔یوحنا ب ۳: ۴ مرقس ب ۳: ۲۹۔ لوقا ب ۱۲: ۱۰۔ لوقا ب ۱۵۔ لوقا ب ۱۵: ۱۱۔ متی ب ۱۲: ۳۱۔ ب ۱۳: ۱۔ ۹۔۳۔ ۱یوحنا ب ۱: ۲۰ متی ب ۳: ۲۔ ب ۴: ۱۷۔ ب ۱۱: ۲۸۔

یادداشت۔ گناہ روح القدس کی مخالفت ہے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے اور سچ بھی ہے کہ خدا کی عدول حکمی گناہ ہے مسیح نے گویا اس بات کی گہرائی کو معلوم کیا اور اپنی تعلیم میں بار بار اس پر زور بھی دیا کہ شرع کی مخالفت ہی نہیں بلکہ روح القدس کی ہدایت کی مخالفت کرنا گناہ ہے۔ اگرچہ موسوی شریعت پر چلنا ہمارا فرض ہے لیکن ابن آدم یعنی مسیح کے حکم اور ہدایت کے مطابق عمل کرنا شریعت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر شریعت کے حکموں کو پورا کرنے میں ہماری کوئی کوتاہی یا غفلت ہو تو اس کی معافی ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم بائبل کے حافظ ہوں اور ظاہری طور پر اس کی تعلیم کے مطابق چلیں اور روح القدس کی وہ آواز جس کے ذریعے ہم خدا اور مسیح کی مرضی سے واقف ہوں۔ ہاں وہی اندرونی آواز اگر ہم نہ سنیں بلکہ اس کی مخالفت کریں تو اس گناہ کی معافی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے۔

۲۔ فراموشی یعنی خدا کو بھول جانا بھی گناہ ہے۔ مسرف بیٹے

کی تمثیل پڑھئے۔ بیٹے نے باپ کا مال بدچلنی میں اڑا دیا۔ اس کا گناہ کیا تھا؟ بدچلنی۔ لیکن اگر وہ بیٹا اپنے باپ کی محبت نہ بھول جاتا تو کیا وہ بدچلن ہو سکتا تھا؟ اور بڑے بیٹے کا کیا گناہ تھا جو اپنے باپ کی برابر خدمت کرتا رہا؟ وہ اپنے بھائی کو بھول گیا اور جو کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور اپنے بھائی کو بھول جائے وہ جھوٹا ہے۔

فریسی لوگوں نے شریعت پر عمل کیا۔ ظاہراً عدول حکمی ان کا گناہ نہ تھی لیکن یہ کہ وہ اپنی رسم پرستی پر پھولتے تھے اور خدا کو بھول جاتے تھے وہ روح کی آواز نہ سن سکے یہی ان کا گناہ تھا۔ مسیح نے ان پر سخت ملامت کی لیکن گو ان کو درست کرنے کے لئے تنبیہہ کی ضرورت تھی پر اس کے ساتھ مسیح نے ان کے لئے دعا بھی کی۔

۳۔ گو دراصل گناہ نفسانی اور باطنی ہوتا ہے تو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انجیل میں کتنی صفائی سے ہم پر ظاہر ہے کہ شیطان کن کن ظاہری باتوں میں زیادہ تر ہماری آزمائش کرتا ہے۔ شہوت پرستی۔ لالچ۔ شیخی۔ غصہ۔ سستی۔ سخت دلی۔ بچوں کو ٹھوکر کھلانا۔ ان گناہوں سے انجیل ہمیں بار بار عبرت دلاتی ہے۔ ہم اپنے آپ کو جانچیں کہ ہم ان گناہوں سے آزاد ہیں یا نہیں۔

۴۔ گناہ کی معافی کس طرح ہو سکتی ہے؟

(الف) "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے"

اور سچی توبہ کیا ہے؟ ۱۔ خدا اور آدمیوں کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا ۲۔ گناہ سے پچھتانا۔ ۳۔ معافی مانگنا۔ ۴۔ گناہ سے باز رہنا۔ ۵۔ جہاں تک ہو سکے گناہ کا تدارک کرنا۔

(ب) مسیح پر ایمان لاؤ۔ مسیح نے دکھ اٹھایا کہ ہم گناہ سے رہائی پائیں "یہ میرا خون ہے جو تمہارے اور بہتیروں کے گناہوں کے لئے بہایا جاتا ہے" گناہ اور دکھ میں ایک خاص تعلق ہے۔ دکھ گناہ کا نتیجہ ہے لیکن یاد رہے کہ کبھی کبھی بدکاروں کے گناہوں کا یہ نتیجہ بھی ہوتا ہے کہ راستباز دکھ اٹھاتے ہیں بلکہ یہ بھی قابل تسلیم ہے کہ جب گناہ ظاہر ہوتا ہے بدکاروں کی نسبت راستباز اس کو زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ یہ دکھ بے فائدہ نہیں کیونکہ وہ محبت کا پھل ہے۔ یعنی یہ کہ مسیح کے دکھ اٹھانے سے ہم گناہ سے بچ جاتے ہیں۔ جب گنہگار اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ راستباز اسکے گناہ کے سبب سے کیسا دکھ اٹھاتا ہے تب وہ توبہ کرتا ہے یہی سچی توبہ اور پکا ایمان ہے۔

سوالات۔ ۱۔ وہ کونسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہو سکتی؟

۲۔ موجودہ زمانہ میں مُسرف بیٹے کا بڑا بھائی کون ہے؟

۳۔ گناہ کا دکھ سے کیا تعلق ہے؟

۴۔ آزمائش اور گناہ میں کیا فرق ہے؟

سبق ۱۰۔ موت و قیامت

سبق کا مقصد۔ کہ ہم حیات ابدی کی بابت مسیح کی تعلیم سے واقفیت حاصل کر کے ابدی زندگی کے مشتاق رہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ متی ب۹: ۱۸-۲۶- ب۱۰: ۲۱-۲۲- ب۲۵: ۴۶- لوقا ب۸: ۱۱-۱۷- یوحنا ب۳: ۱۱-۱۷ اب۱۱- ب۱۲: ۱- ب۵: ۲۴- ب۶: ۵- ب۸: ۲۱-۲۴- ب۵: ۳۹ ب۳: ۲- ب۱۲: ۳۲- ب۱۰: ۹- مکاشفہ ب۲: ۱۱- ب۲۰: ۶- ب۲۱: ۸

یادداشت۔ مسیح آیا تاکہ انسان کو زندگی کثرت سے حاصل ہو۔ مسیح کو موت پر پورا اختیار ہے۔ ہم سب زندہ ہیں مگر مسیح اس لئے آیا کہ ہم زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں جسمانی زندگی خدا کی بڑی بخشش ہے۔ وہ ایک عجیب قوت ہے۔ جب وہ مادی عناصر جیسے خاک اور پانی سے ملتی ہے تو ایک زندہ جسم پیدا ہوتا ہے اور وہ جسم عناصر کو بطور خوراک جذب کر کے زندہ رہتا اور بڑھتا ہے۔ اس طاقت کی پوری تعریف ہو نہیں سکتی۔ ویسے ہی ہم اس طاقت کو روحانی زندگی کہتے ہیں جس سے ہم خدا کا عرفان حاصل کرتے ہیں یعنی اس کو پہچانتے ہیں۔ اور جس سے ہم اپنی شخصیت میں خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور اس میں زندہ رہتے ہیں۔ وہ خدا کی عین بخشش ہے جو مسیح اور روح القدس کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوتی ہے۔ جب جسمانی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور ہماری

جان اس فانی جسم سے الگ ہو جاتی ہے تو اس جدائی کو ہم موت کہتے ہیں مسیح کا پورا اختیار اس جسمانی موت پر تھا اس نے تین دفعہ لوگوں کو مردوں میں سے جلایا۔ پہلے جائرس کی بیٹی پھر نائین کی بیوہ کے بیٹے اور پھر لعزر کو۔ خاصکر ان لوگوں کو فائدہ ہوا جن کی تکلیف پر خداوند نے ترس کھایا۔ اسی وجہ سے مسیح نے معجزہ دکھایا۔ ہم نہ سمجھیں کہ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہ مُردے دوبارہ زندہ ہوگئے کیونکہ ان کو دوبارہ موت کی وادی میں چلنا پڑا۔ حالانکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح نے یہ معجزات ان کے عزیزوں کی خاطر اور خدا کے جلال کے لئے کئے مسیح کے نزدیک جسمانی موت کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن جس نے مُردوں کو جلایا کیا وہ ہمیں ابدی موت سے بچا نہیں سکتا؟ اس نے لعزر کی بہن سے کہا "قیامت اور زندگی میں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا"۔ مسیح میں ہو کر ہم خدا سے رفاقت اور قربت حاصل کرتے ہیں اور وہی رفاقت ہمیشہ کی زندگی ہے جسوقت کوئی شخص مسیح پر ایمان لاتا ہے اس وقت سے اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہوتا ہے۔

۲۔ قیامت کیا ہے اور کب ہوگی؟ مسیح نے موت کی بابت یہ کہا کہ وہ گویا ایک نیند ہے۔ جب ہی ہم اس نیند سے جاگیں ہمارے لئے قیامت کا دن آجائے گا۔ اگر ہم نے نیکی کی ہو تو زندگی کی قیامت کے لئے اور اگر بدی کی ہو تو سزا کی قیامت کے لئے زندہ ہوں گے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوگا کہ روحانی بدن

سے کیا مراد ہے اور ہم کس طرح ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور دیکھینگے۔

۳۔ قیامت میں گناہ گاروں کا حال۔

وہ جو خدا سے جدا ہو جاتے ہیں وہ "اندھیرے" میں یا آگ کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں "ہمیشہ کا عذاب ہوگا،، وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ اردو میں ہمیشہ ہے اس کے معنی میں کچھ شک ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب ابد ہو مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے زمانہ مدراز مُراد ہو لفظ کے اصلی معنی "زمانوں تک" ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے لئے جو خدا سے جدا ہیں کوئی امید باقی نہیں ہے۔ تاہم یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح نے خود کسی خاص بیان میں ایسی امید نہیں دلائی۔ ان کے لئے ہماری امید ایسے ایسے وعدوں پر مبنی ہے۔ جیسے "اور میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھایا جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا" "حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے دنیا میں آنے کو تھا"

سوالات۔ ۱۔ مسیح کی دوسری آمد کب ہو گی؟

۲۔ کیا ہمارے اس خاکی جسم اور آسمانی جسم میں کچھ موافقت ہو گی؟

۳۔ کیا تم کسی خاص آدمی کے بیان سے واقف ہو جو مر گیا اور آگ کی بھٹی میں ڈالا گیا؟

۴۔ ہندوؤں کے اصول مسئلہ تناسخ کو قیامت کی تعلیم سے کیونکر رد کر سکتے ہو؟

تنبیہ

چاہئے کہ اسی طرح طلبا خود دیکھیں کہ دعا۔ دولت۔ سبت کے دن شریعت کے احکام۔ یہودیوں اور غیر قوموں کے تعلق اور مسیح کی دوسری آمد وغیرہ کے بارے میں مسیح کی تعلیم کیا ہے۔

حصہ چہارم - مسیح کی موت و قیامت

سبق ۱۱ - موت کی تیاری

سبق کا مقصد - کہ ہم مسیح کے آخری ہفتہ کے واقعات کو جانیں جن میں اسکو اذیت ہوئی تھی

مطالعہ کے لئے مضامین - یوحنا باب ۱۲: ۱ - متی باب ۲۶: ۶ - سبت کا دن مرقس باب ۱۴: ۳ - ۸ - پہلا دن - یوحنا باب ۱۲: ۱۲ - ۱۹ - لوقا باب ۱۹: ۳۹ — متی باب ۲۱: ۱ - ۱۱ - مرقس باب ۱۱: ۱۲-۱۴ - دوسرا دن - متی باب ۲۱: ۱۸ - ۲۲ - متی باب ۲۱: ۲۱ تا باب ۲۳ - مرقس باب ۱۲: ۱۲ - لوقا باب ۲۱ و باب ۲۲ - یوحنا باب ۱۴ سے باب ۱۷ تک تیسرا دن - مرقس باب ۱۱: ۲۷ - ۳۳ - باب ۱۲: ۱۳ - ۱۷ - باب ۱۲: ۱۸ - ۲۷ - چوتھا دن متی باب ۲۶: ۲۴ - ۲۵ - مرقس باب ۱۲: ۳۸ - ۳۹ - باب ۱۲: ۴۱-۴۴ - متی باب ۲۶: ۱۴-۱۶ - پانچواں دن - متی باب ۲۶: ۱۷ - ۱۸ اور باب ۲۶: ۲۶ - ۳۰ - لوقا باب ۲۲: ۳۹-۴۳ -

یادداشت - ۱ - مسیح کی زندگی کے آخری واقعات کا سلسلہ کہاں تک معلوم ہے؟ ممکن نہیں کہ ہم مسیح کی زندگی کے ہر ایک واقعہ کے بارے میں بتا سکیں کہ فلاں واقعہ فلاں مہینے یا ہفتے میں ہوا لیکن ہم اس کے آخری ہفتے کے سلسلہ وار واقعات سے واقف ہیں - ان باتوں میں بھی اناجیل میں وہ پوری موافقت نہیں ہے جس سے سب مشکلات حل ہو سکیں مثلاً یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم نے سبت کے دن یعنی عید فسح سے چھ دن پہلے مسیح کے پاؤں پر عطر ڈالا - لیکن متی اور مرقس کے بیان سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ان واقعات کا ذکر ان آیات کے بعد ہوا جن میں

لکھا ہوا ہے کہ کاہن اور فقیہ مسیح کے قتل کرنے کا موقع ڈھونڈھ رہے تھے۔ یہ بھی بڑے تعجب کی بات ہے کہ یوحنا کی انجیل میں گو مسیح کے آخری کھانے کا مفصل بیان ہے لیکن اس بات کا اشارہ تک نہیں کہ اس کھانے اور مسیح کے مصلوب ہونے میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔

۲۔ آخری ہفتہ کے واقعات کا سلسلہ تو بھی چاروں اناجیل کے پڑھنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اس آخری ہفتے کو کس طرح سے گذارا۔

(الف)۔ سبت کا دن (سنیچر) مسیح بیت عنیاہ میں رہا اور شام کے وقت مریم نے عطر ڈالکر اس کی خدمت کی جس کے بارے میں اس نے کہا کہ اس نے "دفن کے لئے میرے بدن پہ پہلے سے عطر ڈالا۔"

(ب) ہفتے کا پہلا دن (اتوار) مسیح یروشلم میں شاہانہ طور پہ داخل ہوا۔ فریسی لوگ یہ دیکھکر کہ کتنے لوگ اس کے پیرو ہوگئے ہیں بہت حیران ہوئے۔

(ج) ہفتے کا دوسرا دن (سوموار) وہ پھر اگلے دن صبح کو بیت عنیاہ سے نکلا اور یروشلم کی راہ پر اس نے وہ انجیر کا درخت دیکھا جو بے پھل تھا اور جو اس کے کہنے سے سوکھ گیا۔ یروشلم میں اس نے ہیکل کو پاک صاف کیا جس سے فریسی اور صدوقی اور بھی ناراض ہوگئے۔

(د) ان بیانات کے بعد متی اور لوقا کی انجیل میں مسیح کی تعلیم بہت

سی تمثیلوں میں پائی جاتی ہے جس کو ہمیں بڑے غور کے ساتھ پڑھنا اور مطالعہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان میں مسیح اپنی موت اور جی اٹھنے کا اور اس کے متعلق ہمارے فرائض کا ذکر کرتا ہے۔ ویسے ہی یوحنا کی انجیل میں ہم ایسی اعلیٰ تعلیم اور ایسی مفید ہدایت پاتے ہیں جس کو ہمیں بار بار پڑھنا چاہیئے۔ ہم نہیں بتا سکتے ہیں کہ کس دن یا کس موقع پر مسیح نے یہ الفاظ کہے لیکن چھ دن تک وہ یروشلم کے لوگوں کے درمیان رہا اور رات کو بیت عنیاہ میں واپس آیا کرتا تھا تاکہ وہ آرام کرے اور ہر صبح وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ رہتا تھا ہم شاید یہ کہہ سکتے ہیں کہ متی۔ مرقس اور لوقا میں ان باتوں کا ذکر ہے جو علانیہ طور پر سنائی گئیں لیکن یوحنا ان خاص باتوں کا ذکر کرتا ہے جو علیحدگی میں مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتائیں۔

(س) ہفتے کا تیسرا دن (منگل) وہ پھر یروشلم میں آیا اور سنہیڈرم نے اس کو تنگ کرنا شروع کیا اور فریسیوں نے اسکو اپنی باتوں میں پھنسانا چاہا اور صدوقیوں نے بھی اس سے کئی ایک سوال کئے۔ وہ شام کے وقت بیت عنیاہ میں بہت تھکا ماندہ ہو کر آیا ہوگا۔

(ہ) ہفتے کا چوتھا دن (بدھ) یروشلم میں مسیح لوگوں سے پھر ملا اور ان کو اپنی دوسری آمد کے بارے میں تعلیم دی۔ صبح کے وقت اس نے اس بیوہ عورت کو دیکھا جس نے ایک دھیلا ہیکل کے خزانے میں ڈالا۔ اور رات کے وقت یہوداہ اسکریوتی سردار کاہن کے پاس گیا اور اس نے مسیح کے پکڑوانے

کا عہد و پیمان باندھا۔

۵۔ ہفتے کا پانچواں دن (جمعرات) دو پہر سے پہلے شاگردوں نے عید کی تیاری کی۔ شاید دن بھر مسیح اپنے شاگردوں کے ساتھ رہا اور ان کو تسلی دیتا رہا۔ رات میں اس نے اپنے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ کھانا مسیحی لوگوں کے نزدیک عید فسح کا آخری کھانا اور عشائے ربانی کا پہلا موقعہ تھا۔ اس کھانے کے بارے میں مسیح نے کہا "یہ میرا بدن اور میرا خون ہے جو بہتیروں کے گناہوں کے لئے دیا جاتا ہے" اس کے بعد وہ باہر زیتون کے پہاڑ پر گیا کہ دعا مانگے اور اس دعا میں وہ بڑے دکھ اور جانکنی کی حالت میں تھا۔ سپاہی رات کو ہاتھ میں مشعلیں لیکر اس کو پکڑنے آئے۔ شاگرد ایسے غم اور تھکاوٹ کی حالت میں تھے کہ اس کے ساتھ جاگ نہ سکے۔

سوالات۔ ۱۔ مسیح نے کب شاگردوں کے پاؤں دھوئے؟

۲۔ اس آخری ہفتے کے بیانات میں مسیح کی خوشی اور اس کے غم کے کیا کیا اشارے ہیں؟

۳۔ صدوقی اور فریسی کیوں مسیح کی مخالفت کرتے تھے؟

۴۔ "یہ میرا بدن ہے" "یہ میرا خون ہے" ان لفظوں پر ایک مختصر وعظ لکھو؟

سبق ۱۲۔ مسیح مصلوب

سبق کا مقصد۔ کہ ہم مسیح کی موت کے واقعات سے واقف ہو کر اس کے ساتھ دکھ سہنے کو تیار ہو جائیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ یوحنا ۱۸ باب: ۳۔ ۱۸ باب: ۱۲-۲۴۔ متی ۲۶ باب: ۵۷-۶۸۔ ۲۷ باب لوقا ۲۳ باب۔ یوحنا ۱۹ باب۔

یادداشت۔ ۱۔ یسوع کی گرفتاری۔

جمعرات کے روز عید فسح کھانے کے بعد اندھیرے میں مسیح زیتون کے پہاڑ پر گیا (یوحنا ۱۸: ۳) اور وہاں دعا میں مصروف رہا۔ رات کے وقت اہل سنہیڈرم کے پیادوں نے مشعلیں لیکر اس کو پکڑا۔ پطرس ان سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا مگر مسیح نے اسکو منع کیا۔ پیادے اسکو حنا کے پاس لیگئے کیونکہ وہ پہلا سردار کاہن تھا اور گو اس وقت کائفا سردار کاہن کی حیثیت میں سنہیڈرم کا میر مجلس تھا تو بھی حنا کی اس قدر عزت تھی (دیکھو یوحنا ۱۸: ۱۲-۲۴) کہ کائفا بلکہ سب یہودی اس سے صلاح و مشورہ لیا کرتے تھے۔ حنا نے مسیح کو بندھوا کر کائفا کے پاس بہت سویرے بھیج دیا۔ شاید اس اثنا میں اس کو سونے کا کچھ موقع ملا گو اس کا ذکر انجیل میں نہیں ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مسیح کس طرح سے ایک پورا دن اور رات اور پھر دوسرے دن بھی بغیر آرام کئے ایسی پریشانی میں رہ سکتا۔

۲۔ یسوع سنہیڈرم کے سامنے۔ کائفا سنہیڈرم کے اجلاس

میں بیٹھا اور وہاں یہ الزام مسیح پر لگایا گیا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ یہودیوں کے نزدیک یہ کفر تھا اور انھوں نے اس کو پھانسی کے لائق ٹھہرایا لیکن انھیں اس کو پھانسی دینے کا اختیار نہ تھا اس لئے انھوں نے مسیح کی یہاں تک بے عزتی کی کہ اس پر تھوکا اور پیلاطس کے سامنے لے گئے۔

۳۔ یسوع پیلاطس کے سامنے۔

پیلاطس بہت چاہتا تھا کہ اس بات سے آزاد رہے اور اس کی بی بی نے بھی اس کے پاس کہلا بھیجا کہ اس راست باز سے کچھ کام نہ رکھ۔ سو وہ مسیح کو عید کے دستور کے مطابق چھوڑنا چاہتا تھا لیکن لوگوں نے حسد کے مارے برابا کو مانگا۔ پھر اس نے اس کو ہیرودیس کے پاس جو گلیل کا بادشاہ تھا بھیج دیا کیونکہ اتفاقاً وہ اس وقت یروشلم میں آیا ہوا تھا۔ ہیرودیس نے اس کو ٹھٹھوں میں اڑا کر پیلاطس کے پاس واپس بھیج دیا۔ پیلاطس نے صاف کہا کہ میں اس شخص میں کوئی قصور نہیں پاتا لیکن لوگوں نے اس کو دھمکا کر کہا کہ اگر تو اس کو چھوڑ دے تو تو قیصر کا دوست نہیں۔ اور جب اس نے دیکھا کہ بلوہ ہونے کو ہے تو ہاتھ دھوئے اور یسوع کو کوڑے لگوا کر سپاہیوں کے حوالے کیا تاکہ صلیب دی جائے۔ اس کے بعد اس نے تیسری بار سخت بے عزتی اٹھائی۔ جیسے پہلے سنہیڈرم کے سپاہیوں نے اس پر تھوکا اور ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اسے ذلیل کیا تھا ویسے ہی سرکاری سپاہیوں نے اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر اور تھوک تھوک کر اس کے

ٹھٹھے اڑائے۔ بعد اس کے مسیح کو اپنی صلیب اٹھانی پڑی لیکن تھکاوٹ اور کمزوری کے سبب اٹھا نہ سکا تو شمعون کرینی کو بیگار میں پکڑنا پڑا۔

۴۔ مسیح کا مصلوب ہونا۔ مسیح کے ہاتھ پیر میں کیلیں ٹھونک کر انھوں نے اس کو دو چوروں کے بیچ میں قریب نو بجے صبح صلیب پر چڑھایا۔ اس کے پیروؤں میں سے یوحنا اور چند عورتیں بھی موجود تھیں صلیب پر ایک نوشتہ لگایا گیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ عوام۔ یہودی بزرگ اور وہ چور بھی اس کو لعن طعن کرتے تھے۔ ایسی سخت ایذا کے وقت مسیح کیا سوچتا تھا؟ ہم سلسلہ وار ان الفاظ کو لکھیں جو مسیح کے منہ سے نکلے اور ان پر غور کریں۔

۱۔ اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں (لوقا ۲۳: ۳۴)

۲۔ آج تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا (لوقا ۲۳: ۴۳)

۳۔ اے عورت دیکھ تیرا بیٹا ...... دیکھ تیری ماں یہ ہے (یوحنا ۱۹: ۲۶-۲۷)

۴۔ میں پیاسا ہوں (یوحنا ۱۹: ۲۸)

۵۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ متی ۲۷: ۴۶ مرقس ۱۵: ۳۴)

۶۔ تمام ہوا۔ (یوحنا ۱۹: ۳۰)

۷۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں (لوقا ۲۳: ۴۶)

۵۔ مسیح کی موت کے بعد کے واقعات۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بجنے کے کچھ عرصہ کے بعد مسیح نے اپنی جان دی اور وہ پانچ بجے تک یوں ہی پڑا رہا۔ پھر سپاہی آئے تاکہ سبت سے پہلے لاش کو اتاریں اور انھوں نے دو ڈاکوؤں کی ٹانگوں کو توڑا لیکن مسیح کو ویسے ہی اتار دیا کیونکہ اس کو مردہ پایا۔ مسیح کے چند دوست جن میں یوسف اور نیکودیمُس بھی تھے اس وقت آئے اور پیلاطُس سے لاش مانگ کر اس کو نئی قبر میں جو نزدیک ہی تھی دفنایا۔ کون ہے جو ان دنوں کے واقعات پر غور سے سوچ بچار کرے اور اس کے دل پر کچھ اثر نہ ہو کیونکہ خداوند ہمارے خدا کے اکلوتے نے ہمارے گناہوں کی خاطر یہ دکھ اٹھایا۔

سوالات۔ ۱۔ کوئی کہتے ہیں کہ مسیح نے سوموار کی شام فسح کھائی اور اسی رات پکڑوایا گیا کیا یہ حقیقت پر مبنی ہے؟

۲۔ ہم کائفا اور حنا کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

۳۔ پیلاطُس نے مسیح کو ہیرودیس کے پاس کیوں بھیجا؟

۴۔ کیا مسیح کی موت اور دیگر اشخاص کی موت میں کچھ فرق ہے؟
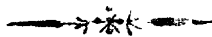
سبق ۱۳۔ مسیح کا جی اُٹھنا

سبق کا مقصد۔ کہ ہم مسیح کے جی اُٹھنے کی حقیقت دریافت کریں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ متی ۲۷ب: ۶۳ تا ۲۸ب۔ مرقس ۱۶ب۔ لوقا ۲۴ب یوحنا ۲۰ب تا ۲۱ب

یادداشت۔ ۱۔ مسیح کی قیامت کے تذکرے۔

اس بات میں ذرا بھی شک نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ مسیح کے شاگرد یقین کرتے تھے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی شہادت میں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی لیکن ان باتوں سے وہ اس قدر متعجب تھے کہ ان کے بیان کی ہر ایک بات ہماری سمجھ میں پورے طور پر نہیں آتی۔ مثلاً یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ متی رسول صرف چند عورتوں کی ملاقات کا ذکر کرتا ہے اور یہ نہیں بتلاتا کہ مسیح دو مرتبہ بند کمرے میں اپنے خاص شاگردوں پر ظاہر ہوا۔ اور گو متی کے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح گلیل میں اپنے شاگردوں سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا جس کا ذکر یوحنا کے بیان میں پایا جاتا ہے تو بھی لوقا کی انجیل میں صرف ان دو شاگردوں کو دکھائی دینے کا ذکر ہے جو اماؤس کو جا رہے تھے۔

۲۔ مسیح کتنی دفعہ شاگردوں پر ظاہر ہوا۔

اب ہم دیکھیں کہ پوری انجیل میں مُردوں میں سے جی

اُٹھنے کے بعد مسیح کتنی دفعہ اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوا۔

۱۔ چند عورتوں نے اتوار کے دن بہت سویرے اس کو دیکھا (متی ۲۸: ۹-۱۰)

۲۔ مریم مگدلینی اکیلی اُس سے ملی۔ (یوحنا ۲۰: ۱۱-۱۴)۔

۳۔ وہ شمعون کو دکھائی دیا۔ (لوقا ۲۴: ۳۴)

۴۔ دو شاگردوں نے اماؤس کی راہ پر اس سے گفتگو کی (لوقا ۲۴: ۱۳-۳۵)

۵۔ اتوار کی شام کو وہ دس رسولوں کو نظر آیا (لوقا ۲۴: ۳۶-۴۹ یوحنا ۲۰: ۱۹-۲۳)۔

۶۔ ایک ہفتے کے بعد گیارہ شاگردوں نے اس کو دیکھا (یوحنا ۲۰: ۲۶-۲۹)۔

۷۔ اس نے چند شاگردوں سے گفتگو کی جن میں کم از کم چار رسول تھے (یوحنا ۲۱: ۱-۲۳)۔

۸ وہ پانچ سو آدمیوں کو دکھائی دیا (۱ کرنتھیوں ۱۵: ۶ متی ۲۸: ۱۶-۲۰)۔

۹۔ یعقوب نے اس کو دیکھا . . . (۱ کرنتھیوں ۱۵: ۷)۔

۱۰۔ آسمان پر جاتے وقت اس نے اپنے شاگردوں سے رخصت لی۔ (لوقا ۲۴: ۵۰-۵۲)

۳۔ مسیح کے جلالی جسم کی خاصیتیں۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ جس وقت مسیح نے اپنے آپ کو دکھایا اس کی جسمانی حالت کیسی تھی۔ اس کا ذکر نہیں کہ وہ کسی کے گھر میں رہتا تھا

لیکن اس کا ظہور خاص خاص موقعوں پر ہوا۔ اس کی خدمت کے زمانے میں دو موقعوں پر اس کا جسم غیر معمولی صورت میں بدل گیا اور اس کے جی اُٹھنے کے بعد تعجب کی بات نہیں کہ اس کا جسم ہمارے جسم کی مانند نہ ہوا ہو۔ گو اس نے اپنے شاگردوں کو اپنے زخمی ہاتھ اور پاؤں دکھلائے تاکہ ان کو یقین ہو کہ مسیح خود زندہ ہوا ہے۔

۴۔ مسیح کے ظہور کا اثر۔

اس کے دکھائی دینے سے سب شاگردوں کا ڈھارس بندھ گیا اور وہ دلیر بن گئے جو اس کی موت کے وقت پست ہمت ہو کر پراگندہ ہو گئے وہ بہادر بن کر اس کی قیامت کی گواہی دینے لگے اور بڑی خوشی سے جمع ہو کر خدا کی عبادت کرتے رہے اس لئے ہر ایک مسیحی کا فرض یہ ہے کہ وہ نہ صرف مسیح کے جی اُٹھنے کے تیوہار پر یا اتوار کے روز جو اس کے جی اُٹھنے کی خاص یادگاری ہے بلکہ ہر روز وہ مسیح کے جی اُٹھنے کو یاد کرکے اس زندہ مسیح میں قائم اور بحال رہے۔

سوالات ۔ ۱۔ موت اور جی اُٹھنے کے بیچ کے زمانہ میں مسیح کی روح کہاں تھی؟

۲۔ یہودی لوگ مسیح کے جی اُٹھنے کے کیوں قائل نہ ہوئے؟

۳۔ وہ لوگ جو آج کل مسیح کے جی اُٹھنے سے انکار کرتے ہیں اپنے انکار کے ثبوت میں کیا کیا دلائل پیش کرتے ہیں؟

۴۔ ہمارا جواب کیا ہے؟

فصل ششم

بشارت یعنی انجیل کی خوشخبری کا پھیلانا

از پادری جے ڈبلیو سوٹمن صاحب

فصل کا مقصد۔ کہ اعمال کی کتاب سے یہ دکھلایا جائے کہ پہلے زمانہ میں کس طرح انجیل کی خوشخبری دنیا میں پھیل گئی

فہرست مضامین

سبق ۱۔ دنیا کی تیاری

سبق کا مقصد۔ کہ یہ دکھلایا جائے کہ الٰہی انتظام سے دنیا میں کون کون سی تیاریاں واقع ہوئیں تاکہ انجیل کی خوشخبری بہ آسانی پھیل جائے

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ب۲: ۹-۱۱۔ ب۸: ۲۷۔ ب۱۶: ۱۲۔ ب۱۶: ۳۵-۳۹۔ ب۱۸: ۱۲-۱۶، ۳۱۔ ب۱۹: ۱۱-۱۲۔ ب۱۹: ۲۱۔ ب۲۱: ۳۰-۳۱۔ ب۲۲: ۲۲-۲۹۔ ب۲۳: ۱۲-۳۵۔ ب۲۵: ۷-۱۲۔ ب۲۷: ۱-۸۔ ب۲۸: ۱۱۔

یادداشت۔ ۱۔ **فلسطین**۔ مہذّب دنیا کے درمیان تھا۔ وہاں سے تجارت کے راستے مصر۔ ایشیائے کوچک۔ بابل۔ شام۔ عربستان اور فارس کی طرف جاتے تھے سور و نیز اور بندرگاہوں سے جہاز بحر روم (جس کو بحر متوسط بھی کہتے ہیں) میں چلا کرتے تھے اور ان میں اندلس اور روم تک مسافر سفر کرتے تھے۔

۲۔ **رومی سلطنت**۔ ایک وسیع سلطنت تھی۔ اس کے شاہی انتظام سے بڑے بڑے ہموار راستے تیار ہوئے تھے۔ وہ ایسی قوت تھی کہ اس کے زیر حکومت دنیا کا امن و امان قائم رہا۔ مسافر بہ حفاظت ایک ملک سے دوسرے ملک تک سفر کرسکتے تھے رومی باشندوں کا ساحق بعض کو بطور خطاب کے اس زمانے میں ملا کرتا تھا۔ گو وہ اکثر رومی نہ تھے یہ خطاب نسلاً بعد نسلٍ تھا۔ پولوس کے خاندان کو بھی یہی شرف حاصل تھا اور اس سے یہ بڑا فائدہ تھا کہ رومی باشندے آزادی سے سفر کرسکتے تھے۔ جہاں کہیں وہ جاتے ان کو رومی

حکام کی حمایت حاصل ہوتی تھی۔

۳۔یونانی زبان کا رواج ۔ رومی سلطنت میں صرف ایک ہی زبان زیادہ استعمال ہوتی تھی۔خط و کتابت۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف بھی اسی یونانی زبان میں ہوتی تھی۔ تجارت کے کاروبار میں بھی اسی کا استعمال تھا۔اگرچہ رومی سلطنت کے علاقوں میں زبانیں مختلف تھیں تاہم یونانی زبان عام فہم تھی جس سے معاشرتی اختلاط زیادہ وسیع اور آسان ہو سکے۔

۴۔یونانی علم کی تاثیر۔ اس زمانے میں یونانی علم و فلسفہ کے اثر سے دنیا کی مختلف اقوام کے خیالات میں کچھ نہ کچھ مطابقت پیدا ہوگئی زمانے کی نئی روشنی پھیل گئی اور تعصب رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔

۵۔ مذہب کا حال۔ رومی سلطنت کے بڑے شہروں میں یہودی لوگ وحدت کی شہادت دیتے تھے اور اس کے ساتھ مشرکانہ مذاہب میں مصری اور مشرقی دیوتاؤں کی پرستش یونانی دیوتاؤں کے مندروں میں جاری تھی۔ اور لوگوں نے ایک دوسرے میں امتیاز نہیں کیا یہاں تک کہ انھوں نے ایک کی صفات دوسروں پہ چپاں کیں۔ علاوہ اس کے رومی حکام چاہتے تھے کہ ایک عالمگیر مذہب یعنی قیصر پرستی قائم ہوجائے۔ ان وجوہ سے عالمگیر مذہب کا خیال پھیل گیا اور ایک خدا کا ہونا اتنا بعید القیاس معلوم نہیں ہوا۔

سوالات ۱۔ زمانہ حال میں کونسی باتیں انجیل کے پھیلانے کے لئے مفید ہیں؟

۲۔ کیا ہندوستان میں علم کی نئی روشنی بشارت کے کام کو زیادہ آسان کرتی ہے؟

۳- کیا یہ سچ ہے کہ خدا نے پہلی صدی میں لوگوں کو خوشخبری سننے کے لئے تیار کیا تھا؟

۴- ایک عام فہم زبان سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

سبق ۲۔ کلیسیا کی تیاری

سبق کا مقصد۔ یہ بات ظاہر ہو کہ کلیسیا انجیل کی خوشخبری پھیلانے کے لئے کیونکر تیار کی گئی۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ۱ باب ۱۲-۱۴، ۲ باب: ۳۲-۳۷

یادداشت۔ ۱۔ یسوع کے جی اٹھنے کی تاثیر۔

یسوع کے جی اٹھنے سے پہلے شاگرد مایوس اور پست ہمت ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ جب وہ زندہ ہوا تب وہ نہایت خوشی سے پھر اکٹھے ہو گئے۔ وہ یسوع کی آخری نصیحت کے فرمانبردار رہے اور ان میں ایک نیا ایمان پیدا ہو گیا۔ وہ یروشلیم میں رہے جب تک روح موعود نازل نہ ہوا۔ ان کو معلوم تھا کہ اب سے ہم خداوند کو نہیں دیکھتے مگر انھوں نے اپنے آپ کو کمر بستہ رکھا کہ عین وقت پر وہ خداوند کے کام کا سلسلہ پھر سے جاری کریں۔

۲۔ روح القدس کا نزول۔ جب بالاخانہ میں ایک سو بیس آدمی جمع ہوئے تو یسوع کا وعدہ پورا ہوا سب بڑے جوش میں آئے اور ان کے خوشی منانے کی آواز شہر بھر میں گونج رہی تھی وہ غیر زبانیں بولنے لگے اور لوگ سمجھتے تھے کہ یہ نشے میں ہیں مگر ان کا جوش روحانی تھا اور وہ آپ سے باہر نہ تھے لیکن پطرس کے ایک اشارہ سے خاموش ہو گئے۔ اس وقت انھوں نے پہچانا کہ اب خداوند پھر روحانی طور پر ہمارے ساتھ ہے

اور اس لئے پورا یقین ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا کہ یسوع ہمارے ذریعہ سے اپنا کام کرے گا۔

۳۔ پہلا کلیسیائی انتظام۔ بارہ رسول گروہ کے ہادی تھے سب میں ایسا اتحاد اور یگانگت تھی کہ دولتمندوں نے خالص محبت سے اپنا مال بیچ کر غریبوں کو دے ڈالا۔ سب روپیہ ایک عام خزانہ میں رکھا گیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے چار رکن کھڑے کردئے یعنی اخوت۔ رسولی تعلیم۔ دعا۔ اور پاک شراکت۔

۴۔ چار اصول عمل۔

(ا) اخوت۔ اگر ان کا ایک خاص نام تھا تو وہ برادری تھا اور انھوں نے اس برادرانہ رفاقت پر بڑا زور دیا جیسا اوپر لکھا گیا ہے۔ گھر گھر جاکر انھوں نے اپنے بھائیوں کو یسوع کی محبت یاد دلائی۔ بھائیوں کی مدد کرنا۔ ہر ایک کی دلجمعی کرنا۔ روحانی گفتگو ان کا خاص شیوہ تھا۔

(ب) تعلیم۔ جو انھوں نے یسوع کی زبان سے سنی تھی وہ دوسروں کو سنائی اور اس کے علاوہ پرانے عہدنامہ کی بڑی قدر کی جیسا کہ اناجیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

(ج) دعا۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہیکل میں دیگر یہودیوں کی مانند عبادت کرنے جایا کرتے تھے۔ وہ مذہب کے پابند رہے مگر عام یہودی رسوم اور فرائض کے علاوہ وہ اکثر کسی دوست کے بالاخانہ میں دعا کے لئے جمع ہوا کرتے اور خاص کر ہفتہ کے پہلے دن یہ دستور مقرر تھا۔

(۹) پاک شراکت۔ جیسا یسوع مسیح نے حکم دیا ویسا ہی انھوں نے کیا۔ وہ عشائے ربانی میں شریک ہوئے اور اس یادگار کی رسم ادا کرنے سے نہ صرف یسوع کی محبت کی یاد تازہ رہی بلکہ اخوت کا خلوص زیادہ نمایاں ہوا۔ اس پاک رسم سے ان کا یسوع سے رشتہ زیادہ مستحکم ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کی موت کو یاد کرکے اس کی موجودہ زندگی کا یقین اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔

سوالات۔ ۱۔ کیا وہ اخوت یا برادری ابھی مسیحیت میں پائی جاتی ہے جیسی پہلے زمانہ میں تھی؟

۲۔ کیا اس وقت سب عیسائی مُبشّر ہوتے ہیں اور جب سب بلا معاوضہ بشارت کا کام کریں گے تو کیا نتیجہ ہوگا؟

۳۔ پہلے مسیحیوں میں نفس کشی اور سخاوت کیونکر پیدا ہوگئی؟

۴۔ آج کل کے مسیحیوں کی ناکامی اور کمزوری کس طرح رفع ہو سکے گی؟

سبق ۳ - یروشلم میں پہلی بشارت

سبق کا مقصد۔ کہ معلوم ہو کہ بشارت کا کام کس طرح شروع ہوا اور کہ ابتدا میں رسولوں نے کیسی منادی کی علاوہ اس کے کلیسیا کی ابتدائی ترقی اور پہلی رکاوٹوں کا ذکر ہے۔ (اعمال ۱ : ۳ - تا ۶ : ۷ -)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ۱ : ۱-۱۴ ۲ : ۱-۴۷ ۳ : ۱-۲۱ ۵ : ۱-۲۱ - ۵
اور یہ بھی دیکھو ۱۲ : ۱-۲۴ -

یادداشت۔ ۱ - **پہلی بشارت روح القدس کی مدد سے دی گئی۔**

سب سے اہم بات یہ ہے کہ روح القدس خود سب سے قوی مبشر ہے اس کی تاثیر اور حرکت سے پہلے شاگرد منادی بن گئے اور اسی کی ہدایت سے پطرس نے اسی جگہ جہاں چند ہفتے ہوئے یہودیوں نے یسوع کو صلیبی موت دلائی۔ بڑی دلیری سے اس کے جی اُٹھنے کی منادی کی۔ روح القدس ہی کے ذریعہ سے وہ لوگ اپنے گناہ سے واقف ہو گئے اس نے ان کے سخت دلوں کو ملائم کیا اور اگر کوئی امید بھی تھی کہ مغرور یہودی تائب ہو جائیں تو وہ امید صرف روح القدس ہی کی مدد پر مبنی تھی اور جہاں تک شاگرد روح سے معمور ہو گئے وہاں تک وہ نجات کا پیغام کامیابی سے سُنا سکے۔

۲ - پطرس کی منادی۔

یسوع کی تعلیم کی بابت مباحثہ نہ ہوا پطرس نے اس کی ذات

اور کام کے بارے میں تقریر کر کے شروع سے آخر تک ان واقعات پر روشنی ڈالی جو خداوند کی زندگی موت اور قیامت سے منسوب تھے۔ اس کے ساتھ کتاب مقدس کے حوالے دیکر اپنے مضمون کو ثابت کرتا گیا۔ اس کی منادی کا اثر بہت عجیب تھا۔ ۳۰۰۰ آدمی ایمان لائے اور کلیسیا میں شامل ہو گئے۔

۳۔ شہر اور ہیکل میں شاگردوں کی منادی

جب عوام دیکھتے تھے کہ شاگرد یسوع کے نام کی برکت سے مریضوں کو تندرست کرتے ہیں تو ان پہ بڑا اثر ہوا۔ شاگردوں نے اپنی زندگی اور نیز طرز عمل کو ہر حیثیت سے مسیح کے اوصاف اور افعال کا نمونہ بنایا اور یہ ان کی سب سے بڑی شہادت تھی۔ جب انھوں نے غریبوں اور مریضوں کی مدد کی تو یہ امر محض طبعی اور قدرتی تھا نہ کہ کسی قاعدہ و قانون کی پابندی۔

۴۔ پہلی رکاوٹیں۔

(ا) صدوقی شاگردوں کو ستانے لگے

وہ لوگ قیامت کے قائل نہ تھے اور اگر یسوع کے جی اٹھنے پر منادیوں میں زور دیا گیا تو عجب نہیں کہ انھوں نے مسیحیوں کا مقابلہ کیا مگر وہ کچھ نہیں کر سکے۔ جب انھوں نے رسولوں کو ڈانٹا تو پطرس نے جواب دیا کہ ہم انسانی حکم مانیں یا الٰہی؟ اور اگرچہ رسول روکے گئے تو بھی وہ باز نہ آئے اور بدستور منادی کی خدمت انجام دیتے رہے۔

(ب) ریاکاری اور نااتفاقی۔

سب سے خطرناک رکاوٹیں باہر والوں کی طرف سے نہ ہوئیں بلکہ کلیسیا کے اندر ہی سے۔ جب ہم حننیاہ اور سفیرہ اور یونانی مائل

یہودیوں اور عبرانیوں کی نااتفاقی کی بابت پڑھتے ہیں تو ہم یقین کرتے ہیں کہ ریاکاری - بدگمانی - خودغرضی - بے دینی سرد مہری محبت کی کمی - جھوٹ - جہالت - قومی تعصب جو کسی جھوٹے عیسائی میں پایا جاتا ہو وہ مذہب کے پھیلانے میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں ایذارسانی سے ایمان اور مضبوط ہوجاتا ہے اور لوگ خوشی سے شہید کی موت قبول کرتے ہیں مگر یہ اندرونی خرابیاں ان کیڑوں کی مانند ہیں جو بیماریاں پھیلاتے ہیں -

سوالات - ۱ - پہلے شاگرد کیونکر مبشر بن گئے ؟

۲ - عید پنتکست پر پطرس کی منادی کا خلاصہ لکھو -

۳ - کیا مریضوں کو چنگا کرنا ابھی مسیحیوں پر فرض ہے ؟ ہاں تو کس طرح ؟ کیا کرامت دکھلانے کی قوت اس زمانہ ہی تک محدود تھی ؟

۴ - کس حد تک مسیحیوں کا نیک نمونہ دوسرے مذہب والوں میں بشارت کی قبولیت پیدا کرتا ہے ؟

سبق ۴۴۔ شہادت کا پھل

سبق کا مقصد۔ کہ ہم سمجھیں کہ ستفنس کی موت کے بعد یہودیہ سامریہ اور شام میں خوشخبری کی بشارت کیونکر پھیل گئی (قریب ۳۳ء)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ابواب ۶۔ ۷۔ ۸ اور ۹: ۲ از ۳۲ تا ۱۱: ۱۹

یادداشت ا۔ ستفنس۔

وہ یونانی مائل شخص تھا اس لئے ممکن ہے کہ شروع ہی سے وہ زیادہ قوم پسند نہ تھا جب وہ مسیحی ہوگیا تو اُس نے یہودی سرداروں کو جنھوں نے مسیح کو مارا تھا اُنکے قصوروں کی طرف متوجہ کیا اور جیسا پہلے زمانہ میں نبیوں نے الٰہی سزا کا فتویٰ دیا ویسا ہی اس نے منادی کا طریقہ اختیار کیا اور سرگرمی اور آزادی سے مذہبی پیشواؤں کا مقابلہ کر کے بشارت کا کام کرنے لگا۔

ہم اس کے خیالات اس کی تقریر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اس نے سردار کاہنوں کے سامنے فخر کیا کہ میں یہودی عقائد کا قائل ہوں اور یہودی حقوق پر قائم ہوں مگر میں یہ نہیں مان سکتا ہوں کہ موسوی شریعت کلام الٰہی کا خاتمہ ہے اور اگر یہودی الٰہی احسان کے لائق نہ رہیں تو بیشک وہ خدا کے برگزیدہ نہیں رہیں گے یہ سنکر سننے والے آپ سے باہر ہو گئے اور اپنے غصہ میں اُس کو مار ڈالا۔ اس وقت یروشلیم

میں کوئی رومی حاکم نہ تھا جو متعصب یہودیوں کو روک سکتا۔

۲۔ پراگندہ اور زائر خوشخبری پھیلاتے تھے۔

جو عید پنتکست پر یروشلیم میں زیارت کرنے آئے اور مسیح پر ایمان لائے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے اپنے اپنے گھر جاکر انجیل کی خوشخبری پھیلائی۔ ہر ایک مسیحی مبشر تھا۔ ممکن ہے کہ روم اور دمشق میں اسی طرح کلیسیائیں قائم ہوگئی ہوں مگران کے علاوہ اور لوگ ستفنس کی موت کے بعد یہودیوں کی ایذارسانیوں سے بھاگ کر دوسری جگہوں میں جا بسے اور ان ہی کے ذریعہ سے بشارت کا کام دور دراز ملکوں میں بھی جاری ہوگیا۔ اس وقت سوری انطاکیہ میں کلیسیا قائم ہوگئی۔ اور اس میں بہت سے یونانی مائل مسیحی شریک تھے جو ڈر کے مارے یروشلیم سے بھاگ کر گئے تھے

۳۔ **فلپس**۔ اس یونانی مائل مبشر کو ایسی بڑی کامیابی حاصل ہوئی کہ پطرس خود قیصریہ میں گیا تاکہ وہاں وہ بچشم خود یہ معلوم کرے کہ کیا اس کا کام مناسب طور پر ہو رہا ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ مسیحیت اور جگہوں میں بھی پھیل گئی۔

مقام غور ہے کہ پولوس دمشق میں مسیحی ہوگیا جہاں وہ کلیسیا کو ستانے گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت مسیحی بشارت یروشلیم ہی میں محدود نہیں رہی۔

۴۔ پطرس یروشلیم کے باہر بشارت دینے گیا۔

پولوس کے مسیحی ہونے کے بعد کلیسیا کو بڑا اطمینان حاصل ہوا اس لئے پطرس نے موقع کو غنیمت سمجھ کر خداوند کے بھائی یعقوب کے

ہاتھ میں یروشلیم کی کلیسیا کا انتظام چھوڑ دیا اور خود مُبشّر کی حیثیت سے قیصریہ چلا گیا دیکھو (۲۱: ۲۶:۸) وہاں اسکو روح القدس کی ہدایت سے یہ ظاہر ہوا کہ خدا غیر قوموں کو بلاتا ہے۔ اس نے کرنیلیس کو بپتسمہ دیا جس کا جواب اسکو یروشلیم کی کلیسیا کے سامنے دینا پڑا۔

۵۔ **کرنیلیس**۔ یہ شخص یہودی مُرید تھا اور اس لئے وہ اور آسانی سے کلیسیا میں شامل کر دیا گیا۔ یہودی مریدوں کے دو فرقے تھے ایک مریدالمقدس جو مختون ہوئے اور بپتسمہ اور قربانی چڑھانے کے بعد یہودیت میں شامل ہو گئے۔

دوسرا فرقہ مُریدالباب جن کی خاصیت یہ تھی کہ وہ خدا سے ڈرتے تھے اور نامختون رہے مگر بت پرستی کو چھوڑ دیا۔ ممکن ہے کہ کرنیلیس دوسرے فرقہ میں شریک رہا ہو۔

سوالات۔ ۱۔ مسیحیت اور قوم پسندی میں کیا تعلق ہے؟

۲۔ انجیل کے پھیلانے میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

۳۔ جب پطرس نے روح کی ہدایت سے کرنیلیس کو بپتسمہ دیا تو یہ بڑی اہم بات تھی۔ کیوں؟

۴۔ اعمال ۱۱ب ۱۲ پر وعظ کا خاکہ لکھو۔

سبق ۵۔ ظالم کی توبہ اور بشارت کا ضامن

سبق کا مقصد۔ کہ یہ ظاہر ہو کہ پولوس کی ذات وہ ذات تھی جو انجیل کی خوشخبری غیر قوموں اور دور دراز ممالک میں پہنچا سکی اور کہ خدا نے سوری انطاکیہ کی کلیسیا کے ذریعہ سے بشارت میں ترقی دی۔ سنہ ۳۴ء

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ۹:۱-۳۱۔ ۱۱:۱۹-۳۰ از ۱۱:۲۵ تا ۱۲:۲۵ + ۱۳:۱-۲۱ + ۱۴: ۲-۲۳۔

یادداشت۔ ترسس۔ پولوس یونانی مائل یہودیوں میں پیدا ہوا پرانے زمانہ میں فلسفہ علوم و فنون میں تین شہر زیادہ مشہور تھے۔ انتھنے۔ اسکندریہ۔ اور ترسس۔ پولوس کی پیدائش ترسس میں ہوئی تھی اور اس نے وہاں کے دارالعلوم میں اس زمانہ کا مروجہ علم حاصل کیا۔ ترسس اس بڑے راستے پر تھا جو افسس سے بابل تک جاتا تھا اور اس لئے تمدنی اختلاط کا مرکز تھا جہاں ہر فرقہ اور مختلف فلسفہ مذاہب اور علوم کے لوگ مباحثہ اور مکالمہ کرتے تھے۔

۲۔ **پولوس کی تربیت**۔ ترسس میں یہودی قوم تھی جس کو رومی سرکار کی طرف سے خاص حقوق حاصل تھے۔ اور پولوس ایک ایسے یہودی خاندان میں پیدا ہوا جن کو رومی باشندوں کا ساحق ملا تھا۔ یہ خاندان بھی دیندار اور مذہب کا پابند تھا اور جب پولوس ترسس کے دارالعلوم میں پڑھ کر فارغ ہو چکا تب

وہ یروشلیم بھیجا گیا تاکہ وہاں اس کو ربی تعلیم حاصل ہو۔ وہ فریسی فرقہ میں شامل تھا اور پاک کلام کی متن اور تفسیریں مطالعہ کرکے کوشش کرتا رہا کہ وہ شریعت کی پابندی سے مقدس بن جائے۔

۳۔ پولوس کا مذہبی جوش

ترسُس میں پولوس نے دیکھا ہوگا کہ مشرکانہ مذہب کی کچھ حقیقت نہیں اور یروشلیم میں اس کے دل میں حقیقی مذہب کا ذوق پیدا ہو گیا۔ ممکن ہے کہ پہلے پہل اس نے یہودی مذہب کو عالمگیر مذہب کے لائق سمجھا مگر افسوس کہ مذہبی ذوق نے تعصب پیدا کیا اور جب اس نے دیکھا کہ مسیحیت یہودیت کے خلاف ہے تو اس نے اس کو دبانے کی کوشش کی مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کے خیالات میں کچھ تبدیلی ہو رہی تھی اور شاید اس نے اپنے شک کو دور کرنے کے لئے ستانے والے کا بھیس اختیار کیا۔

۴۔ پولوس کا تائب ہونا۔ آخر مباحثہ کے زور سے نہیں مگر نہایت عجیب تجربہ کے سبب سے اس کو نئے خیالات بلکہ ایک نئی زندگی بھی حاصل ہوئی اس تجربہ کی ابتدا استفنُس کی شہادت تھی وہ اس وقت حاضر تھا اور ضرور ہے کہ ستفنُس کی گواہی نے اس پر بڑا اثر کیا ہوگا۔ آخر اس نے اس خداوند میں جس کے خلاف اس نے بہت ظلم کیا دنیا کا نجات دہندہ پہچانا۔ توریت اور ربّی علم سے اس کے دل میں اطمینان پیدا نہ ہوا۔ مگر یسوع کی محبت اور خدا کے فضل و توفیق نے اس کے سب شکوک دور کردئے اور اس کا ایمان مستحکم ہوگیا زندہ خداوند کے دیکھنے کے بعد وہ مستقل مزاج مسیحی بن گیا اور اپنے شہید ہونے تک

مسیح کا فرمانبردار خادم رہا۔

۵۔ سوری انطاکیہ کی کلیسیا کی آزاد مزاجی۔

سوری انطاکیہ میں مسیحیوں نے غیر اقوام میں خوشخبری سنائی اور کلیسیا کے بزرگوں نے برنبا کو بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ اس ہونہار بچہ کا حال کیسا ہے اس نے یہ دیکھکر کہ یہاں روح القدس کا کام ہو رہا ہے پولوس کو بلایا کہ وہ وہاں جاکر خداوند کی خدمت کرے۔ ممکن ہے کہ پولوس تقریباً سات برس تک کلکیہ میں بشارت کا کام کرتا رہا ہو وہ خوشی سے انطاکیہ گیا اور جب سخت کال یروشلیم میں پڑا تب وہ برنبا کے ساتھ یروشلیم کے لوگوں کی احتیاج کو رفع کرنے گیا۔ اس کی برادرانہ خدمت سے بزرگوں کو تسلی ہوئی اور برنبا کی سفارش پر یہ منظور ہوا کہ وہ اور پولوس دونوں ملک ایشیائے کوچک میں بشارت دینے جائیں۔

۶۔ برنبا اور شاؤل کا پہلا بشارتی سفر

پھر دونوں نے ساتھ ساتھ کپرس اور گلتی شہروں میں یعنی پرگہ۔ پسدیہ کا انطاکیہ۔ اکنیم اور لسترہ وغیرہ میں خوشخبری سنائی۔ ان کے کام کا ایک بہت اہم نتیجہ یہ تھا کہ بغیر یہودی رسوم ادا کئے غیر قوم کے لوگ کلیسیا میں شریک کر دئے گئے (دیکھو بابا: ۳۶-۳۷)

سوالات۔ ۱۔ کون کون سی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پولوس ایسا شخص تھا جو بشارت کے کام کو بہترین طور پہ انجام

دے سکتا تھا۔

۲۔ سوری انطاکیہ میں بشارت کے کام کا جوش کیونکر یروشلیم کی بہ نسبت زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

۳۔ پولوس کے تائب ہونے کے سبب بتاؤ۔

۴۔ پولوس کے پہلے بشارتی سفر کا سب سے اہم نتیجہ کیا تھا؟

سبق ۲۶۔ یروشلم کی کلیسیائی مجلس

سبق کا مقصد۔ کہ ہم یہ جانیں کہ کیا بڑا خطرہ تھا کہ مسیحیت محض ایک یہودی فرقہ رہتی اور کہ آزادی سے غیر قوم مسیحی جماعت میں مقبول نہ ہوتے اور یہ بھی کہ پولوس نے کیسا اچھا کام کیا جب اس نے یروشلیم کے بزرگوں کو اس بات پر رضامند کیا کہ موسوی شریعت کی پابندی کے بغیر لوگ مسیحی بن سکتے ہیں۔ (سنہ ۵۱ء)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ب ۱۵: ۱-۳۵۔

یادداشت۔ ۱۔ پسدیہ کے انطاکیہ کی کلیسیا کا حال۔

اس شہر میں پہلی مسیحی جماعت تھی جو یہودی عبادت خانہ سے علیحدہ تھی اور یہودی مخالفت کی وجہ سے پولوس نے یہ کہا کہ دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اعمال ب ۱۳: ۴۶-۴۹ اور اس کے بعد پولوس اور برنباس نے جہاں کہیں وہ گئے غیر قوموں کو انجیل سنائی اور انھوں نے کوئی شرط مقرر نہیں کی کہ وہ پہلے یہودی مرید ہو جائیں۔

۲۔ بعض یہودی مائل مسیحی پولوس کے کام میں دخل دینے لگے۔

یروشلیم میں فریسیوں میں سے بعض لوگ مسیحی ہو گئے اور ان کی طرف سے پیشوا انطاکیہ میں جا کر یہ تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پا سکتے تو

کلیسیا نے یہ ٹھہرایا کہ پولوس اور برنباس یہ بات یروشلیم کے بزرگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ فیصلہ ہو جائے۔

۳۔ پولوس کے بنیادی خیالات غیر قوموں کے بارے میں۔

پولوس نے یہ پہچانا کہ اگر خدا کی بادشاہت کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمانہ آئیگا جس میں خدا ہی بادشاہ ہوگا اور جب سب لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں تو وہ بادشاہت عالمگیر ہوگی اور اگر غیر قومیں اس میں حصہ دار نہ ہونگی تو وہ بادشاہت کس طرح عالمگیر مانی جائے گی۔ اس کو شک نہ تھا کہ یسوع کی مرضی تھی کہ سب لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور نجات حاصل کریں اور اگر وہ یسوع کی مرضی تھی تو یہ کافی ہے اور سب شاگردوں پر لازم ہے کہ وہ دنیا کی سب قوموں میں خوشخبری سنائیں۔

۴۔ نجات شریعت کی پابندی سے نہیں۔

پولوس نے یہ بھی معلوم کیا کہ شریعت کے مقابلہ میں یسوع کی محبت اور خدا کا فضل جس طرح وہ مسیح میں ظاہر ہوا نجات دِہ ہے۔ شریعت کی پابندی سے جب اسی کے دل کو تسلی نہ تھی تو وہ اوروں کو کیوں مجبور کرے کہ وہ مسیحی آزادی پر قائم نہ رہیں اور شریعت کا بوجھ اٹھائیں۔

۵۔ پولوس محبت سے مجبور تھا۔

پولوس سراپا ہمدرد شخص تھا جب اس نے دیکھا کہ بہت لوگ دنیا کی تاریکی میں گمراہ ہو گئے تو اس نے ایک دم اپنے فرض کو محسوس کیا کہ مجھے جو دنیا کے نور میں چلتا ہوں ان بیچاروں کا ہادی بننا چاہئے ہم جانتے ہیں کہ اس کی محبت نے اس کو نئی نئی تدبیریں اور طریقے سکھلائے

(دیکھو ۱ کرنتھیوں ۔ باب ۹: ۔۲۲۔ اور فلپیوں۔ باب ۱: ۱۵۔ ۱۸) اور بہت معترضین کو اُس کا جواب یہ تھا کہ مسیح کی محبت مجھے مجبور کرتی ہے اس لئے یہ عجب نہیں کہ لوگ جو صرف ریت ورسم پر نظر رکھتے تھے یہ بڑی محبت اُن کے چھوٹے پیمانہ میں سما سکے۔

۶۔ مجلس کا فیصلہ۔

آخر کار سب نے اقرار کیا کہ یہ خداوند کی مرضی ہے اور یہ شخص روح کی ہدایت سے غیر قوموں میں بشارت دیتا ہے اور مجلس کے بزرگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ جب غیر قوم کے لوگ مسیحی ہو جاتے ہیں تو واجب ہے کہ وہ بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کریں۔ وہ شریعت کے اخلاقی فرائض سے آزاد نہ ہے مگر ریت و رسوم کی پابندی ان پر فرض قرار نہیں پائی (دیکھو گلتی باب ۲: ۹۔ ۱۱)

سوالات۔ ۱۔ جب غیر قوم کے لوگ مسیحی بن گئے تو ان پر کون کون سے فرائض قرار پائے؟

۲۔ کس وجہ سے پولوس غیر قوم کے لوگوں کو خدا کی بادشاہت کے حصہ دار مانتا تھا؟

۳۔ اگر موسوی ریت و رسوم مسیحیوں پر فرض سمجھے جاتے تو کیا نتیجہ ہوتا؟

سبق ۱۔ غیر قوموں میں کامیابی

سبق کا مقصد۔ کہ یہ معلوم کیا جائے کہ یروشلیم کی کلیسیائی مجلس کے بعد بشارت کی ترقی کس درجہ پر تھی (از ۵۲ء تا ۵۰ء)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال از ۱۵ب:۳۶ نغایۃ ۲۱:۱۰۔

یادداشت۔ ۱۔ پولوس کی دلی خواہش کی آسودگی۔

یروشلیم کی کلیسیائی مجلس کے بعد بلا روک ٹوک پولوس اور اس کے ساتھی اپنا کام کر سکے۔ پہلے وہ ایشیائے کوچک میں ان شہروں میں پھرے جہاں پہلے پولوس اور برنباس نے کلیسیائیں قائم کیں سابب کلکیہ ہوتے ہوئے توریس پہاڑ عبور کر کے دربے اور لسترہ پہنچے۔ وہاں انھوں نے لوگوں سے ملاقات کی اور غالباً سبھوں کو مجلس کا فیصلہ بتایا۔ ایشیا نام ایک علاقہ میں کچھ رکاوٹیں پیش آئیں۔ جن کے سبب سے اگرچہ وہ شمالی سمت بتونیہ تک سفر کرتے گئے تو بھی اس جگہ ایک قدم آگے بڑھ نہ سکے۔ آخر تروآس میں خدا کی مرضی ظاہر ہوئی اور وہاں سے انجیل کے ایلچی یورپ میں پہنچے

۲۔ حکمت الٰہی اور روح کی ہدایت سے پولوس نے مشہور شہروں میں خوشخبری سنائی۔

(۱) پسدیہ کا انطاکیہ اور فلپی۔ رومی سلطنت سے تعلق رکھتے تھے انطاکیہ سپہ گری کا مرکز تھا اور فلپی رومیوں کی بستی تھی

ایسی جگہوں میں بہت مسافر آیا جایا کرتے تھے اور اسی وجہ سے بہت ممکن تھا کہ پولوس کی تعلیم رومی دنیا میں مشہور ہو جائے۔
(ب) فلپی کے بعد وہ تھسلنیکا پہنچے جہاں غیر قوم کے بہتیرے مُرید تھے پولوس نے خیال کیا ہوگا کہ جہاں یہودیت کو اتنی کامیابی حاصل ہوئی وہاں غالباً بہت لوگ انجیل قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہونگے۔ یہ خیال بے جا نہ تھا مگر وہاں زیادہ تر غریبوں میں خوشخبری پھیلی اور یہودیوں نے بڑا ظلم کیا اسی جگہ میں پولوس کو اپنے پیشہ کی کمائی سے بسر کرنا پڑا اور غریبوں میں کام کرکے وہ خود غریب ہو گیا۔ یہاں تک کہ فلپی سے اس کو اپنی احتیاج رفع کرنے کے لئے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفع روپیہ ملا (دیکھو فلپیوں ۴: ۱۵۔ اور ا تھسلنیکیوں۔ ۲: ۹۔
(ج) پھر وہ اتھینے میں پہنچے جو یونانی علم کا مرکز تھا اور مہذب دنیا میں روم کے بعد سب سے مشہور شہر تھا۔ وہاں وہ زیادہ کامیاب نہ ہوئے اگرچہ اس نے فلسفانہ مباحثہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد کرنتھس چلے گئے۔ یہاں تجارت کی گرم بازاری تھی وہ قدرتاً ایسے کام کے لئے بہت اچھا مرکز تھا۔ سمندر سے کرنتھس تک ایک راستہ تھا جس سے جہاز دھکیل کر شہر میں لے جا سکتے تھے۔ اس کلیسیا میں یہودی کم تھے اور چونکہ افروڈیتی نام ایک دیوی کی پرستش وہاں بڑی دھوم دھام سے جاری تھی اس سے نئے مسیحیت کو اس کی ناپاکی سے بڑا خطرہ تھا۔ تو بھی وہ ایسی جگہ تھی جہاں مسیحیت بت پرستی

اور نابائی کا مقابلہ کر سکی اور جب اُس دولتمند وعیش پرست شہر میں مسیح فتح مند ہوا تو دنیا بھر میں فتح کے نقارہ کی آواز گونج گئی۔

(د) پولوس اپنی دوسری مسافرت کے بعد شام کے ملک میں واپس گیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد گلتیہ اور فروگیہ میں کلیسیاؤں کا معائنہ کرکے افسس کو چلا گیا جہاں پہلے پرسکلہ اور اکولہ پہنچ چکے تھے افسس بہت مشہور شہر تھا جہاں ایک عظیم الشان مندر تھا جو دیوی ارتمس کی پرستش کے لئے مخصوص تھا۔ شہر والے فخر کرتے تھے کہ افسس ارتمس کی خادمہ ہے۔ رومی سلاطین نے سونے اور چاندی کی مورتیں وہاں پرستش کے لئے رکھوائی تھیں۔ مسیحیت کی تواریخ میں وہ شہر اسی وجہ سے مشہور ہے کہ اس کو پولوس کے علاوہ یوحنا اور تیمتھیس کی خدمت کی برکت ملی۔ ایسے بڑے شہروں میں پولوس نے بشارت دی اور اسی وجہ سے رومی دنیا میں مسیحیت سے واقفیت زیادہ ہوتی گئی اور کامل فتح کا راستہ تیار کیا گیا۔

سوالات۔ ۱۔ تھسلنیکا میں پولوس کا حال کیسا تھا؟

۲۔ کیا اتھینے میں پولوس کامیاب تھا؟ اس نے وہاں کس طرح منادی کی؟
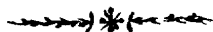
سبق ۴۰۔ پولوس بشارت دینے والا

سبق کا مقصد۔ کہ پولوس کے خاص بشارتی سفروں کے خاص واقعات پر نظرثانی کی جائے۔ (قریب ۴۳ء سے ۶۵ء تک)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال از ب۱۳ تا ب۲۱۔ خاص کر ب۱۶: ۹-۲۴ ب۲۰: ۱۳-۳۸۔ ب۲۱: ۸۔

یادداشت۔ ا۔ **بشارت دینے میں پولوس کے طریقے**۔

جب پولوس کسی نئی جگہ بشارت دینے گیا تو شروع سے اس نے یہودی عبادت خانوں میں منادی کی۔ جب یہودیوں میں خوشخبری مقبول نہ ہوئی تو اس نے غیر قوموں میں کام کیا وہ زیادہ تر بڑے شہروں میں جاتا جہاں کہ لوگ یونانی واں نہ ہوتے تھے۔ بعض لوگ سوچتے ہیں کہ وہ ایشیائے کوچک کی وحشی جگہوں میں بشارت دینے گیا۔ مگر کہیں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ وہ خود ایسا شخص تھا جس نے عجیب طور پر یہودیوں اور یونانیوں میں اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ یہودیوں میں وہ یہودی تھا اور رومیوں میں رومی۔ جہاں کہیں روم سے کچھ مدد مل سکی اس نے روم کی قوت پر بھروسہ کیا وہ مسیح کا لائق ایلچی تھا اس نے رومی دنیا میں آکر رومی باشندوں کے حق پر زور دیا اور یہ دکھلایا کہ میری آپ کی تربیت اور درجہ یکساں ہے اور میں کسی حد تک آپ لوگوں کا مزاج شناس ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رومی حکام نے اکثر اس کی

طرفداری اور حمایت کی اور اس کو یہودیوں کے تعصب سے بچایا جو حکام اس کے خلاف تھے وہ محض شہری حکام تھے سرکاری نہ تھے مثلاً پسدیہ کے انطاکیہ میں۔

۲۔ باطل مذاہب۔ غلط توہمات اور جادو کا مقابلہ۔

ابتدا ہی سے یہ ظاہر ہوا کہ مشن کا پہلا کام تھا کہ باطل پرستی کا مقابلہ کریں۔ اس زمانہ میں بہتیرے لوگ پافس کے رومی سردار کی طرح جادوگروں کے زیراثر ہو گئے تھے صرف انجیل کی خوشخبری سے توہمات کا زور مٹ گیا اور لوگوں نے جادو کے خوف سے چھٹکارا پایا۔ مثالیں بہت ہیں۔ لسترہ میں لوگوں نے اپنی مشرکانہ پابندی ظاہر کی۔ افسس میں مورت بنانے والوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور فلپی میں بھی ایسے اور توہمات کا زبردست میل جول توڑنا پڑا بعض لوگوں کو اتنی دلیری تھی کہ انھوں نے یسوع اور پولوس کے نام اپنا دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کئے۔

۳۔ کلیسیا میں عورتوں کو شریک کرنا۔

شروع سے مرد اور عورت میں امتیاز نہ کیا گیا دونوں کو برابر دعوت دی گئی یورپ میں لدیہ نام ایک عورت پہلی شاگرد تھی اور نہ صرف فلپی میں بلکہ تھسلنیکا بریہ اور اتھینے کی بابت ذکر ہے کہ وہاں عورتیں ایمان لا کر کلیسیا میں شریک ہو گئیں۔

۴۔ پولوس کے مددگار۔

بہت سے لوگ بلامعاوضہ بشارت کا کام کرتے تھے اور ان میں سب سے مشہور پرسکلہ اور اکولہ تیمتھیس۔ مرقس جو پہلی ناتفاقی

کے باوجود آخر کار پولوس کی خدمت میں لگا رہا سیلاس وغیرہ تھے اور شاید سب سے محبوب لوقا تھا جس کی محبت کی یادگار اعمال کی کتاب ہے اور جس نے اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا جس کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور جو غالباً غلام کی حیثیت سے پولوس کے ساتھ رہا جب رومیوں کی حراست میں وہ روم تک سفر کرتا تھا۔

۵۔ مناد کا کام پاسبانی سے پختہ ہوگیا۔

ہم پڑھتے ہیں کہ پولوس کئی بار ان جگہوں کو واپس گیا جہاں اس نے پہلے منادی کی تاکہ وہ کلیساؤں کو اور مضبوط بنائے اور کہ کلیسیائی انتظام معقول ہو جائے۔ پولوس نے ایک دفعہ گلتیہ کی کلیساؤں کی طرف سے یروشلیم کے غریبوں کے لئے روپیہ دلوا بھیجا اس کے خطوط سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کلیساؤں کی بہتری کا خواہشمند رہا۔

میلیتس میں اُس کی دل سوز تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اور اس کے شاگردوں میں کتنی محبت تھی مگر عین موقعہ پر اس نے سختی سے بھی کام لیا مثلاً جب کرنتس میں فرقہ وارانہ تفرقہ جاری ہوا تو اس لئے کہ کلیسیا کے اتحاد میں خلل نہ پڑے اس نے لوگوں کو بہت تنبیہہ کی بے شک وہ دانا معمار تھا۔

سوالات۔ ۱۔ پولوس کو کیونکر بشارت دینے میں اتنی کامیابی حاصل تھی۔

۲۔ ۲۰ باب از آیتہ ۱۸۔ تا آخر۔ پر غور کرو اور یہ بتاؤ

کہ ہم اس تقریر سے پولوس کے مزاج کے متعلق کونسی باتیں سیکھ سکتے ہیں؟

۳- ایلماس جادوگر کے بارے میں وعظ کا خاکہ لکھو۔

۴- ہم پولوس کو کیوں دانا معمار کہتے ہیں؟

سبق ۹ محبت کا قیدی منزل مقصود تک پہنچتا ہے

سبق کا مقصد۔ کہ ہم جانیں کہ الٰہی حکمت کیسی عجیب تھی کہ یہودیوں کی ایذا رسانی اور رومیوں کی حمایت سے پولوس کو موقعہ ملا کہ وہ دنیا کے سب سے مشہور شہر یعنی روم میں مسیح کی خوشخبری سنا سکے (قریب ۶۰ء)

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال ۲۱ تا ۲۸۔

یادداشت۔ ا۔ پولوس یروشلیم کو واپس گیا۔

اپنی جانکاہ محنت سے چند روز فراغت پاکر پولوس یروشلیم میں پہنچا جہاں اس کے بارے میں بہت لوگ افواہیں اڑاتے تھے شام ملک میں پہنچتے ہی اس کو آگاہی ہوئی کہ یروشلیم جانا خطرناک ہے مگر ہمت نہ ہارا۔ کیونکہ وہ سوچتا تھا کہ مجھ پر فرض ہے کہ میں وہاں جاؤں اور اگر ضرورت ہو شہید کی موت سے اپنی گواہی کی تصدیق کروں۔

۲۔ یہودیوں کی مخالفت

پہلے ہیکل میں اور بعد جب پولوس قیدی تھا یہودیوں نے بڑا تعصب اور بے انصافی ظاہر کی۔ تعجب کی بات ہے کہ خدا کی خدمت کے بہانے سے وہ خون کرنے تک خدا کے حکموں کے خلاف کرنے کو تیار تھے۔ انھوں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ تو غیر قوموں کو

والے سب یہودیوں کو یہ کہکر موسیٰ سے پھر جانے کی تعلیم دیتا ہے کہ نہ اپنے لڑکوں کا ختنہ کرو اور نہ موسوی رسموں پر چلو۔ اس کے بھانجے نے یہودیوں کی خفیہ سازش کو رومی سرداروں پر ظاہر کیا اور انہوں نے پولوس کو بچایا۔ درحقیقت پولوس کی گرفتاری کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ محفوظ رہا۔ فیلکس اور فیستس کے روبرو اس کی بڑی عزت ہوئی اور فیستس قیصر کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے بہت مشکل سے کوئی الزام لکھ سکا۔ بلکہ اگرپا نے کہا کہ اگر یہ آدمی قیصر کے یہاں اپیل نہ کرتا تو چھوٹ سکتا تھا۔

۳۔ پولس نے کیوں قیصر کے یہاں اپیل کی۔

پہلے اس نے تجربہ کیا کہ رومی سرکار مسیحیت کے پھیلنے کے خلاف نہ تھی اور اس کو بڑی امید تھی کہ اگر اس اہم بات کا فیصلہ قیصر کے سامنے کیا جائے تو وہاں یہودیوں کا بس نہیں چلے گا اور ان کے تعصب سے بشارت دینے میں آیندہ خلل نہ پڑ سکیگا۔ اگر فیصلہ ہوا کہ مسیحی مذہب سلطانی قانون کے خلاف نہیں تو مبشرین اپنے کام کو بڑی آزادی سے انجام دے سکیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرکار روم یہ مذہب اختیار کریگا وقت بہت نازک تھا اور پولوس کی عقلمندی اور مستعدی سے مسیحیت ایک بڑے خطرہ سے بچ گئی کیونکہ اگر پولوس اس وقت مرتا تو کون تھا جو اس کے برابر روم میں ایک لائق ایلچی ہوتا۔

۴۔ پولوس کا قید ہوتا اور روم میں پہنچنا۔

وہ دو برس قیصریہ میں قید رہا اور اس کے بعد وہ رومی سوار

کی حراست میں جہاز میں روانہ ہوا تاکہ وہ روم تک سفر کرے۔ پہلے اس نے بشارتی سفروں میں بہت مصیبت اٹھائی تھی مگر اس نے یہ کہا کہ مسیح کی خاطر کمزوری میں احتیاجوں میں ستائے جانے میں میں خوش ہوں۔ ہم اعمال کی کتاب سے قیدی کی حالت میں پولوس کی بزرگی اور عالی ہمتی معلوم کر سکتے ہیں۔ ہر وقت اس نے اپنے کام اور کلام سے اپنے ایمان کی گواہی دی۔ بادشاہ اور رومی حکام کے سامنے وہ سرفراز تھا۔ عدالت میں وہی منصف ٹھہرا نہ کہ حکام۔ طوفان میں وہ اکیلا مستعد اور مطمئن تھا۔ سنایا تو گیا مگر اپنے حال کی بابت فکرمند نہ تھا اس کے دل میں ایک زبردست خواہش ہمیشہ غالب آئی یعنی یہ کہ میں ان کو بھی جو روم میں ہیں خوشخبری سنانے کو حتی المقدور تیار ہوں اگرچہ قید ہونے سے مجبور تھا تو بھی وہ زیادہ تر مسیح کی محبت سے مجبور تھا اس لئے وہ شادمان رہا۔

۵۔ پولوس کی شہادت۔

قدیم مسیحی روایت ہے کہ آخرکار پولوس روم میں شہید ہو گیا وہاں اپنی روح خدا کے سپرد کر کے اس نے مسیح کے ہاں اپیل کی جو سلطان السلاطین ہے پس اسی طرح شہادت کے خون سے روم شہر مسیحیت کا نیا مرکز مخصوص ہو گیا۔ وہاں رفتہ رفتہ انجیل کی تعلیم یعنی یہ کہ ایک زندہ خدا ہے اور یسوع منجی اور منصف ہے۔ بدن کی قیامت ضرور ہو گی نفس کشی کرنے کی قوت ہر ایک کو حاصل ہو سکتی ہے اور دلی پاکیزگی روح القدس سے پیدا ہو سکتی ہے۔ قبولیت پا گئی اور

مسیح غالب آیا۔ پولوس کی پیش بینی کے مطابق اس وقت سے لیکر ساری دنیا میں خواہ روم کی زبردست قوت باوجود چندروزہ ایذا رسانی کے مسیحیت کا پیشرو بن گئی۔

سوالات۔ ۱۔ پولوس کیوں یروشلیم کو واپس گیا؟

۲۔ یہودی کس وجہ سے پولوس کے مخالف ہو گئے؟

۳۔ ممکن تھا کہ پولوس پہلی پیشی کے بعد آزاد ہو سکتا۔ کیا یہ بشارت کی ترقی کے لئے اچھی بات ہوتی؟

۴۔ اعمال کا لکھنے والا صرف رومہ میں پولوس کے پہنچنے تک کا بیان کرتا ہے آپ کے خیال میں رومہ پہنچنا اہم بات کیوں سمجھنا چاہیئے؟

سبق ۱۰ فصل کا خلاصہ

سبق کا مقصد۔ تمام فصل ششم پر نظر ثانی کر کے اس کا خلاصہ بیان کرنا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اعمال کی کتاب۔

یادداشت۔ انجیل کا پھیل جانا۔

اس فصل ششم کے پہلے نو سبقوں سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ یسوع کے جی اُٹھنے کے بعد خدائی انتظام سے دنیا کی حالت ایسی تھی کہ شاگرد مسیح کی خوشخبری آسانی سے پھیلا سکیں یہ بھی کہ کلیسیا کی تیاری ہو چکی تھی اور روح القدس کے نازل ہونے کے بعد ان کی قوت اور ہمت اس طرح بڑھ گئی کہ مبشرین فوراً منادی کرنے لگے۔ ایذا رسانی ان کو روک نہ سکی بلکہ جب وہ یہودیوں کے خلاف سے بھاگ گئے تو انھوں نے انجیل پھیلائی۔ ستفنس کی شہادت کے اثر سے بھی پولوس نے توبہ کی اور عجیب طور پر ان کا غضب خدا کی ستائش کا باعث ہو گیا۔

پھر پولوس خداوند کے حکم کا فرمانبردار ہو کر مبشر ہو گیا اور غیر قوموں میں بشارت دیکر ایسا کامیاب ہوا کہ یہودی مائل مسیحی سوچتے تھے کہ موسوی شریعت خطرہ میں تھی اور کچھ تعصب دکھا کر پولوس کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے حالانکہ یروشلیم کی کلیسیا نے پہچانا کہ مسیحیت کی تازہ مے یہودیت کی پرانی مشکوں میں نہیں سما سکتی اور انھوں نے پولوس کو اجازت دی کہ وہ غیر قوموں میں یہودی دستور کے کچھ

خلاف کلیسیائی انتظام جاری کرے جس کی وجہ سے رومی دنیا میں مسیحیت کی قبولیت زیادہ آسان ہو گئی۔ آخر ہم نے یہ دیکھا کہ پولوس نے کس خوبی سے اپنے کام کو انجام دیا یہاں تک کہ اس نے سب مشہور مغربی شہروں میں اور روم میں بھی انجیل کی خوشخبری سنائی اور مسیحیت کی کامل کامیابی کی بنیاد ڈالی آخر کار یہ یاد کرنا چاہیے کہ یہ سب خدمت گذار تھے اور درحقیقت خود یسوع مسیح ان میں اور ان کے ذریعہ سے اپنا کام کرتا رہا۔

۲۔ انجیل کے پھیل جانے کا نقشہ۔

نقشہ کا مطلب

جب کوئی شخص تالاب کے پانی میں ڈھیلا پھینکتا ہے
تو پانی میں لہر پیدا ہوتی ہیں اور ان کا اثر کنارے
تک پہنچتا ہے لیکن اگر وہ تالاب نرکٹ سے بھرا ہوا ہو تو
غالباً لہروں کا اثر کنارہ پر بہت کم پڑے گا بلکہ بالکل ظاہر
نہ ہوگا۔ دنیا کو تالاب سمجھو اور روح القدس کا نازل ہونا
وہ حرکت دینے والی قوت ہے جو پہلے مبشرین کے دلوں میں
لہرا کر دنیا کے لوگوں کے دلوں کو جنبش دینے والی تھی
یہودیوں کا تعصب وہ رکاوٹ سمجھو جیسا نرکٹ سے ہوتی
ہے۔ اُدھر بیچ میں روح کی لہریں اِدھر کنارے کے پاس مشرکانہ
دنیا خطرہ تھا کہ تعصب کی رکاوٹ سے مسیحیت یہودیت
کی حدوں میں محدود رہے مگر مسیحی محبت یروشلیم
کی مجلس میں کامیاب ہوئی اور اس وقت سے
لیکر مسیحیت ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت
سے نظر آتی ہے۔ روح القدس کی
روحانی حرکات دنیا بھر میں محسوس ہوتی جاتی
ہیں اور مسیحیت کے فوائد ایک خاص قوم کا حق
نہیں مگر بنی نوع انسان کی عام برکت قرار
پائے۔

۲۔ انجیل کے پھیل جانے کا دوسرا نقشہ
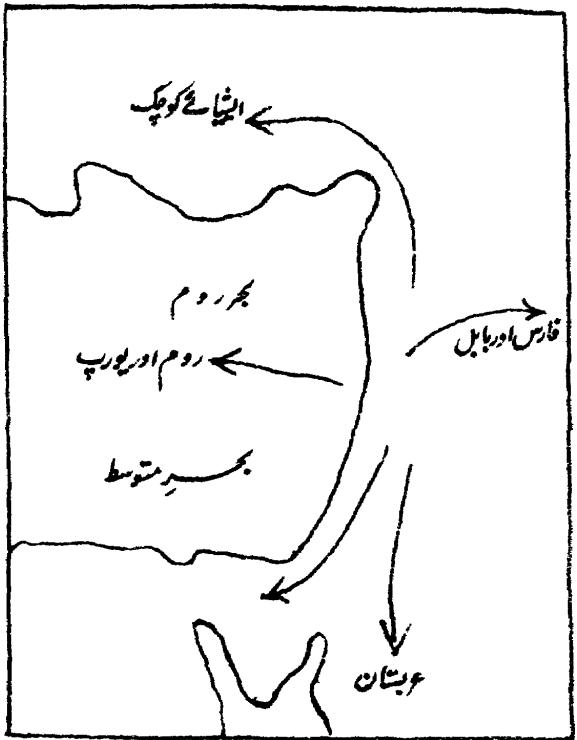
طالب علم اس بات پر غور کرے کہ ملک فلسطین کا محل وقوع ایسا ہے کہ وہ گویا تجارتی راستوں کا ایک مرکز ہے۔ لہذا مبشرین کو انجیل کی خوشخبری پھیلانے میں بڑی آسانی ہوئی۔ دیگر وجوہات میں سے یہ

ایک وجہ ہے کہ مسیحیت کی تعلیم اس زمانہ کی تہذیب یافتہ دنیا میں جلد پھیل گئی۔

۴۔ اعمال کے واقعات کی تاریخیں

عید پنتکست — سنہ ۳۰ء

پولوس کی توبہ — سنہ ۳۴ء

وہ عربستان میں تین برس رہا اور اس کے بعد دمشق اور یروشلیم سے ہوتا ہوا ترسس کو چلا گیا۔

ہیرودیس یہودیہ کا بادشاہ۔ — سنہ ۴۱ء

ب ۱۲ آیت ۲۵۔ پولوس سوری انطاکیہ گیا۔ — سنہ ۴۳ء

پولوس کا پہلا بشارتی سفر — سنہ ۴۵ء

اگرپہ بادشاہ ہوگیا — سنہ ۴۸ء

یروشلیم کی مجلس — سنہ ۵۱ء

پولوس کا دوسرا بشارتی سفر — سنہ ۵۲ء

فیلکس یہودیہ کا حاکم ہوگیا — سنہ ۵۳ء

پولوس یروشلیم میں واپس گیا اور اسی سال تیسرا بشارتی سفر شروع ہوا۔ — سنہ ۵۴ء

پولوس افسس سے ہوکر مقدونیہ چلا گیا۔ — سنہ ۵۷ء

پولوس کا آخری سفر یروشلیم کو — سنہ ۵۸ء
قیصریہ میں دو برس قیدی تھا۔ — سنہ ۵۸ء سے سنہ ۶۰ء تک
فیستس حاکم ہوگیا۔ — سنہ ۶۰ء

پولوس روم پہنچا — سنہ ۶۱ء

بعض مورخ اوپر کی تاریخوں کے بارہ میں کچھ شک کرتے ہیں مگر قریب قریب وہ صحیح ہیں۔

فصل ہفتم۔ تشریح انجیل

فصل کا مقصد:۔
کہ ہم مسیح کے تجسم پر غور کرنے کے نتائج سے واقف ہو جائیں۔
از پادری ولیم میچن صاحب ایم۔ اے

فہرست مضامین

تمہید۔

خطوط۔ ۱۔ خطوط زیادہ تر انجیلوں کے پہلے لکھے گئے

ناظرین کو یاد رہے کہ اگرچہ نئے عہدنامہ کی اکثر جلدوں میں چاروں انجیلوں اور رسولوں کے اعمال کی کتاب شروع میں چھپتی ہے تو بھی درحقیقت رسولوں کے اکثر خطوط ان سے پہلے لکھے گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک رسول زندہ رہے لوگوں پر لکھی ہوئی انجیلوں کی ضرورت ظاہر نہ ہوئی۔ زیادہ تر جب رسول انتقال کر گئے تو انجیلیں تالیف ہونے لگیں۔ بہرحال چند رسولوں کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ کلیسیاؤں کو خط لکھیں۔

۲۔ بعض خطوط رسالوں کی مانند ہیں۔

نئے عہدنامہ کے جن حصوں کو ہم خط کہتے ہیں ان میں سے قریب قریب سب دراصل ایسے خط ہیں جو کسی شخص یا کلیسیا کو کسی خاص موقع پر لکھے گئے۔ تو بھی چند خط رسالوں کی مانند ہیں مثلاً رومیوں کے نام پولس کا خط جب پولس نے یہ خط لکھا تو روم میں اس نے منادی کا کچھ کام نہ کیا تھا اور اس نے اپنی تعلیم کی چند باتیں ظاہر کرنے کے لئے یہ خط لکھا۔ اسی طور پر اگرچہ عبرانیوں کا خط کچھ خاص یہودی مسیحیوں کو لکھا گیا ہوگا۔ تو بھی اس میں یہ خاص مضمون ہے کہ دین مسیحی دین یہود کی تکمیل ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شروع کے القاب و آداب مٹ گئے ہیں یوحنا کا پہلا خط بالکل رسالہ معلوم ہوتا ہے اور نیز یعقوب کا خط۔

۳۔ بعض خطوط خاص موقعوں پر لکھے گئے۔

کرنتھیوں کے دونوں خط بلکہ ایک کے سوا پولس رسول کے

باقی تمام خطوط کسی موقع پر لکھے گئے۔ اس حساب سے ایک خط مستثنیٰ ہے یعنی اِفسیوں کا خط جو درحقیقت ایک عام خط معلوم ہوتا ہے۔ یہ خط غالباً کئی ایک کلیساؤں میں بھیجا گیا اور اس کی ایک نقل اِفسُس میں بھی بھیج دی گئی لیکن اِس شہر کے حسب حال کوئی بات نہیں بلکہ اگرچہ پولوس افسُس اور اس کے مسیحیوں سے خوب واقف تھا تاہم خط ایسا لکھا گیا کہ گویا وہ ان سے قریب قریب ناواقف تھا۔

۴۔ خطوط کی تاریخ۔

خطوط کے لکھنے کے سال معلوم کرنا نہایت دشوار ہے کیونکہ کسی میں تاریخ نہیں لکھی گئی لیکن پولوس کے خطوں کے سال تاریخ پر کچھ رائے قائم کرنا ممکن ہے۔

گلتیوں۔ یروشلم کی مجلس سے پہلے غالباً سنہ ۴۸ء یا سنہ ۴۹ء میں (بہت بعض مفسرین اس تاریخ کو قبول نہیں کرتے)

تھسلنیکیوں۔ سنہ ۵۰ء اور سنہ ۵۱ء (یا دونوں سنہ ۵۰ء میں)

رومیوں اور کرنتھیوں سنہ ۵۶ء اور سنہ ۵۸ء کے درمیان۔

پولوس کی اسیری سنہ ۶۱ء سے سنہ ۶۲ء تک تھی اور کلسیوں فلیمون افسیوں اور فلپیوں کے خط اسی اثنا میں لکھے گئے۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پولوس پھر دورہ کرنے گیا اور بعد ازاں دوبارہ قید ہوا۔

تیمتھیس اور طِطس کے خط سنہ ۶۶ء یا سنہ ۶۷ء میں لکھے گئے تھے۔

عبرانیوں۔ اس خط کے پڑھنے سے عالموں نے یہ معلوم کیا کہ کسی نے اس خط کو یروشلیم کے محاصرہ کے دو تین سال پہلے لکھا یعنی غالباً سنہ ۶۵ء میں۔ باقی خطوط کی تصنیف کے بارہ میں رائے قائم کرنا نہایت ہی دشوار ہے پادری میئر صاحب جنھوں نے یعقوب کے خط کی ایک مشہور تفسیر لکھی ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سنہ ۴۵ء اور سنہ ۵۰ء کے درمیان لکھا گیا اور غالباً یہ نئے عہد نامہ میں سب سے پہلی کتاب ہے۔

یوحنا کے خطوط کے بارہ میں عالموں کی زیادہ مقبول رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اکثر خطوط کے بعد لکھے گئے اور شاید چوتھی انجیل کے سوا باقی تین انجیلوں کے بعد بھی لکھے گئے۔

۵۔ خطوط کے خاص مضامین۔

رسولوں کے خطوط علم الٰہی کے رسالے نہیں لیکن عبرانیوں کے نام کا خط فقط ایک خاص مضمون پر لکھا گیا اور رومیوں کے خط میں ایمان اور نجات کا بیان کسی قدر تفصیل وار مندرج ہے گلتیوں کے خط میں اسی مضمون کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ گلتیہ کے مسیحی خداوند مسیح کو فراموش کرکے یہودی مذہب کی شریعت کے پابند ہونے لگے تھے۔ اسی طرح حسب موقع پولوس نے کرنتھیوں کے پہلے خط میں چند باتوں کا ذکر کیا جو علم الٰہی میں شامل ہیں۔ لہذا جب ہم خطوط سے علم الٰہی سیکھنا چاہتے ہیں تو تمام خطوں پر نظر دوڑانا ضروری امر ہے۔ اسی سبب سے خادم نے یہ بات ضروری سمجھی کہ مذکورہ ذیل مضامین میں پہلے وہ حوالے لکھے جو زیادہ صفائی یا زیادہ تفصیل کے ساتھ ہر مضمون کو بیان کرتے ہیں اور بعد کو وہ حصہ جن میں مضمون کا ذکر تو ہے مگر ایسے صریح طور پر نہیں کیا گیا۔

۶- اقتباسات کا دُہرانا۔ بعض حوالے دو یا تین بار اقتباس کئے گئے ہیں اس لئے کہ ان میں ایک سے زیادہ بات کی تعلیم موجود ہے۔ ناظرین نہ سمجھیں کہ اگر وہ خطوط کے صرف یہ حصے پڑھیں جو اس کتاب میں تلاوت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں تو کافی ہوگا۔ ہرگز نہیں یہ کتاب محض ایک قسم کا دیباچہ ہے جس کے دیکھنے سے بائبل شریف کی تلاوت میں امداد ملیگی۔ پس خطوں کو زیادہ غور سے مفصل طور پر پڑھنا امر ضروری ہے۔

پولوس کے خطوط کی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر کی جاتی ہے:-

قسم	نام	خاص مضمون
بڑے خطوط۔	گلتیوں کے نام کا خط	نجات صرف ایمان کے ذریعہ سے ملتی ہے۔
	رومیوں کے نام کا خط	انسان کی گنہگاری۔ ایمان۔ نجات۔ راستی کی زندگی۔
	کرنتھیوں کے نام کے خط	کلیسیا کے تفرقے اور خرابیوں کے انسداد کے لئے لکھے گئے۔ محبت۔ روحانی برکات قیامت پاک عشا۔
پہلی قید کے خطوط	فلپیوں ایضاً	مسیح کی سچائی
	کلسیوں ایضاً	مسیح کی زندگی۔ خانہ داری کا انتظام۔ بدعت سے الگ رہنا۔
	افسیوں ایضاً	ایضاً
	فلیمون ایضاً	ایک مفرور غلام کے بارہ میں۔
دوسری قید کے خطوط یا پاسبانی خطوط	تمتھیس کے دو خط ططس کا خط	کلیسیا کا انتظام

۸۔ دیگر خطوط

نام	مضمون
عبرانیوں کے نام کا	مسیح یسوع نے یہودی مذہب کی تکمیل کی ہے۔
یوحنا کا پہلا خط	بے گناہی کی زندگی۔ روح کی پہچان۔ مسیح کا تجسم۔ مسیحی محبت۔
پطرس کا پہلا خط	مسیح کی تقلید۔
یہوداہ کا خط	بدعت سکھانے والوں اور فتنہ انگیز لوگوں سے الگ رہنا۔
پطرس کا دوسرا خط	یہوداہ کے خط کے مضمون کو بڑھانا۔ مسیحی کی اخلاقی زندگی۔

۱۔ مکاشفہ۔

اس کتاب سے خادم نے فقط ایک حوالہ لیا ہے یہ کتاب رومی سلطنت کی بربادی کی بابت تمثیلی طور پر لکھی گئی۔ اس میں بطور تصویر یا شبیہہ کے بہشت کا بھی بیان ہے معمولی مسیحی کے لئے اس کی بہترین تعلیم پہلے تین بابوں میں پائی جاتی ہے اس لئے کہ وہ زیادہ آسان ہیں۔

سبق ۱۔ دنیا کی گنہگاری

سبق کا مقصد۔ شریعت کی کمزوری اور انسان کو مسیح کی ضرورت دکھانا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ رومیوں ۱ : ۱۸۔۳۲۔ ۲ : ۱۔۲۹ ۳ : ۹۔۲۶۔ ۷ : ۷۔۲۵ گلتیوں ۳ : ۱۔۲۹ عبرانیوں ۱۰ : ۱۔۱۰۔ کلسیوں ۵ : ۱۶۔۲۳۔

یادداشت۔ ۱۔ رومیوں ۱ : ۱۸ سے ۳۲ تک۔ اس حصے میں پولوس رسول دکھاتا ہے کہ شرک و بت پرستی کے سبب سے غیر مسیحی لوگ گویا گناہ کے بقے ہوئے اور خدا کے فضل سے محروم رہے۔

۲۔ رومیوں ۲ : ۱ سے ۲۹ تک۔ ان فقرات میں پولوس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل شریعت بھی اگرچہ اوروں پر الزام لگاتے ہیں تو بھی راستی سے محروم ہیں اور ان کو بھی نجات کی ضرورت ہے۔

۳۔ رومیوں باب ۳ : ۹ سے ۲۶ تک۔ الغرض تمام بنی نوع انسان ناپاک اور لاچار ہیں اور سب کو نجات دہندہ کی حاجت ہے۔

۴۔ رومیوں ۷ : ۷ سے ۲۵ تک اور گلتیوں ۳ : ۱ سے ۲۹ تک۔ یہاں رسول یہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت

راہ راست کو بتاتی اور گناہ کو ظاہر کرتی ہے پر اس کے وسیلے سے وہ روحانی طاقت حاصل نہیں ہو سکتی جس سے انسان گناہ سے الگ رہکر نیکوکار بن سکے۔ گناہ نہایت زبردست ہے۔

۵- عبرانیوں ۱۰:۱ سے ۱۰ تک۔ اور کلسیوں ۲:۱۶ سے ۲۳ تک۔

شرعی رسوم کو پورا کرنے کے ذریعے اور کھانے پینے کے لحاظ سے پرہیز کرنے کے وسیلے سے انسان گناہ کے زور سے نہیں بچ سکتا ہے۔

سوالات۔

۱- کیا آدمی نیک کام کرنے سے نجات حاصل کر سکتا ہے؟

۲- کیا ہم لوگوں کو سمجھا سمجھا کر راہ راست پر لا سکتے ہیں؟

۳- ہندو لوگ جو کہتے ہیں کہ پاپ (گناہ) کا کارن (سبب) اودیا (بے علمی) ہے کیا یہ درست ہے؟ فی زمانہ ہندوستان میں کون کون سے لوگ پولوس کے وقت کے یہودی اور غیر یہودی لوگوں کی مانند ہیں؟

۴- مسیحی لوگ پاک کلام کی مذکورۂ بالا عبارتوں سے کیا سبق سیکھ سکتے ہیں؟

سبق ۲۔ ایمان

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ ایمان کیا چیز ہے اور صرف ایمان کے وسیلے سے نجات مل سکتی ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ عبرانیوں۔ ۱۰ : ۳۲ تا ۱۲ : ۳ یعقوب ۱ : ۱۹۔ ۲۷ اور ۲ : ۱۴۔ ۲۶۔ رومیوں ۳ : ۲۱ تا ۴ : ۲۵ تیز رومیوں ۵۔ گلتیوں ۲ : ۱۱۔ ۱۶ اور ۳ : ۱۔ ۹ افسیوں ۲ : ۱۔ ۹۔ ۱ یوحنا ۵ : ۵۔ ۹

یادداشت۔ ۱۔ **ایمان کس کو کہتے ہیں؟** دیکھو مذکورۂ بالا پہلے پانچ مضامین (الف) عبرانیوں کا لکھنے والا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایمان آنے والی غیبی برکتوں کا پیمانہ اور ذریعہ ہے اور بہت سی مثالوں سے اپنا مطلب ذہن نشین کرتا ہے۔

(ب) یعقوب دکھاتا ہے کہ ایمان محض عقلی نہیں بلکہ عملی بھی ہونا چاہئے ورنہ وہ کوئی ایمان ہی نہیں۔

(ج) پولوس رسول بتاتا ہے کہ اگرچہ ایمان کافی ہے تو بھی ایمان رکھنے والا اپنے اعمال پر نہیں بلکہ فقط خدا ہی پر توکل کرتا ہے۔

۲۔ **ایمان ہی نجات کا وسیلہ ہے**۔ دیکھو مذکورۂ بالا پچھلے پانچ مضامین۔

(الف) رومیوں کے پانچویں باب میں مرقوم ہے اوّل یہ کہ خدا مفت نجات بخشتا ہے دوم یہ کہ نجات شریعت کے اعمال سے نہیں

(ب) گلتیوں کے پورے خط کا یہ مطلب ہے کہ ایمان ہی کے وسیلے سے نجات ملتی ہے لیکن ان دو حصوں میں اس پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ دوسرے باب میں خاصکر پندرہویں و سولہویں آیتیں قابل غور ہیں۔

(ج) افسیوں میں پولوس ایک اور وجہ بتاتا ہے کہ خدا نے ہم کو مفت نجات اس لئے دی ہے کہ کسی آدمی کو اس کے اعمال پر فخر کرنے اور شیخی مارنے کا موقع نہ ہو۔

(د) یوحنا اسی مضمون پر زور دیتا ہے لیکن اس صورت میں کہ وہ موجودہ خراب جہاں سے نجات پانے کا ذکر کرتا ہے (دیکھو گلتیوں ۱: ۳ اور ۴)

سوالات۔ ۱۔ مسلمانوں کی ایک علم فقہ کی کتاب میں یہ مرقوم ہے کہ ایمان یہ ہے کہ ہم دل میں عقائد کو سچ مان لیں۔ اس میں اور مسیحی عقیدے میں کیا فرق ہے؟

۲۔ جو جو مضامین ان دو سبقوں میں دئے گئے ان سے نجات کے بارہ میں کیا علم حاصل ہوا؟

۳۔ اگر کوئی ہندو کسی مسیحی کے اس اعتراض پر کہ آدمی فقط گنگا میں اشنان کرنے سے ہی گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا ہے یہ کہے کہ تمہارا یہ مقولہ ہم سے بہتر نہیں کہ انسان فقط مسیح پر ایمان لانے سے ہی گناہوں سے مبرا ہو جاتا ہے تو تمھیں اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے؟

۴۔ کیا سبب ہے کہ شریعت کے اعمال کے ذریعہ سے نجات نہیں مل سکتی پر ایمان کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے؟

سبق ۳۔ نجات

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ نجات اوّل تو اخلاقی ہے پھر خدا کی روح کا کام ہے اور ہم کو بھی روح پاک کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اوّل یوحنا ب ۱: ۱ سے ۹ تک۔ رومیوں ب ۶ سے ۷: ۶ تک اور ب ۸: ۴ سے ۱۰ تک۔ ۱ کرنتھیوں ب ۵: ۶ سے ۱۳ تک۔ گلتیوں ب ۵: ۱۶ سے ب ۶: ۱۰ تک افسیوں ب ۴: ۲۵ سے ۳۲ تک۔ فلپیوں ب ۱: ۲۷ سے ۳۰ تک۔ ططس ۲: ۱۱ سے ۱۴ تک۔

دوم۔ رومیوں۔ ب ۳: ۱ سے ۲۸ تک اور ب ۱۲: ۱ سے ۲۱ تک
۲ کرنتھیوں۔ ب ۵: ۱۷ سے ۱۹ تک۔
افسیوں۔ ب ۲: ۱۴ سے ۱۸ تک۔ فلپیوں۔ ب ۲: ۱۲ اور ۱۳ آیتیں
ا یوحنا ب ۴: ۷ سے ۱۲ تک۔

یادداشت۔ (۱) اکثر لوگوں سے مذہبی گفتگو کرتے وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسان کو ایمان کے ذریعے سے نجات ملتی ہے یا نیک اعمال کے ذریعے سے۔ اگر نجات سے دوزخ سے بچنا مراد ہو تو اس کے لئے بُرائی کو ترک کر کے نیکی کرنا ضروری ہے کیونکہ خدا ہر ایک کا انصاف اس کے کاموں کے مطابق کریگا۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ آدمی کو روحانی طاقت ملے۔ یہ طاقت فقط ایمان کے ذریعے

سے ملتی ہے۔ مگر ہم مسیحیوں کے نزدیک نجات سے یہ مراد ہے کہ ہم برائی سے بچکر نیکوکار بنیں۔ یعنی نجات اخلاقی ہے۔ اوپر کے بیانات میں یہ صاف ظاہر ہے۔ ہر موقع پر لکھنے والے اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

۲- یہ پاکیزگی جس کا ذکر اوپر ہو چکا روح القدس کا کام ہے۔ اور انسان کو خدا کی مدد کی ضرورت ہے کہ وہ نیک بنے یعنی نجات پائے۔ بہرکیف اس کے ساتھ اِسکی بھی ضرورت ہے کہ آدمی خود کوشش کرے۔ فلپیوں کے خط کے دوسرے باب کی بارہویں اور تیرہویں آیتوں سے یہ صاف ظاہر ہے۔ ہمکو خود کوشش کرنا ہے اور ہمکو امید قوی ہے کہ اس میں کامیاب ہونگے اس لئے کہ خدا خود ہم میں نیکی کے ارادے پیدا کرتا اور ہم کو وہ طاقت بخشتا ہے جس سے ہم ان ارادوں کو پورا کر سکیں۔

سوالات۔ ۱- مذکورۂ بالا مضامین کے رو سے ذیل کے سوالوں کا جواب لکھو۔

۱- یہ کہاں تک ٹھیک ہے کہ واعظ لوگوں سے کہے "گناہ چھوڑ دو"؟

۲- کیا وعظ میں نجات کی نسبت یہ کہنا کافی ہے "فقط ایمان لاؤ"؟

۳- نجات کے طالب کو سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے؟

۴- نجات کے لئے سب سے ضروری کام کیا ہے؟

۵۔ خدا جو ایمان لانے والے گنہگاروں کو راستباز ٹھہراتا ہے کیا یہ کام بے انصافی کا ہے ؟

۶۔ اس تعلیم میں کیا غلطی ہے کہ جب خدا ہم کو مفت فضل سے نجات بخشتا ہے تو ہم کو گناہ کے بارہ میں متفکر نہیں ہونا چاہیے!
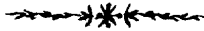
۴۔ کیا مسیح اس لئے آیا کہ ہم کو دوزخ سے بچائے یا گناہ سے؟
۵۔ کیا مسیح کی موت میں خدا ظاہر ہوتا ہے یا پوشیدہ رہتا ہے؟
۶۔ ایک مسلمان نے پوچھا۔ اگر مسیح خدا کا بیٹا تھا تو اس کے صلیب دئے جاتے وقت اس کا باپ کہاں رہا؟ اس کا جواب دو۔

سبق ۵۔ مسیح کی پست حالی۔

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ خداوند یسوع مسیح درحقیقت انسان بنا اور انسانی تکلیفات کو گوارا کیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ فلپیوں ۔ ب۲: ۵ سے ۸ تک ۲ کرنتھیوں ب۵: ۲۱ اور ب۸: ۷ سے ۹ تک ۔ عبرانیوں ب۲: ۵ سے ۱۸ تک ب۴: ۱۵-۱ اور ب۵: ۷ سے ۱۰ تک ۔

یادداشت۔ ۱- مذکورۂ بالامضامین ۔ چوتھے سبق سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور اِس سبق سے بھی۔ کیونکہ مسیح نے اپنے کام کی غرض سے پست حالی کو اختیار کیا۔

۲- اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ خداوند یسوع مسیح نے اپنی رضامندی سے پستی کو گوارا کیا اور اپنے جلال کو چھوڑ دیا۔

۳- پھر یسوع مسیح خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا (۲- کرنتھیوں ب۵: ۲۱)

۴- عبرانیوں کے خط میں ذیل کی باتیں غورطلب ہیں۔
(الف) یہ خدا کی شان کے شایاں ہے کہ مسیح کو مصیبتوں کے ذریعہ سے کامل بنائے۔ کامل ہونا دو طرح کا ہے۔ اوّل یہ کہ کسی چیز یا شخص میں غایت درجے تک ہر فضیلت ہو دوئم یہ کہ وہ اپنی حیثیت و ذات کے لحاظ سے بے عیب و بے نقص ہو۔ یسوع مسیح کو دوسری کمالیت ہر وقت حاصل تھی لیکن مصیبتوں کے ذریعہ سے پہلی کمالیت بھی حاصل

ہوئی۔

(ج) مسیح نے اپنی ہمدردی کو یوں دکھایا کہ وہ تمام انسانی کمزوریوں اور تکلیفوں میں شریک ہوا پر اس نے گناہ نہ کیا۔

۵۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب خداوند یسوع مسیح مجسم ہوا تو وہ سچ مچ آدمی بنا یہ تجسم محض دکھانے کے لئے نہ تھا۔ عبرانیوں کے خط سے ظاہر ہے کہ اسی سبب سے وہ ہمارا نجات دہندہ ہے (دیکھو ۲: ۱۵۔ ۵: ۹ اور ۷: ۱۸)

سوالات۔ (۱) مذکورہ بالا مضامین اور ایوحنا۔ ۴: ۱۲ اور ۱۳ میں کیا تعلق اور موافقت ہے؟

۲۔ اس سبق کے مضمون کے لحاظ سے سبق ۴ کے چھٹے سوال کا پھر جواب لکھو۔

۳۔ جو لوگ مسیح کی پوری انسانیت کو نہیں مانتے ہم ان سے مریم کی بات کہتے ہیں کہ "وہ میرے خداوند کو اٹھا لے گئے اور معلوم نہیں کہ کہاں رکھا" کیا یہ اعتراض آپ کو درست یا غلط معلوم ہوتا ہے؟ (اپنے جواب کو دلیلوں کے ساتھ لکھو)

۴۔ یسوع مسیح میں گناہ اور غلطی دونوں موجود نہ تھے کیا وہ ممکن تھے؟

۵۔ یہ سبق ہمکو لوقا کے دوسرے باب کی کونسی آیتوں کی یاد دلاتا ہے؟

سبق ۱۔ مسیح کی عظمت

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ مسیح خدا کا اوتار۔ انسان کا انصاف کرنے والا واحد خدا کے ساتھ ایک اور تمام عالمین کا سردار ہے۔ اور بنیز یہ کہ مسیح کی پست حالی اسکی عظمت کا وسیلہ ہوا۔

مطالعہ کے لئے مضامین ۲ کرنتھیوں ۸: ۹۔ افسیوں ۱: ۱۵ سے ۲۳ اور ۲: ۴ سے ۱۰ تک۔ فلپیوں ۲: ۵ سے ۱۱ تک۔ کلسیوں ۱: ۹ سے ۱۹ تک اور ۲: ۱ سے ۴ تک۔ عبرانیوں ۱: ۱ سے ۲: ۸ تک۔ ۳: ۱ سے ۶ تک۔ ۴: ۱۴ سے ۱۶ تک۔ ۸: ۱ سے ۱۳ تک۔ ۱ یوحنا ۲: ۷ سے ۱۰ تک اور ۵: ۱ سے ۱۲ تک نیز ہر ایک خط کے شروع اور آخر میں تمجید اور دعا کو دیکھنا ضروری امر ہے مثلاً رومیوں ۱: ۱ سے ۷ تک اور ۱۶: ۲۵ سے ۲۷ تک ۱ کرنتھیوں ۱: ۱۳ اور ۱۶: ۲۲ اور ۲۳ وغیرہ وغیرہ۔

یادداشت۔ فلپیوں کے دوسرے باب میں جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں مسیح کی عظمت ازلی بتائی جاتی ہے اور یہ بھی کہ چونکہ مسیح نے پستی اور دکھ کو اختیار کیا لہذا اس کا نام سب سے بزرگ ہوا یعنی یسوع جس کے معنی بچانے والا ہیں۔

۲۔ عبرانیوں کے خط میں یہ بات غور طلب ہے کہ پہلے اس کا لکھنے والا یہ دکھاتا ہے کہ مسیح فرشتوں سے بزرگ تر ہے پھر موسیٰ سے۔ اور پھر یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی کہانت وہ کامل کہانت

ہے جس کی موسوی کاہنوں کی کہانت گویا محض تمثیل ہے۔ ایک مضمون جو سبق۔ ۵۔ میں چنا گیا پھر مندرج کیا گیا ہے طالب علم کو غور کرنا چاہیئے کہ یہ کیوں ہوا۔

۳۔ افسیوں اور کلسیوں میں مسیح کی بزرگی و عظمت کا تعلق نہ صرف انسان سے ظاہر کیا جاتا ہے بلکہ عالمین سے۔ دیکھو۔ افسیوں ۱: ۱۰ اور کلسیوں ۱: ۱۵ سے ۱۷ تک اور یوحنا ۱: ۳ سے مقابلہ کرو۔

۴۔ تمجیدوں اور دعاؤں میں جو اکثر خطوں کے شروع و آخر میں ملتی ہیں خداوند یسوع مسیح کی نسبت ایسے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو فقط الٰہی ہستی کے لئے درست ہیں نیز ان دعاؤں اور تمجیدوں میں خداوند یسوع مسیح کا نام خدا باپ کے نام کے ساتھ ایسا لکھا جاتا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والے اس کو خدا کے ساتھ ایک جانتے ہیں۔

سوالات۔ ۱۔ سبق ۲ کے چھٹے سوال کو پھر دیکھو۔ کیا اس کا زیادہ پورا جواب اب دیا جا سکتا ہے؟

۲۔ یوحنا کی انجیل میں پہلے باب کی تیسری آیت کے علاوہ کون کون سی آیتیں اس مضمون کے موافق ہیں؟

۳۔ بعض اوقات معترض کہتے ہیں کہ مسیح نے خود اپنے آپ کو ایسا عظیم نہیں بتایا جیسا پولس رسول نے اسکو بتایا۔ پہلی تین انجیلوں سے دکھاؤ

کہ یہ خیال غلط ہے۔

۴۔ اس سبق کے سرنامہ میں یسوع مسیح کے اوتار لینے کا ذکر ہے یادداشت میں اس کا ذکر نہیں بچے ہوئے مضامین میں اس کا کیا پتہ لگتا ہے؟

مسیح خدا کا اوتار ہے

نوٹ ۔ ۱۔ لفظ اوتار سے یہ مراد نہیں کہ خداوند یسوع مسیح محض نمائش کے طور پر انسان بنا۔ بلکہ یہ کہ وہ درحقیقت انسان تھا (دیکھو یوحنا۔ ۱: ۱۴۔ مرقس ۶: ۶ اور ۹: ۲۱ وغیرہ اور نیز فلپیوں۔ ۲: ۷ اور ۸۔ رومیوں ۸: ۳۔ ۱۔ تمتھیس ۲: ۵ عبرانیوں ۲: ۱۷ اور ۱۸۔ اور ۵: ۷ اور ۸۔ وغیرہ۔

۲۔ پاک ثالوث مجسم نہیں ہوا بلکہ اقنوم ثانی۔ یعنی بیٹا (کلام دیکھو یوحنا پہلا باب)

۳۔ چونکہ پاک ثالوث میں جو خدائے واحد ہے پوری یگانگی ہے اور ذات الٰہی منقسم نہیں ہو سکتی۔ لہذا خدا باپ اور خدا روح القدس مسیح کے تجسم سے الگ نہیں (دیکھو عبرانیوں۔ ۱: ۳۔ کلسیوں ۱: ۱۵ سے ۱۷ تک اور ۲: ۹)

۴۔ مسیح کا تجسم محض چند روزہ نہیں بلکہ مسیح میں جو الٰہی صفتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ ازل سے ابد تک ذات الٰہی میں ہیں اور نیز خدا کی جو کوئی صفت انسانی زندگی میں ظاہر ہو سکتی ہے وہ مسیح میں ظاہر ہوئی ہے۔
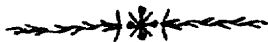
سبق ۷۔ مسیح کی تقلید

سبق کا مقصد۔ یہ سکھانا کہ ہمکو مسیح کے نقش قدم پر کیسے چلنا چاہئے۔ مصیبت میں۔ ستائے جانے کے وقت۔ خاندانی معاملات میں وغیرہ۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱۔ پطرس۔ ب ۲: ۱۸ سے ۲۵ تک ب ۳: ۸ سے ب ۴: ۶ تک اور ۱۲ سے ۱۹ تک رومیوں۔ ب ۱۵: ۱ سے ۱۳ تک اور ب ۱۶: ۱ سے ۷ تک۔ ۱ کرنتھیوں۔ ب ۱۱: ۱۔ افسیوں۔ ب ۵: ۲۵ سے ۳۳ تک۔ کلسیوں۔ ب ۲: ۸ سے ۱۳ تک فلپیوں ب ۲: ۱ سے ۸ تک۔ عبرانیوں۔ ب ۱۲: ۱۱ سے ۱۵ تک۔ ۱ یوحنا۔ ب ۳: ۱ سے ۶ تک اور ۱۶ آیت۔

یادداشت۔ (۱) چونکہ رسولوں کو نہ صرف مسیح کی الوہیت پر اعتقاد تھا بلکہ اس کی انسانیت پر بھی لہذا وہ یسوع کی زندگی کو نمونہ سمجھتے تھے جس کے موافق ہر مسیحی کو چلنا چاہئے۔ پس مسیحی زندگی کی بہت سی باتوں کی نسبت انھوں نے یہ لکھا کہ ہمکو مسیح کی طرح چلنا اور کام کرنا چاہئے مثلاً مصیبت اور جھوٹے الزام کو صبر سے سہنا چاہئے۔ اپنے بھائیوں کی خدمت کرنا چاہئے یہاں تک کہ وقت پڑے پر ان کے لئے جان تک دینا چاہئے

۲۔ رومیوں اور کلسیوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ خداوند یسوع اور مسیحی میں ایسی یگانگت ہونا چاہئے جس کو ہم مسیح میں پیوست ہونا کہہ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارا گناہوں اور بدی

کی مخالفت کرنا ایسا سخت کام ہو جائے کہ ہم مسیح کی صلیب کے دکھ میں اور فتح پاکر اس کی قیامت کی خوشی میں اس کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

۳۔ جیسا مسیح نے دکھ اٹھایا اور شرم اور بدنامی کا تلخ مزہ چکھا ویسا ہی ہمکو بھی کرنا چاہئے بلکہ خود اپنی خوشی و رضامندی سے شرم و بدنامی کی صلیب اٹھانا چاہئے (عبرانیوں۔ ۱۳باب: ۱۱سے ۱۵تک)

۴۔ درحقیقت لفظ بیوستگی سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں جو مسیحی اور مسیح کا رشتہ ظاہر کرے لیکن اس کو سمجھانا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اول تو یہ اب ہمارا کام نہیں بلکہ خدا کی بخشش ہے (دیکھو۔ شادی کی پوشاک کی تمثیل) پھر روحانی زندگی یہ نہیں کہ ہم مسیحی نمونے کے موافق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ یہ کہ مسیح ہم میں ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ علاوہ اس کے مسیح کی مصیبت اور موت کے فائدے ہمکو اسی وقت اچھی طرح سے حاصل ہوتے ہیں جب ہم اس کے ساتھ یگانگی حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ مسیح کی فضیلت و طبیعت ہم میں پیدا ہوتی ہے۔ نئے عہد نامے کی تعلیم کے موافق ہم شاخیں ہیں جو حقیقی درخت مسیح سے اپنی زندگی پاتی ہیں اور جو درخت سے الگ پھل نہیں لاسکتیں۔

سوالات۔ ۱۔ خاندانی زندگی کی نسبت مسیح کے نمونہ سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں؟

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم خدا پر توکل کرینگے تو وہ ہم کو تمام تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھیگا۔ کیا یہ مسیحی تعلیم ہے؟

۱۳- مصیبت کے وقت مسیحی کو خدا سے کس قسم کی مدد کی امید رکھنا چاہئے؟

۱۴- مذکورۂ بالا مضامین اور عبرانیوں ۱۲: ۳ سے ۱۱ تک کا مقابلہ کرنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

*
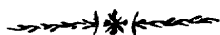
سبق ۸۔ قیامت

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ رسولوں نے مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے پر غور کرتے ہوئے مسیحیوں کی قیامت کے بارہ میں کیا کیا معلوم کیا۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱ کرنتھیوں ب ۱۵۔ رومیوں ب ۱: ۱ سے ۴ تک۔ اور ب ۶: ۴۔ ۲ کرنتھیوں ب ۴: ۱ سے ۵ تک فلپیوں ب ۳: ۲۰ اور ۲۱۔ کلسیوں ب ۳: ۱ سے ۴ تک۔ ۱ تھسلنیکیوں ب ۴: ۱۳ سے ب ۵: ۲ تک۔ مکاشفہ ب ۱: ۱۲ سے ۱۸ تک (۲) رومیوں ب: ۱۱۔ افسیوں ب ۱: ۲۰۔ عبرانیوں ب ۱۳: ۲۰ اور ۲۱۔ ۱ پطرس ب ۱: ۳

یادداشت۔ (۱) مذکورہ بالا مضامین کے دوسرے حصے میں چند ایسی ایسی آیتیں نمونے کے طور پر چنی گئی ہیں جو یہ دکھاتی ہیں کہ رسول خود مسیح کے جی اُٹھنے کو تسلیم کرتے تھے اور یہاں تک سب مسیحیوں کو اس بات کے قائل جانتے تھے کہ اس پر دلیلیں قائم کرتے اور اس کو تمثیلی صورت میں بھی پیش کرتے تھے۔

(۲) ۱ کرنتھیوں کے پندرھویں باب کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ مسیح کے جی اُٹھنے کی گواہی (یہ چاروں انجیلوں سے پیشتر لکھا گیا)۔

۲۔ چونکہ مسیحی لوگ خداوند یسوع مسیح کے جی اُٹھنے کے قائل تھے اس لئے ان کو مُردوں کے جی اُٹھنے کے بارہ میں شک نہیں کرنا

چاہئے تھا۔

۳۔ آدم کی مثال دیکر رسول بتاتا ہے کہ مسیح سب جی اٹھنے والوں کا روحانی باپ اور ان کی روحانی زندگی کا بانی ہے۔

۴۔ چند اور مثالیں۔ ان میں ایک عجیب پرانے دستور کا ذکر ہے غالباً اس وقت لوگ ان مرے ہوؤں کے بدلے بپتسمہ لیتے تھے جو مسیح پر ایمان لائے تھے پر ان کو بپتسمہ پانے کا موقع نہ ملا تھا۔

۵۔ قیامت میں ہر انسان کو نیا جسم اس کی روحانی حالت کے موافق ملیگا۔ دو تین مثالوں سے رسول دکھاتا ہے کہ کئی قسم کے بدن ہوتے ہیں۔

۶۔ اس لئے مسیح کی آمد پر زندوں اور مُردوں دونوں کو نئے روحانی جسم ملینگے۔

۷۔ موت درحقیقت مغلوب ہے اور مسیح نے ہمکو موت اور گناہ دونوں پر فتح بخشی ہے۔

سوالات۔ ۱۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن وہی جسم ملینگے جو اِس وقت ہمارے پاس ہیں کیا یہ درست ہے؟

۲۔ اگر پہلے سوال کا جواب نہیں ہے تو عقیدہ کے اِس فقرہ کا کیا مطلب ہے "میں جسم کے جی اٹھنے پر اعتقاد رکھتا ہوں"؟

۳۔ قیامت میں اور بغیر جسم کے روح کے زندہ رہنے میں کیا فرق ہے؟

۴۔ کرنتھیوں کے پندرھویں باب میں مسیح کی قیامت کے جو گواہوں کا ذکر ہے انجیلوں میں انکا کیا پتہ لگتا ہے؟

۵۔ کیا بُرے لوگ بھی جی اٹھینگے؟ اگر جی اٹھینگے تو تمہاری دانست میں انکے روحانی جسموں اور مومنین کے روحانی جسموں میں کیا فرق ہوگا؟

سبق ۹۔ محبّت

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ آدمیوں کو ایک دوسرے کیسی محبّت رکھنا چاہئے اور نیز اس محبّت کے کیا کیا آثار ہوتے ہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ اکرنتھیوں ب۱۳: ۳ سے ب۱۴: ۱ تک ایوحنا۔ ب۴: ۱-۱ اور ۱۰ سے ۲۴ تک اور ب۳: ۷ سے ۱۲ تک۔ عبرانیوں ب۱۳: ۱ اور ۲۔ افسیوں ب۵: ۱ اور ۲۔ رومیوں ب۱۲: ۹ سے ۲۱ تک اور ب۱۳: ۸ سے ۱۰ تک

یادداشت۔ ۱۔ محبّت کے بارہ میں جو مضامین لکھے گئے ہیں ان میں ۱۔ کرنتھیوں کا تیرھواں باب سب سے مشہور ہے۔ اوّل اس کا تعلق اگلے اور پچھلے بابوں دونوں سے ملتا ہے۔ دوم پولوس کچھ باتوں کو رد کرتا ہے جن پر آدمیوں کا بہت بھروسا ہوتا ہے۔ مثلاً۔ بڑے بڑے کام کرنا اور بڑی بڑی باتیں کہنا اور اپنے حق کے لئے لڑنا۔ (آیات ۲-۳-۵)

۲۔ یوحنّا دکھاتا ہے کہ ہماری باہمی محبّت کا باعث یہ ہے کہ خدا نے ہم سے محبّت رکھی ہے اور اسی پر پولوس رسول بھی افسیوں کے خط میں زور دیتا ہے

۳۔ ہماری محبّت فقط لازمی نہو بلکہ عملی و اخلاقی ہو۔ اس پر یوحنّا زور دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ جو کوئی انسان سے محبّت نہیں رکھتا وہ خدا سے محبّت نہیں رکھ سکتا۔ نیز پولوس رسول نے بھی اس پر زور دیا اور اسکی تفصیل بھی کی (رومیوں۔ ب۱۳)

۴-محبت پر یہاں تک مسیحی دین کا زور ہے کہ یہ خدا کی خاص صفت بتائی جاتی ہے۔ (۱ یوحنا ۴: ۸)

۵-محبت شریعت کی تکمیل ہے (رومیوں ۱۳: ۱۰)

سوالات۔ ۱-اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب خدا میں محبت ہے تو وہ کیوں انسان کو تکلیف میں پڑنے دیتا ہے تو کیا جواب دینا چاہئے؟

۲-ایک آدمی جس سے مجھکو محبت ہے میرے دوسرے دوست کو نقصان پہنچاتا ہے اس موقع پر مجھکو کیونکر دونوں کی طرف اپنی محبت ظاہر کرنا چاہئے؟

۳-کیا سبب ہے کہ بڑے بڑے کام اور علم محبت کے بغیر بے فائدہ ہیں؟

۴-یوحنا نے لکھا ہے۔ کامل محبت خوف کو دور کر دیتی ہے۔ یہ کس چیز یا شخص کا خوف ہے جس کو کامل محبت دور کر دیتی ہے؟

۵-خدا کی محبت مسیح کے تجسم سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے؟

سبق ۱۰۔ انسان کی یگانگی

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ خدا نے مسیح میں ہو کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس کے حضور سب قوموں کے لوگ برابر عزیز ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ رومیوں۔ بپ ۱: ۱۶ اور ۱۷۔ بپ ۲: ۴ سے ۱۶ تک۔ بپ ۱۰: ۱ سے ۱۳ تک ۔ ۱ کرنتھیوں۔ بپ ۱۲: ۲۲ سے ۲۴ تک ببپ ۱۲: ۱۲ اور ۱۳۔ گلتیوں۔ بپ ۳: ۲۷ اور ۲۸۔ افسیوں۔ بپ ۲: ۱ سے ۲۲ تک۔ کلسیوں۔ بپ ۳: ۲ سے ۹ تک اور بپ ۳: ۱۰ سے ۱۱ تک۔ فلپیوں بپ ۳: ۱ سے ۱۴ تک۔

یادداشت۔ ۱۔ نفسانی خواہش کے موافق انسان اپنی جنس کے یعنی اپنے ملک۔ اپنے رنگ۔ اپنی زبان۔ اپنی ذات۔ اپنی نسل اور اپنے دین کے لوگوں کو اوروں پر ترجیح دینا چاہتا ہے جبھی ہم ہر جگہ لوگوں کو ایسی باتوں کے سبب سے متعصّب دیکھتے ہیں یہ مسیحی دین کے بالکل خلاف ہے۔

۲۔ پولوس کی قوم نہایت متعصّب اور مغرور قوم تھی پر وہ اس غرور سے بالکل الگ رہا۔

۳۔ یہ خبر کہ غیر یہودی لوگ خدا کے فضل کے حصہ دار ہو سکتے ہیں پولوس کے نزدیک مسیح کا ایک خاص بھید تھا۔ (دیکھو افسیوں اور کلسیوں کے خط)

۴۔ پولوس نے اس بات کو پہچان کر خود اپنی قومیت کو ناچیز جانا۔
۵۔ گلتیوں کے خط میں پولوس نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ خدا نہ صرف ہر قوم کے لوگوں سے برابر محبّت رکھتا اور سب کے حقوق ٹھہراتا ہے بلکہ یہ کہ خدا کے نزدیک مرد و عورت برابر ہیں۔

سوالات۔ ۱۔ آج کل ہر ایک قوم کے لوگ جو اپنے آپ کو سب سے بہتر جانتے ہیں کیا یہ مسیحی مذہب کے احکام کے موافق ہے؟
۲۔ کیا مسیحی لوگ ذات کا لحاظ کر سکتے ہیں؟
۳۔ حُبّ وطن میں کیا کیا خطرے چھپے ہیں؟
۴۔ اگر کوئی ٹھاکر یا برہمن اعتراض کرے کہ تم لوگ تمام بھنگیوں اور چماروں کو مرید کرتے ہو اس لئے کوئی اچھا آدمی تمھاری برادری میں شامل نہیں ہو سکتا تو کیا جواب دینا چاہیئے؟
۵۔ بعض مسیحی لوگ کہتے ہیں کہ نیچ ذاتوں میں کام کرتے کرتے پادریوں نے مشنوں کے کام کو بگاڑ دیا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟
۶۔ فی زمانہ ہندوستان کی کلیسیا مذکورۂ بالا مضامین سے کیا سبق سیکھ سکتی ہے؟

سبق ۱۱۔ بیگناہ زندگی

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ رسولوں نے مسیحیوں کی بے گناہی پر زور دیا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱یوحنا ۱ و ۲: ۱۔ ۲: ۱ سے ۵ تک۔ ۳: ۱۸ سے ۲۰ تک رومیوں ۷۔ ۸۔ گلتیوں ۵: ۲۲ سے ۲۴ تک۔

یادداشت۔ ۱۔ یوحنا اور پولوس نہ صرف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسیحیوں کو نیک ہونا چاہیئے بلکہ اس پہ بھی کہ ان کو گناہ سے الگ رہنا چاہیئے۔

۲۔ مذکورۂ بالا مضامین میں گناہ سے وہ فعل بد مراد ہے جو آدمی جان بوجھ کر بار بار کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں رسول اس بات کو مانتے تھے کہ ممکن ہے ایماندار مسیحی بھی غفلت سے یا اچانک آزمائش کی وجہ سے خطا کرے اور یہ انہوں نے ہرگز نہیں بتایا کہ مسیحی غلطی اور غلط فہمی اور کمزوری سے پاک ہوگا۔

۳ ۱یوحنا کے پہلے باب میں گناہ کا بھی ذکر ہے اور بے گناہی کا بھی۔ نیز پولوس رومیوں کے خط میں انسان کی غفلت و کمزوری کا ذکر کرتا ہے (باب ۷ آیات ۱۵ سے ۲۴ تک) اور یہ بھی بتاتا ہے (۷: ۲۵) کہ خداوند یسوع مسیح کمزور انسان کو فتح بخش سکتا ہے۔

۴۔ رسولوں کے زمانے میں بہت سے مسیحی گناہوں سے پوری رہائی پانے کی امید نہیں کرتے تھے اور فی زمانہ بہت سے مسیحی ویسے

ہی کم اعتقاد ہوتے ہیں۔ اس لئے بے گناہی پر زور دینا ضروری امر تھا اور اب بھی ہے۔

۵ ہر وقت دو باتوں کا اندیشہ ہوتا ہے اوّل یہ کہ آدمی خدا کے فضل پر بھروسا رکھنے کے سبب سے گناہ کرنے سے نہ ڈریں۔ دوم یہ کہ آدمی عقلی مردہ ایمان سے اکتفا کریں یعنی صرف عقلی طور پر دینی باتوں کے قائل ہوں اور نیک اعمال کرنے سے غافل رہیں خاصکر اس وقت جب وہ عبادت میں بلا ناغہ شریک ہوا کرتے ہیں۔

سوالات ۔ (۱) بشپ چیتھم صاحب نے فرمایا ہے کہ فی زمانہ کلیسیا میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ لوگ مسیحی اعمال کو بغیر مسیحی دل کے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا مضامین سے اس کے لئے کس علاج کا پتہ لگتا ہے؟

(۲) جو مسیحی دعویٰ کرتے ہیں کہ بعض گناہوں سے کوئی نہیں بچ سکتا مثلاً جھوٹ۔ ان کو بائبل کے رو سے کیا جواب دینا چاہیے؟

(۳) مذکورہ بالا آیات میں بے گناہ زندگی کا کیا وسیلہ بتایا جاتا ہے؟

(۴) "مسیحی کی پاکیزگی پورے طور پر خدا کا کام ہے"۔ کیا رومیوں کے خط کے چھٹے باب سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے یا وہ غلط ثابت ہوتا ہے؟

سبق ۱۲۔ روح کی معموری

سبق کا مقصد۔ یہ دکھانا کہ رسول یہ سکھاتے تھے کہ مسیحی کی زندگی روح القدس کی مدد سے بسر کی جاتی ہے۔ یہانتک کہ یہ زندگی الٰہی زندگی ہے جو مسیحی اور مسیح کی یگانگی سے پیدا ہوتی ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین۔ ۱۔ یوحنا ب۱۴: ۱ سے ۴ تک اور ۲۴ سے ۲۹ تک۔ ب۱۵: ۱۔ ب۵: ۱ سے ب۱۳ تک فلپیوں ب۱: ۲۱ گلتیوں ب۲: ۲۰۔ ۱ کرنتھیوں ب۲: ۱ سے ۱۶ تک۔ رومیوں ب۸: ۱۰ سے ۱۷ تک۔ ب۱۲ ۱ کرنتھیوں ب۱۲: ۱ سے ۳۱ تک اور ب۱۴: ۲۳ سے ۲۶ تک عبرانیوں ب۱۳: ۱۰۔ ۱ کرنتھیوں ب۱۱: ۲۳ سے ۲۶ گلتیوں ب۵۔

یاد داشت۔ ۱۔ ان آیتوں کو پڑھتے وقت ۱ کرنتھیوں کا بارھواں باب پڑھنے کے بعد باب ۱۳ بھی دیکھنا چاہئے۔

۲۔ یوحنا اپنے پہلے خط میں بتاتا ہے کہ مسیح کی زندگی میں مسیحی شریک ہوتا ہے اور فلپیوں کے خط کے پہلے باب اور گلتیوں کے خط کے دوسرے باب میں پولوس بتاتا ہے کہ مجھ میں جو زندگی ہے وہ میری نہیں بلکہ مسیح کی ہے۔

۳۔ یہی ہے روح کی معموری۔ رومیوں کے خط میں پولوس نے روح کے پھلوں پر زور دیا ہے (باب ۸) اور یہ بھی کہ جب آدمی پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے نثار کرتا ہے تو نیک اعمال (روح کی معموری کے نتیجے) اس کی زندگی میں پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ اندیشہ ہے کہ مسیحی لوگ روح القدس کی معمولی تاثیرات کو نہ پہچانیں۔ مثلاً پولوس کے زمانہ میں (بلکہ آج کل بھی) لوگ وجد میں آکر طرح طرح کی زبانیں بولنے لگتے تھے اور بہت سے مسیحی اسی بات کو روح کی معموری کی پہچان جانتے تھے۔ پس پولوس نے ضروری سمجھا کہ اِن کی غلطی کو ظاہر کرے۔ (۱ کرنتھیوں ۱۴ باب)۔

۵۔ مسیح سے شراکت حاصل کرنے کے وسائل بھی ہیں یعنی دعا۔ کلام کی تلاوت عام عبادت اور عشائے ربانی۔ پولوس رسول اسی کو خصوصاً شراکت کہتا ہے اور عبرانیوں کے خط کا لکھنے والا بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔

سوالات۔ ۱۔ مسیحی لوگ کس طرح سے مسیح کے کاموں کے فائدوں کو حاصل کرتے ہیں؟

۲۔ مذکورہ بالا مضامین میں سے کون کون سے بیاجو انجیلوں کے بیان سے زیادہ ملتے جلتے ہیں؟

۳۔ یوحنا کی انجیل کے سترھویں باب کو بغور دیکھو۔ اس کے پورا ہونے کے وسیلوں کی بابت اس سبق کے مضامین سے کیا علم حاصل ہوتا ہے؟

۴۔ فضل کے وسیلے کن کن کو کہتے ہیں؟ کیا مسیحی ان سے غافل رہ کر کامیاب زندگی بسر کرسکتا ہے؟

۵۔ مسیح داس ایک غیر تعلیم یافتہ مسیحی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایسا پاک آدمی نہیں کہ پاک عشا میں شریک ہوسکوں۔ اس کو کیونکر سمجھانا چاہیے؟